قرآن کے طالب علموں کے لیے قرآن کریم کے عظیم
فضائل و مسائل اور آداب کا بے مثال خزانہ

قرآن کریم کے عظیم فضائل

اور اس کے آداب



مولانا محمد ہارون معاویہ صاحب

مکتبہ عمر فاروقؓ

قرآن کے طالب علموں کے لیے قرآن کریم کے عظیم
فضائل و مسائل اور آداب کا بے مثال خزانہ

قرآن کریم
کے
عظیم فضائل

اور اس کے آداب

مولانا محمد ہارون معاویہ صاحب

مکتبہ عمر فاروق

نام کتاب .... قرآن کریم کے عظیم فضائل

مؤلف .... مولانا محمد ہارون معاویہ صاحب

اشاعت اوّل .... ستمبر 2011

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... فیاض احمد 0334-3432345 021-34594144

مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

ملنے کے پتے

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ الأنور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
قدیمی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

فہرست مضامین

قرآن کریم کی تلاوت کے آداب وشرائط

چند خصوصیات قرآنی

قرآن کریم سے متعلق کچھ سوال اور جواب

قرآن کریم سے متعلق کچھ عظیم سبق آموز واقعات

عرضِ مؤلف

محترم قارئین! بندہ عاجز کی نئی کتاب ''قرآن کے فضائل اور آداب'' آپ کے ہاتھوں میں ہے، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں قرآن کریم کے فضائل اور اس کے آداب کو جمع کیا گیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم ہماری دنیا وآخرت کی نجات کا ذریعہ اور سبب ہے، جس خوش نصیب نے بھی اس عظیم کتاب کے فضائل کو سمجھا اور اس کے آداب کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر عمل کیا وہ اس دنیا میں بھی شاداں وفرحاں رہا اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں جو سرخروئی ملے گی وہ الگ لازوال انعام ہے۔ بندہ عاجز کا اس کتاب کا لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم قرآن کریم کی قدر ومنزلت کو جان لیں اور اس سے بے وفائی کو چھوڑ کر دل وجان سے اسے اپنی زندگی کا حصہ بنالیں کہ اسی میں ہماری نجات وفلاح ہے۔

چنانچہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ آسان انداز میں مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ وہ معصوم بچے جو قرآن کریم کی تعلیم میں مصروف ہیں انہیں بھی اس کتاب کا مطالعہ کروایا جاسکے اور خصوصاً قرآن کریم کے آداب کے حوالے سے اِن مبتدی طالب علموں کی صحیح رہنمائی ہوجائے کیونکہ قرآن کریم کے آداب کی تربیت بچوں کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔

الغرض اس کتاب میں قرآن کریم کے طالب علموں کی رہنمائی کے لئے چیدہ چیدہ اور ضروری ضروری تمام چیزوں کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے یعنی فضائل وآداب اور سبق آموز واقعات وغیرہ۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب جس طرح بچوں کے لئے مفید ہے اسی طرح بڑوں کے لئے بھی انشاء اللہ اس کا مطالعہ بے حد کارآمد ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

اور آپ سے گزارش ہے کہ دعا کیجئے میں جس نیک مقصد کے تحت یہ کتابیں لکھ رہا ہوں اس میں مجھے کامیابی نصیب ہو۔اور میں بھی اپنے اللہ وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ قدسی میں دعا کرتا ہوں کہ وہ ذات پاک اس کتاب کو میری پہلی کتابوں کی طرح مفید اور کارآمد بنا دے اور ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آخر میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب سے لے کر کمپوزنگ تک اور پھر اشاعت تک میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا، خصوصاً مکتبہ یوسفیہ میرپورخاص کے مالک حضرت مولانا محمد یوسف کھوکھر صاحب مدظلہ اور میرے ساتھ معاونت کرنے والے میرے مخلص ساتھی مولانا ظہور الاسلام صاحب، مولانا عمر فاروق صاحب، مولانا محمد عادل شیخ صاحب مولانا محمد افضل صاحب، اور مولوی محمد کاشف صاحب اور اسی طرح حضرت مولانا محمد یحیٰی لدھیانوی صاحب کا بھی تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ جب بھی ملاقات ہوتی ہے میری حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔

اس کتاب کے ناشر مکتبہ عمر فاروق کے مالک محترم بھائی فیاض صاحب کا بھی دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کر رہے ہیں۔

میری دل سے ان حضرات کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو دونوں جہانوں کی شادمانیاں نصیب فرمائے۔آمین یارب العٰلمین۔

اور تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، اساتذہ کرام کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں، اور اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی خامی اور کمزوری نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں۔آپ کے ہر مشورے کا دلی خیر مقدم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔آمین!

والسلام آپ کا خیر اندیش

محمد ہارون معاویہ

فاضل جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

ساکن میرپورخاص سندھ

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا محمد یحیٰ لدھیانوی مدظلہ جانشین حضرت لدھیانوی شہیدؒ

برادرم مولانا محمد ھارون معاویہ زید حیاتہ میرے ہم درس رہے ہیں تقریباً چار سال بعد ملاقات ہوئی اور زمانہ طالبعلمی کے تذکروں کے دوران بندہ نے جب پوچھا کہ اس کتاب کا کیا بنا جو دورے کے سال لکھی تھی۔اور حضرت مفتی نظام الدین شامزئی صاحب شہیدؒ نے اس پر آپ کو انعام بھی دیا تھا؟ تو موصوف نے مسکراتے ہوئے کہا ''مثالی نوجوان'' اس کا تو تیسرا ایڈیشن چھپ چکا ہے۔اور حضرت مفتی صاحبؒ کی دعاؤں کی برکت سے الحمدللہ فلاں فلاں فلاں...... کتاب بھی چھپ چکی اور مولانا نے تقریباً ۳۰ کتابوں کے نام گنوادیئے اور ۱۰ کتابوں کے بارے میں کہا کہ یہ زیر طبع ہیں۔

حیرانگی اور رشک کی ملی جلی کیفیت میں میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا، دل ہی دل میں میں اپنے آپ پر بھی فخر کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے انسان کے ساتھ طالبعلمی کی رفاقت دی، جسے قلم کے ذریعہ اپنے دین کے لئے قبول فرمایا۔

مولانا نے اپنی ساری کتابیں دکھلائیں اور نئی آنے والی کتاب پر کچھ لکھنے کا کہہ دیا۔

لکھنا تو مجھے آتا نہیں لیکن دل وجان سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس حسین کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کے علم، عمر اور صحت میں خوب خوب برکت عطا فرمائے اور مزید ان کے قلم میں برکت ڈالے، آمین۔

محتاج دعا محمد یحیٰ لدھیانوی

پہلا باب

قرآنِ کریم کے عظیم فضائل

احادیث کی روشنی میں

قرآن کریم کی فضیلت کے بارے میں بے شمار احادیث ہیں ان میں سے کچھ احادیث پیش خدمت ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں

حضرت عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

ف......یعنی جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں عمل کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ ان کو دنیا و آخرت میں رفعت وعزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے حق سبحانہ و تقدس ان کو ذلیل کرتے ہیں کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے "یضل به كثيرا ويهدى به كثيراً"

حق تعالیٰ شانہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے " وننزل من القران ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظلمين الا خسارا"

ترجمہ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اس امت کے بہت سے منافق قاری ہوں گے۔

بعض مشائخ سے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلام پاک کی شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو، اور دوسرا شخص ایک سورت شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔

بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے او پر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ قرآن شریف میں پڑھتا ہے " الا لعنة الله علی الظّٰلمین" اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید میں داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح پڑھتا ہے " لعنة الله علی الکٰذبین" اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔

عامر بن واثلہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نافع بن عبدالحارثؓ کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا۔ ان سے ایک دفعہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ابن ابزٰیؓ کو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ابن ابزٰیؓ کون شخص ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا ایک غلام ہے۔ حضرت عمرؓ نے اعتراضاً فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنادیا۔ انھوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کے رفع درجات فرماتے ہیں اور بہت سوں کو پست کرتے ہیں۔ (بحوالہ از فضائل اعمال)

قرآن سیکھنے اور سکھانے والوں کی عظمت

قرآن کریم پڑھنا اور پڑھانا کسی دوسری چیز کے پڑھنے اور پڑھانے سے افضل ہے، اس کے بارے میں چند احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت عثمانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس نے قرآن پڑھا اور دوسروں کو پڑھایا۔ (بخاری جلد سوم کتاب التفسیر)

قرآن مجید چونکہ کلام الٰہی ہے اس لئے اس کلام کا معلم اور متعلم سب سے بہتر ہے، ایک اور روایت میں قرآن سیکھنے اور سکھانے والے کو افضل قرار دیا ہے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ تم میں سب سے افضل وہ ہے جس نے قرآن کی تعلیم حاصل کی یا دوسرے کو اس کی تعلیم دی۔

(بخاری جلد سوم کتاب التفسیر)

اس لئے قرآن پڑھنا پڑھانا دوسری کسی بھی چیز کے پڑھنے پڑھانے سے افضل ہوگا ملا علی قاریؒ نے افضل ہونے کی دلیل یہ حدیث بتائی ہے۔

جس نے قرآن پڑھا اس نے گویا اپنے پہلوؤں کے بیچ نبوت رکھ لی ہاں اس کے پاس وحی نہیں آتی۔

دوسری صحیح حدیث ہے کہ وہ قرآن والے اللہ والے اور اس کے خاص لوگ ہیں، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ جب سب سے بہتر کلام کلام الٰہی ہے ٹھیک اسی طرح انبیاء کے بعد سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن پڑھنے پڑھانے میں اخلاص شرط ہے۔

سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں ،عاصم کہتے ہیں، مصعب نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس مقام پر بٹھایا اور فرمایا یہ سب سے بڑے قاری ہیں۔ (ابن ماجہ)

امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا میں نے اللہ عزوجل کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کیا اے میرے پالنہار تجھ سے قریب ہونے کا سب سے بہتر ذریعہ کیا ہے؟ تو رب نے فرمایا میرا کلام ہے اے احمد، میں نے عرض کیا سمجھ کر یا بلا سمجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا سمجھ کر پڑھو یا بلا سمجھے، دونوں طرح مجھے پسند ہے۔

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے ابوذر! صبح کے وقت کتاب اللہ کی ایک آیت کا سیکھنا تمہارے سو رکعت نماز (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے صبح کے وقت علم کا کوئی باب سیکھ کر پھر خود اس پر عمل نہ کر سکو یا کر سکو تو وہ تمہارے ایک ہزار رکعت نماز (نفلی) پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جو شخص کسی کو قرآن کی تعلیم دے تو وہ استاد اس متعلم کا آقا ہو جاتا ہے تو نہ اسے رسوا کرے اور نہ اس پر اپنے کو فوقیت دے۔ (بحوالہ کنز العمال)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے بچے کو ناظرہ قرآن کی تعلیم دی اس کے پچھلے اور اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس شخص نے اپنے بچے کو قرآن مجید یاد کروایا، قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ نیک بختوں کی زندگی، شہیدوں کی موت، حشر کے دن نجات، خوف کے دن امن اور اندھیروں میں روشنی اور گرمی کے دن سایہ اور پیاس کے دن سیری اور خفت کے دن وزن اور گمراہی کے دن ہدایت عطا فرمائے گا، بشرطیکہ وہ قرآن پڑھے کیونکہ وہ رحمٰن کا ذکر ہے اور شیطان سے بچاؤ ہے اور ترازو میں جھکاؤ ہے۔ (بحوالہ کنز العمال)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کا ذکر اچھے لفظوں میں کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کو قرآن کریم پڑھاتے نہیں دیکھا۔ (بحوالہ مسند امام احمد)

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے اور پڑھانے والے پر سورت ختم ہونے تک فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں (یعنی ان کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں) لہٰذا جب کوئی شخص سورت پڑھے تو دو آیتیں چھوڑ دے اور دن کے آخر میں ختم کرے تاکہ پڑھنے والے اور پڑھانے والے پر فرشتے صبح سے شام تک رحمت بھیجتے رہیں۔ (یعنی ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہیں۔) (بحوالہ سنن دارمی)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن مجید کی ایک آیت سیکھ لے تو وہ قیامت کے دن اس کے سامنے مسکراتی ہوئی اور خوش ہوتی ہوئی آئے گی۔ (بحوالہ مجمع الزوائد)

قرآن مجید مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے، اس میں انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک کے احکامات ہیں جنہیں احکامات الٰہیہ کہا جاتا ہے ان پر عمل کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے اس کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت عبیدہ الملیکی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف میسر ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کریم سے ٹیک نہ لگاؤ اور اس کی اس کے حق کے مطابق تلاوت کرو خواہ رات کے وقت یا دن میں۔ قرآن کریم بلند آواز کے ساتھ اچھی آواز سے تلاوت کرو مضامین قرآن پر غور کرو تا کہ فلاح پاؤ اور اس قرآن کا اجر فوری طلب نہ کرو کیونکہ یہ (تاخیر) بڑے اجر کا سبب ہے۔ (مشکوٰۃ)

ان احادیث میں جن باتوں پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن پاک چونکہ اللہ کی کتاب ہے اس لئے اس کے ساتھ ٹیک نہ لگائی جائے دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کو بڑے احسن انداز میں کیا جائے اور خوش الحانی کو مدنظر رکھا جائے کیونکہ تلاوت قرآن پاک کے وقت اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، اس کے علاوہ ضروری بات یہ ہے کہ قرآن پاک کے مضامین پر غور کیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے قرآن پاک پر عمل کرنے کے بعد اجر کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر چھوڑ دیا جائے اور امید رکھی جائے کہ اللہ تعالیٰ بہتر اجر دے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کے معانی ومطالب بیان کرو اور اس کے غرائب کا اتباع کرو اور غرائب سے مراد اس کے احکام وحدود ہیں۔ (بحوالہ بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص پہلوں اور پچھلوں کے علم کا خواہاں ہو، اسے قرآن کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(بحوالہ کنز العمال)

ماہر حافظِ قرآن کی فضیلت

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید پڑھتا رہتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے تو اس کا مقام خدائی ہدایت پہنچانے والے مکرم فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن کو پڑھتا ہے اور اس کو یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن اس کو سخت دشواری پیش آتی ہے تو

اس کے لئے دہرا اجر ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

تشریح...... حدیث بالا میں حافظ قرآن کا مقام بتایا گیا ہے کہ وہ مقرب فرشتوں کے ساتھ ہوگا، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفرۃ جمع ہے سافر کی مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو خدائی ہدایت لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اور قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اعمال لکھتے ہیں، مسلم شریف کی روایت میں لفظ ماہر وارد ہوا ہے یعنی یہ مقام عالی ایسے حافظ قرآن کا ہے جو ماہر ہو، یعنی اس کا حفظ اور تجوید اس قدر پختہ ہو کہ بلاتردد پڑھتا چلا جاتا ہو لیکن کبھی کبھی غلطی آجانا اس کے منافی نہیں۔ واللہ اعلم۔

اور جس شخص کا حفظ اتنا پختہ نہ ہو اٹک اٹک کر پڑھتا ہو اور یاد کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہو اس کے باوجود بھی پختگی پیدا نہ ہوتی ہو بوجہ دماغی کمزوری کے تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک تلاوت کرنے کا اور دوسرا مشقت برداشت کرنے کا۔

اس حدیث پاک میں ایسے شخص کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ پریشان نہ ہو اپنا دل چھوٹا نہ کرے بلکہ تلاوت میں اور حفظ کی پختگی میں لگا رہے اس کو اللہ شانہٗ دہرا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اٹک اٹک کر پڑھنے والے کا اجر و مقام ماہر قرآن سے ارفع ہے، بلکہ ماہر قرآن کا مقام ارفع و اعلیٰ ہے اور اس کے لئے بہت زیادہ اجر ہیں کیونکہ وہ مقرب فرشتوں کے ساتھ ہوگا، اور یہ مقام اس کے علاوہ کسی اور کے لئے ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن مجید کا ماہر نہ ہو اور نہ اچھی طرح اس کی بکثرت تلاوت کرتا ہو وہ اس بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتا جو ماہر قرآن کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صاحب قرآن سے کہا جاوے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا

عبداللہ بن عمرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے (کہ قیامت کے

دن) صاحب قرآن سے کہا جاوے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

ف......صاحب القرآن سے بظاہر حافظ مراد ہے اور ملا علی قاریؒ نے بڑی تفصیل سے اس کو واضح کیا ہے کہ یہ فضیلت حافظ ہی کے لئے ہے۔ ناظرہ خواں اس مین داخل نہیں۔

اول اس وجہ سے کہ صاحب قرآن کا لفظ بھی اسی طرف اشارہ کررہا ہے۔

دوسرے اس وجہ سے کہ مسند احمد کی روایت میں ہے "حتٰی یقراء شیئاً معه" (یہاں تک کہ پڑھے جو کچھ قرآن شریف اس کے ساتھ ہے) یہ لفظ اس امر میں زیادہ ظاہر ہے کہ اس سے حافظ مراد ہے۔ اگرچہ محتمل وہ ناظرہ خواہ بھی ہے جو کہ قرآن شریف بہت کثرت کے ساتھ پڑھتا ہو۔ مرقاۃ میں لکھا ہے وہ پڑھنے والا مراد نہیں جس کو قرآن لعنت کرتا ہو۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن ان کو لعنت کرتا ہے اس لئے اگر کسی شخص کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف کے پڑھنے سے اس کی مقبولیت پر استدلال نہیں ہوسکتا۔ خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ترتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نوراللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور شرع شریف میں کئی چیزوں کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔

اول حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے۔

دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جاوے۔

تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زیر، زبر، پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا۔

چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تا کہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔

پانچویں آواز کو اس طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جائے اور دل پر جلدی اثر کرے۔ کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تاثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اطباء نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اس کو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اس کو جلد کھینچتا ہے اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو اس کو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا خاص استعمال کیا جائے تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہوگی۔

چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جاوے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔

ساتویں آیاتِ رحمت وعذاب کا حق ادا کرے۔

یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے یعنی کلام پاک کا فہم وتدبر، حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور ﷺ کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے یعنی زیر، زبر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا۔ ترتیل سے تلاوت مستحب ہے اگر چہ معنی نہ سمجھتا ہو۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ترتیل سے القارعۃ اور اذا زلزلت پڑھوں یہ بہتر ہے اس سے کہ بلا ترتیل سورہ بقرۃ اور آل عمران پڑھوں۔

شراح اور مشائخ کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک درجہ اوپر چڑھتا جا۔ اس لئے کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات کلام اللہ شریف کی آیت کے برابر ہیں۔ لہٰذا جو شخص جتنی آیت کا ماہر ہوگا اتنے ہی درجے اوپر اس کا ٹھکانہ ہوگا اور جو شخص تمام کلام پاک کا ماہر ہوگا وہ سب سے اوپر کے درجے میں ہوگا۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے اوپر کوئی درجہ نہیں پس قراء آیت کی بقدر ترقی کریں گے۔ اور علامہ دانیؒ سے اہل فن کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات چھ ہزار (۶۰۰۰) ہیں لیکن اس کے بعد کی مقدار میں (یعنی تعداد میں) اختلاف ہے اور اتنے اقوال نقل کیے ہیں۔۲۰۴، ۱۴، ۱۹، ۲۵، ۳۶۔

شرح احیاء میں لکھا ہے کہ ہر آیت ایک درجہ ہے جنت میں، پس قاری سے کہا جائے گا کہ جنت کے درجات پر اپنی تلاوت کے بقدر چڑھتے جاؤ۔ جو شخص قرآن پاک تمام پورا کرے گا وہ جنت کے اعلیٰ درجے پر پہنچے گا اور جو شخص کچھ حصہ پڑھا ہوا ہو گا وہ اس کی بقدر درجات پر پہنچے گا۔ بالجملہ منتہائے ترقی منتہائے قرات ہو گی۔

بہر حال حاصل اس مطلب کا یہ ہے کہ حدیث بالا سے درجات کی وہ ترقی مراد نہیں جو آیات کے لحاظ سے فی آیت ایک درجہ ہے اس لئے کہ اس ترقی میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ جب ایک آیت پڑھی جائے ایک درجہ کی ترقی ہو گی عام ہے کہ ترتیل سے ہو یا بلا ترتیل بلکہ اس حدیث میں بظاہر دوسری ترقی باعتبار کیفیت مراد ہے جس میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو دخل ہے لہٰذا جس ترتیل سے دنیا میں پڑھتا تھا اسی ترتیل سے آخرت میں پڑھ سکے گا اور اس کے موافق درجات میں ترقی ہوتی رہے گی۔

ملا علی قاریؒ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا تب تو اس وقت بھی یاد ہو گا ورنہ بھول جائے گا۔ اللہ جل شانہ اپنا فضل فرمادیں کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے دینی شوق میں یاد کرادیا تھا مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں ضائع کر دیتے ہیں اور اس کے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآن پاک یاد کرتا ہوا اور اس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہوا مرجائے وہ حفاظ کی جماعت میں شمار ہو گا۔ حق تعالیٰ کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں، کوئی لینے والا ہو۔ (بحوالہ از فضائل اعمال)

کتاب اللہ کے ایک حرف پڑھنے کا اجر

ابن مسعودؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس لئے کہ اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ سارا "الٓمٓ" ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف۔

ف...... مقصود یہ ہے کہ جیسے اور جملہ اعمال میں پورا عمل ایک شمار کیا جاتا ہے، کلام پاک میں ایسے نہیں بلکہ اجزاء عمل بھی پورے عمل شمار کئے جاتے ہیں اور اس لئے تلاوت کلام پاک میں ہر ہر حرف ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے اور ہر نیکی پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے "من جآء بالحسنة فلهٗ عشر أمثالها" (جو شخص ایک نیکی لاوے اس کو دس نیکی کے بقدر اجر ملتا ہے) دس حصہ اجر کا وعدہ ہے اور یہ اقل درجہ ہے۔

"و اللہ یُضٰعِفُ لِمَن یَّشَآءُ" (حق تعالیٰ شانہ جس کے لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرماتے ہیں)

ہر حرف کو مستقل نیکی شمار کرنے کی مثال حضور ﷺ نے ارشاد فرمادی کہ "الٓمٓ" پورا ایک حرف شمار نہیں ہوگا، بلکہ الف، لام، میم علیحدہ علیحدہ حروف شمار کئے جائیں گے اور اس طرح پر "الٓمٓ" کے مجموعہ پر تیس نیکیاں ہوگئیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ "الٓمٓ" سے سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے یا الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل مراد ہے۔ اگر سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے تو بظاہر مطلب یہ ہے کہ لکھے ہوئے حروف کا اعتبار ہے اور لکھنے میں چونکہ وہ بھی تین ہی حروف لکھے جاتے ہیں اس لئے تیس نیکیاں ہوئیں اور اگر اس سے سورہ فیل کا شروع مراد ہے تو پھر سورہ بقرہ کے شروع میں جو "الٓـمٓ" ہے وہ نو حروف ہیں اس لئے اس کا اجر نوے نیکیاں ہوگئیں۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ ب س م یعنی علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں۔

(بحوالہ از فضائل اعمال)

حافظِ قرآن کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا

حضرت معاذ جہنیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنا دیا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو۔ پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

یعنی قرآن پاک کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہے کہ اس پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہوگی اگر وہ آفتاب تمھارے گھروں میں ہو، یعنی آفتاب اتنی دور سے اس قدر روشنی پھیلاتا ہے اگر وہ گھر کے اندر آجائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہوگا تو پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جائے گا، اس کی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جس کو گھر میں طلوع ہونے والا آفتاب پھیلا رہا ہے، اور جب کہ والدین کے لئے یہ ذخیرہ ہے تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کرلیا جائے کہ کس قدر ہوگا کہ جب اس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا حال بدرجہا زیادہ ہوگا کہ والدین کو یہ اجر صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ اس کے وجود یا تعلیم کا سبب ہوئے ہیں۔

آفتاب کے گھر میں ہونے سے جو تشبیہ دی گئی ہے اس میں علاوہ ازیں کہ قریب میں روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے ایک اور لطیف امر کی طرف بھی اشارہ ہے وہ یہ کہ جو چیز ہر وقت پاس رہتی ہے اس سے انس والفت زیادہ ہوتی ہے اس لئے آفتاب کی دوری کی وجہ سے جو اس سے بیگانگی ہے وہ ہر وقت کے قرب کی وجہ سے مبدل بہ انس ہو جائے گی تو اس صورت میں روشنی کے علاوہ اس کے ساتھ موانست کی طرف بھی اشارہ ہے اور اس طرف بھی کہ وہ اپنی ہوگی کہ آفتاب سے اگرچہ ہر شخص نفع اٹھاتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو ہبہ کر دیا جائے تو اس کے لئے کس قدر افتخار کی چیز ہو۔

حاکمؒ نے حضرت بریدہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو

شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو ارشاد ہوگا کہ تمھارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض ہیں۔

جمع الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلائے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اٹھایا جائے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جائے گا کہ پڑھنا شروع کر جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا حتیٰ کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

بچے کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کے لئے یہ فضائل ہیں اور اسی پر بس نہیں، دوسری بات بھی سن لیجئے کے اگر خدانخواستہ آپ نے اپنے بچے کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہ ہی نہیں کہ آپ اس لایزال ثواب سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جواب دہی بھی کرنی پڑے گی، آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی و حافظ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کے ملانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں اس وجہ سے آپ اپنے لاڈلے بچے کو اس سے بچاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اس سے آپ اس کو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر رہے ہیں مگر ساتھ ہی اپنے اوپر بھی بڑی سخت جواب دہی لے رہے ہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے "کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته" ہر شخص سے اس کے ماتحتوں اور دست نگروں کا بھی سوال ہوگا کہ ان کو کس قدر دین سکھلایا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان عیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے۔ مگر جوؤں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں البتہ اس کے صاف رکھنے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے۔ بالجملہ اگر آپ اپنے بچے کو دین داری کی صلاحیت سکھلائیں گے، اپنی جواب دہی سے سبک دوش ہوں گے اور جس وقت تک وہ زندہ رہیگا اور جس قدر نیک اعمال کرے گا، دعا و استغفار

آپ کے لئے کرے گا، آپ کے لئے رفع درجات کا سبب بنے گا۔ لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپ نے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا، بلکہ جس قدر بداطواریاں فسق و فجور اس سے سرزد ہوں گے آپ کے نامہ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہیں گے۔ خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں، دنیا بہرحال گذر جانے والی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے۔ لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اس کا کوئی منتہا نہیں۔ (بحوالہ از فضائل اعمال)

قرآن پڑھنے سے سکینت و رحمت نازل ہوتی ہے

قرآن پاک جہاں پڑھا جاتا ہے وہاں سکون اور اطمینان نازل ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی سے مصائبِ دنیا میں سے کوئی مصیبت دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں سے اسے نجات دے گا، جو آدمی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے جو کسی تنگ دست کی مشکل آسان کرے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں آسانی دیتا ہے، آدمی جب تک اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے، اللہ تعالیٰ اس کا معاون و مددگار ہوتا ہے جو شخص تلاشِ علم میں سفر اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، جب کچھ لوگ مسجد میں تلاوتِ قرآن اور درس و تدریس کے لئے بیٹھتے ہیں ان پر اطمینان و سکون اترتا ہے، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں جس کا عمل اسے پیچھے رکھے، نسب و ذات اسے آگے نہیں بڑھاتے۔ (ترمذی جلد دوم فضائل قرآن)

ف...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن پڑھے پڑھائے یا اس کے علم کی خاطر سفر کرے یا اشاعت کرے یا لکھے یا لکھوائے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکون اور رحمت نازل ہوگی۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں یہ حدیث یوں مروی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو

کوئی کسی مسلمان سے دنیاوی مصائب میں سے ایک مصیبت بھی دور کر دے گا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور فرما دے گا جو کسی مسلمان کا راز چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کے راز دنیا و آخرت میں چھپائے گا۔ جو کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ جو علم کے لئے راہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے اور جب کوئی قوم اللہ کے گھروں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرتی ہے اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتی ہے تو فرشتے اس جماعت کو گھیر لیتے ہیں ان پر طمانیت نازل ہوتی ہے رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں میں کرتا ہے اگر عمل میں تاخیر ہوگی (یعنی کمی ہوگی) تو نسب کام نہ آئے گا۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

ملا علی قاریؒ نے "سکینت" کی شرح میں فرمایا ہے کہ وہ سکون واطمینان ہے جس سے دل کو خوف وہراس سے اطمینان وامان ملتا ہے پھر کچھ آگے لکھا ہے بعض نے سکینت کا معنی رحمت بتایا ہے اور بعض نے وقار اور کچھ نے رحمت کے فرشتے اور ابن حجرؒ نے فرمایا ہے سکینت سے مراد فرشتے ہیں۔

حضرت شیخ محقق دہلویؒ نے لکھا ہے کہ سکینت کا معنی اطمینان کے ہیں، رحمت اور وقار وسنجیدگی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قرآن سے ایک طرح کا روحانی چین وسکون اور دل کی صفائی پیدا ہوتی ہے اور نفسانیت کی تیرگی کافور ہوتی ہے اور رحمانیت کی روشنی اور ذوق حضوری پیدا ہوتا ہے یہی کیفیت کبھی کبھی ابر یا اسی طرح کی کسی اور چیز کی شکل میں اختیار کر لیتی ہے اسی کو سکینت کہتے ہیں۔

حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر قرآن کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہوتے ہیں ان کے دل میں ٹھنڈک اور اطمینان اور روحانی چین وسکون بہم پہنچتا ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ان پر چھا جاتی ہے، اور فرشتے ان کو ہر طرف سے اپنی حفاظت ونگہداشت میں لے لیتے ہیں اور ان کو کوئی نقصان پہنچنے

کا امکان نہیں رہ جاتا اسی پر بس نہیں بلکہ ان پڑھنے پڑھانے والوں کو ایک بہت بڑا اعزاز یہ بھی ملتا ہے کہ رب کائنات اپنے ملائکہ کے بیچ ان کا ذکر فرماتا ہے کہ میرے فلاں بندے میری کتاب کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہیں یہ کتنا بڑا اعزاز ہے جسے یہ نصیب ہو جائے وہ کتنا خوش بخت ہوگا۔

زیادہ قرآن جاننے والا امامت کا حقدار ہے

امامت کے فرائض اس شخص کو انجام دینے چاہئیں جو دوسروں سے قرآن پاک کو زیادہ جاننے والا ہو۔

سیدنا حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس سے مسافر سوار گزرتے تھے اور ہم ان سے قرآن سیکھتے تھے میرے والد سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تم میں سے وہ شخص امامت کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو، جب میرے والد لوٹ کر آئے تو فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے قرآن اچھی طرح جاننے والا امامت کرائے جب لوگوں نے دیکھا تو سب سے زیادہ قرآن جاننے والا مجھے پایا لہٰذا میں آٹھ سال کی عمر میں ان کی امامت کیا کرتا تھا۔ (سنن نسائی جلد اول)

ف......امامت بڑا اہم فریضہ ہے عرفِ عام میں امام سردار یا حاکم کو کہا جاتا ہے، لیکن نماز کی جماعت کے سلسلے میں امام اسے کہا جاتا ہے جو نمازیوں کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے جماعت کروانا چونکہ بڑی عظیم ذمہ داری ہے اس لئے امام اسے بننا چاہئے جو قرآن پاک کو اچھی طرح جانتا ہو، اسے سمجھتا ہو اس کی قرأت قواعد کے مطابق کر سکتا ہو، عمر رسیدہ لوگوں کی نسبت اگر کوئی کم عمر والا قرآن پاک کو زیادہ جانتا ہو تو اسے امام بنایا جا سکتا ہے۔

تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی

عبد الرحمٰن بن عوف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں

قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے، قرآن پاک کے لئے ظاہر ہے اور باطن، دوسری چیز امانت ہے اور تیسری رشتہ داری جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملا دے اور جس نے مجھے کو توڑا، اللہ اپنی رحمت سے اس کو جدا کرے۔

ف......ان چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کامل قرب ہے یعنی حق سبحانہ وتقدس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ کلام اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی، اس کا حق ادا کیا، اس پر عمل کیا۔ ان کی طرف سے دربارِ حق سبحانہ میں جھگڑے گا اور شفاعت کرے گا، ان کے درجے بلند کرائے گا۔

ملا علی قاریؒ نے بروایت ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن شریف بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہ کرامت کا تاج مرحمت فرمادیں گے۔ پھر وہ زیادتی کی درخواست کرے گا۔ تو حق تعالیٰ شانہ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرمادیں گے پھر وہ درخواست کرے گا کہ یا اللہ آپ اس شخص سے راضی ہو جائیں تو حق سبحانہ وتقدس اس سے رضا کا اظہار فرماویں گے اور جب کہ دنیا میں محبوب کی رضا سے بڑھ کر کوئی بھی بڑی سے بڑی نعمت نہیں ہوتی تو آخرت میں محبوب کی رضا کا مقابلہ کون سی نعمت کر سکتی ہے اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے ان سے اس بارے میں مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی، میرا کیا حق ادا کیا۔

شرح احیاء العلوم میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم قرآن شریف کا حق ہے۔ اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرمالیں کہ اس قوی مقابل کے سامنے کیا جواب دہی کریں گے۔ موت بہرحال آنے والی چیز ہے اس سے کسی طرح مفر نہیں۔ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن

پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی۔ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اس کے معنی اور مطالب ہیں جو حسب استعداد مختلف ہوتے ہیں۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معنی میں غور وفکر کرو کہ اس میں اولین وآخرین کا علم ہے مگر کلام پاک کے معنی کے لئے جو شرائط وآداب ہیں ان کی رعایت ضروری ہے یہ نہیں کہ ہمارے زمانے کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اردو ترجمے دیکھ کر اپنی رائے کو اس میں داخل کردے۔

اہل فن نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتائی ہے وقتی ضرورت کی وجہ سے مختصراً عرض کئے جاتے ہیں جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ بطن کلام پاک تک رسائی ہر شخص کو نہیں ہو سکتی۔

اول لغت جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جائیں، مجاہد کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ بدون معرفت لغات عرب کے کلام پاک میں کچھ لب کشائی کرے اور چند لغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں اس لئے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مشترکہ ہوتا ہے اور وہ ان میں سے ایک دو معنی جانتا ہے اور فی الوقع اس جگہ کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں۔

دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ اعراب کے تغیر وتبدل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے۔

تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ابن فارسؒ کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صرف فوت ہو گیا اس سے بہت کچھ فوت ہو گیا۔ علامہ زمخشریؒ عجوبات تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کلام پاک کی آیت ''یوم ندعو کل اناس بامامھم (جس دن کہ پکاریں گے ہم ہر شخص کو اس کے مقتدا اور پیش رو کے ساتھ) اس کی تفسیر صرف کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی کہ جس دن

پکاریں گے ہر شخص کو ان کی ماؤں کے ساتھ۔ امام کا لفظ جو مفرد تھا اس کو ام کی جمع سمجھ گیا۔ اگر وہ صرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ ام کی جمع امام نہیں آتی۔

چوتھے اشتقاق کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ لفظ جب کہ دو مادوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہوں گے جیسا کہ مسیح کا لفظ ہے کہ اس کا اشتقاق مسح سے بھی ہے جس کے معنی چھونے اور تر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے کے ہیں اور مساحت سے بھی ہے جس کے معنی پیمائش کے ہیں۔

پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔

چھٹے علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفا، تشبیہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے۔

ساتویں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں۔ مفسر کے اہم علوم میں سے ہیں۔ اس لئے کہ کلام پاک جو سراسر اعجاز ہے اس سے اس کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔

آٹھویں علم قرات کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے کہ مختلف قراتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے۔

نویں علم عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے کہ کلام پاک میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہ وتقدس پر صحیح نہیں، اس لئے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑے گی جیسے ''ید اللّٰہ فوق ایدیھم''۔

دسویں اصول فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہِ استدلال واستنباط معلوم ہو سکیں۔

گیارھویں اسبابِ نزول کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شان نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شان نزول پر موقوف ہوتا ہے۔

بارھویں ناسخ ومنسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ منسوخ شدہ احکام ''معمول بہا'' سے ممتاز ہوسکیں۔

تیرھویں علم فقہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں۔

چودھویں ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآن پاک کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔

ان سب کے بعد پندرھواں وہ علم وہبی ہے جو حق سبحانہ وتقدس کا عطیہ خاص ہے اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔من عمل بما علم ورثه الله علم مالم یعلم ۔(جب کہ بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو جانتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا)

اسی کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اشارہ فرمایا جب کہ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے ہیں یا خاص وصایا جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے جنت بنائی اور جان پیدا کی ،اس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام پاک کے سمجھنے کے لئے کسی کو عطا فرمادیں۔

ابن ابی الدنیاؒ کا مقولہ ہے کہ علوم قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے کہ جس کا کنارہ نہیں یہ علوم جو بیان کئے گئے مفسر کے لئے بطور آلہ کے ہیں۔اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت کے بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جس کی ممانعت آئی ہے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے علوم عربیہ طبعاً حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد تھے۔

علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ شاید تجھے یہ خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا بندہ کی قدرت سے باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ان اسباب کا حاصل

کرنا ہے جس پر حق تعالیٰ شانہ اس کو مرتب فرماتے ہیں مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ وغیرہ۔

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی۔

اول وہ جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو۔ دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ پر مصر ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے معرفت قرآن سے قاصر رہتا ہے۔

تیسرے وہ شخص کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو اور کلام اللہ کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے طبیعت اچٹتی ہو، اس شخص کو بھی فہم قرآن سے حصہ نہیں ملتا۔

قرآنِ کریم سیکھنے اور سکھانے والا سب سے بہتر شخص ہے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ مشہور جلیل القدر تابعی عبدالرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لیکر حجاج کے زمانے تک قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس حدیث نے (جامع مسجد کوفہ کے) اس مقام پر تعلیم قرآن کے لئے بٹھا رکھا ہے۔ (حضرت عثمانؓ کے آخری ایام سے لے کر حجاج کے شروع دور تک اڑتیس (۳۸) سال کا عرصہ ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن)

فائدہ......اس حدیث پاک سے قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے والے کی بڑی فضیلت واضح ہوئی۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ بہترین کلام کلامِ الٰہی ہے اس لئے قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے والے حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر لوگ ہیں بشرطیکہ یہ مبارک عمل اخلاص وللّٰہیت پر مبنی ہو، ریاکاری و دنیا داری مطلوب نہ ہو۔ (شرح الطیبی علی المشکوٰۃ ص ۲۱۵ ج ۴)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن کریم سیکھتا بھی ہے اور سکھاتا بھی ہے ایسا شخص دوصفات کا جامع ہے کہ خود بھی مستفید ہو رہا ہے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا رہا ہے اس لئے اس کو افضل قرار دیا گیا ہے، اور یہ شخص اس آیت کے مصداق میں سے ہے۔

''ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین''۔

ترجمہ...... ''اس سے اچھی کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں واقعتاً مسلمانوں میں سے ہوں۔'' حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے مختلف طریقے ہیں جن میں سے قرآنِ کریم کی تعلیم بھی ہے جو کہ سب سے افضل ہے اور اس کے برعکس کافر ہے جو دوسروں کو بھی اسلام سے روکتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

''فمن اظلم ممن کذب بایات اللہ وصدف عنھا''

ترجمہ...... ''پس اس سے زیادہ کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور (دوسروں کو) ان سے روکے۔''

تنبیہ...... اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ قاریؑ ومقریؑ عالم وفقیہ سے افضل ہے صحیح نہیں اس لئے کہ '' خیر کم من تعلم القرآن و علمہ '' کے مخاطب حضرات صحابہ اکرامؓ ہیں جو اہل زبان ہونے کی وجہ سے قرآن کریم کے معانی سمجھنے کا ایسا ملکہ و سلیقہ رکھتے ہیں کہ ان کے بعد کے زمانے کے لوگ باوجود کوشش کرنے کے بھی ان کے پایہ کو نہیں پہنچ سکتے، پس جو شخص قرآن کریم کے حروف پڑھنے اور پڑھانے کے ساتھ اس کے معانی بھی سیکھے اور سکھائے تو اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی بخلاف اس شخص کے جو کہ محض قاری ہو قرآن کے معانی بالکل نہ سمجھتا ہو، پس ایسے شخص کو اس حدیث شریف میں بیان فرمودہ فضیلت حاصل نہیں۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری ص ۶۵ ۷، ج ۹)

قرآن کو دیکھ کر پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے

قرآن مجید کو اوراق سے دیکھ کر پڑھنے کا ثواب دوگنا ہے۔

حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن مجید کو یاد سے پڑھنا ہزار درجہ (اجر کا سبب) ہے اور دیکھ کر پڑھنا دو ہزار درجہ (ثواب) کا سبب ہوتا ہے۔ (مشکوۃ فضائل قرآن بحوالہ بیہقی)

ف......اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ قرآن پاک کو دیکھ کر پڑھنے میں دوگنا ثواب ہے، علامہ طیبیؒ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ قرآن کا دیکھنا اس کا اٹھانا، اس کا چھونا، قرآن پر غور وفکر کے مواقع کا فراہم ہونا اور اس کے معنی ومفہوم کا سمجھنا اس سب کی وجہ سے اس کا دوگنا ثواب ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ دوگنے ثواب کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ دیکھ کر پڑھنے میں دو عبادتیں جمع ہوجاتی ہیں ایک قرآن کا پڑھنا اور دوسرے قرآن کا دیکھنا۔ اسی وجہ سے ایک جماعت کا پسندیدہ مسلک یہ ہے کہ قرآن دیکھ کر پڑھنا مطلقاً افضل ہے، دوسرے لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حفظ سے پڑھنا مطلقاً افضل ہے ان کی دلیل حضور ﷺ کا عمل ہے، حضور ﷺ حفظ سے قرآن پڑھتے تھے، علامہ نوویؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ اگر دیکھ کر پڑھنے کے مقابلہ میں حفظ سے پڑھنے والے کو غور وفکر اور اطمینان قلب زیادہ حاصل ہو تو حفظ سے پڑھنا ہی افضل ہے اور اگر دونوں صورتوں میں غور وفکر اور دل جمعی برابر رہتی ہو تو قرآن دیکھ کر پڑھنا افضل ہے۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں اس بارے میں حق بیچ کی راہ ہے، جس صورت میں خشوع وخضوع، تدبر اور اخلاص زیادہ پیدا ہو وہی افضل ہے ورنہ دیکھ کر پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ دیکھ کر پڑھنے میں غور وفکر کے مواقع نسبتاً زیادہ حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قرآن کریم کو دیکھ کر تلاوت کیا اللہ تعالیٰ اس کی بینائی کو فائدہ پہنچائے گا۔

(بحوالہ کنز العمال)

قرآن پڑھنے اور نہ پڑھنے کی مثال

حضور ﷺ نے قرآن پڑھنے اور نہ پڑھنے کو ایک مثال کے ذریعے سمجھایا ہے جس کے بارے میں حدیث مبارک یہ ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اس سنگترے کی مانند ہے، جس کا مزہ بھی عمدہ اور خوشبو بھی اچھی اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اس کھجور کی طرح ہے جس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن خوشبو کچھ نہیں اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اس ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہے لیکن مزا تلخ ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اس ایلوا کی طرح ہے جس کا مزا بھی کڑوا ہے اور خوشبو بھی نہیں رکھتا۔ (ابن ماجہ، بخاری)

ف...... ''سنگترہ'' ایک بہت عمدہ قسم کا میوہ ہے، اس حدیث میں تلاوت کرنے والے مومن کو ''سنگترہ'' کی طرح بتایا گیا ہے۔ علامہ عینیؒ اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ تمام ممالک کے پھلوں میں سے سب سے بہتر اور عمدہ پھل ہے اس کے بہت سے اسباب ہیں یہ پسندیدہ اوصاف کا جامع ہوتا ہے اس کی بہت سی خصوصیات ہیں مثلاً یہ بڑا اور خوبصورت ہوتا ہے مزہ پاکیزہ، چھونے میں نرم و ملائم، رنگ باعثِ کشش دیکھنے والے خوش ہو جائیں، کھانے سے طبیعت اس کی خواہش مند ہوتی ہے کھانے والے کو کھانے کی لذت سے محظوظ کرنے کے ساتھ ساتھ عمدہ خوشبو، معدہ کی نرمی اور ہضم کی قوت فراہم کرتا ہے بیک وقت یہ میوہ چار حواس دیکھنے، چکھنے، سونگھنے اور چھونے کے فائدے دیتا ہے اس کے علاوہ اس کی تاثیری خصوصیات اور فوائد طب کی کتابوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

حدیث میں قرآن کی تلاوت کرنے والے کو جو حصہ ملتا ہے اس کو یوں محسوس چیز کے ساتھ مثال دے کر سمجھایا گیا ہے جس سے قرآن کی تلاوت کرنے والے اور نہ کرنے والے کے درمیان جو فرق ہے وہ خوب اچھی طرح ذہن نشین ہو سکتا ہے، ورنہ

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی شیرینی، لطافت اور پاکیزگی کو ''سنگترہ'' اور کھجور کی شیرینی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے قرآن پڑھنے سے جو حصہ ملتا ہے اس کے مقابلہ میں ''سنگترہ'' کیا اس سے بھی عمدہ کوئی میوہ دنیا کے کسی گوشے میں پایا جاتا ہو اس کو بھی قرآن لطف ولذت سے کیا تقابل۔

یہی مثال ایک اور مثال میں یوں بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، قرآن سیکھو اور اسے پڑھو اور راتوں کو اس کے ذریعہ جاگتے رہو، کیونکہ قرآن کی مثال اور اس شخص کی مثال جو قرآن حاصل کر کے اس کے ساتھ قیام کرے اس مشک کی طرح ہے جس میں مشک بھری ہو جس کی خوشبو ہر جگہ پھیلتی ہو اور اس شخص کی مثال جو قرآن کی تعلیم حاصل کرتا ہو لیکن رات بھر سوتا رہتا ہو اس مشک کی طرح ہے جس میں مشک بھر کر اس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

''مشک سے بھری ہوئی تھیلی'' کی مثال بایں طور دی گئی ہیں کہ قرآن سیکھنے اور پڑھنے والے کا سینہ ایک تھیلی کے مانند ہے جس میں قرآن کریم مشک کی مانند ہے، لہٰذا جب وہ قرآن پڑھتا ہے تو اس کی برکت اس کے گھر میں پھیلتی اور اس کے سننے والوں کو پہنچتی ہے۔ حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن سیکھا مگر نہ تو اس نے پڑھا اور نہ اس پر عمل کیا تو قرآن کریم کی برکت نہ اسے پہنچتی ہے نہ دوسروں کو، اس لئے وہ مشک کی اس تھیلی کی مانند ہوا کہ جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو اور جس کی وجہ سے نہ تو مشک کی خوشبو پھیلتی ہے اور نہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔

جس نے قرآن مجید حفظ کیا اس نے علم نبوت کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن کریم پڑھ لیا (یعنی حفظ کر لیا) تو

اس نے (علوم) نبوت کو اپنی دونوں پسلیوں کے درمیان (دل میں) لے لیا۔ مگر اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی۔ حافظ قرآن کے لئے زیبا نہیں کہ وہ سختی کرنے والوں کے ساتھ سختی کرے اور جاہلوں کے ساتھ جہالت والا برتاؤ کرے جبکہ اس کے پیٹ (دل) میں اللہ تعالیٰ کا کلام (محفوظ) ہے۔ (رواہ الحاکم والبیہقی)

تشریح...... اس حدیث مبارک میں حافظ قران کے بلند مقام سے روشناس کرایا گیا ہے کہ اس نے اپنے سینے میں علوم نبوت کو سمولیا ہے مگر اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، نبوت و رسالت آپ ﷺ پر ختم کردی گئی:

”ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيء عليما“

اور حدیث بالا میں حافظ قرآن کا شرف واضح فرمانے کے بعد حافظ قرآن کو تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ غصہ کرنے والوں اور جاہلوں کے ساتھ ٹکراؤ میں ان جیسی حرکتیں نہ کرنے لگے کہ گالی گلوچ اور غصہ کرنے لگے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام اپنے سینے میں ہونے کا خیال رکھے اور صفاتِ کریمہ و اخلاق فاضلہ کا مظہر بنے۔ والله ولي التوفيق.

فائدہ...... حاکم کی روایت میں ”لا ينبغي لصاحب القرآن أن يجد مع من وجد“ کے الفاظ ہیں جس کے معنی سختی کے آتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ صاحب قرآن کو یہ زیبا نہیں کہ غصہ کرنے والوں کے ساتھ غصہ کرے۔

قرآن پر عمل کی وصیت

قرآن مجید میں زندگی گزارنے کے تمام ضابطے اور اصول ہیں اگر ان کے مطابق زندگی گزاری جائے گی تو آخرت میں نجات اور فلاح حاصل ہوگی اگر قرآن کے احکامات کے مطابق کوئی زندگی بسر نہ کرے گا تو اسے آخرت میں سزا ملے گی اس لئے حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کو قرآن پر عمل کرنے کی وصیت

فرمائی۔

حضرت طلحہ بن مصرفؒ نے حضرت عبداللہ بن اوفیؓ سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے وصیت فرمائی تھی؟ انہوں نے جواب دیا نہیں انہوں نے پوچھا کہ پھر جو لوگوں کو وصیت کا حکم دیا گیا ہے یہ کس طرح فرض ہوا جب کہ آپ نے وصیت ہی نہیں فرمائی انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔

(بحوالہ بخاری)

قرآن ہمیں علم عطا کرتا ہے اور علم کے مطابق عمل کرنا سکھاتا ہے قرآن نے ہمیں اللہ کی عبادت کے طریقے بتائے ہیں طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، معاملات زندگی حلال وحرام کے اصول بتائے ہیں اخلاق عدل اور طرز معاشرت سکھایا غرضیکہ قرآن میں زندگی کے ہر پہلو پر عمل کرنے کا پیغام موجود ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو قرآن کے احکامات پر عمل کرنا چاہیے جو لوگ قرآن پڑھ کر اس پر عمل نہیں کریں گے تو وہ دین سے نکل جائیں گے اس کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ایک ایسی قوم نکلے گی کہ اپنی نمازوں کو تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں اور اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلے میں حقیر جانو گے، وہ قرآن کریم پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے وہ پیکان میں دیکھے تو کچھ نظر نہ آئے، لکڑی کو دیکھے تو کچھ نظر نہ آئے البتہ سوفار کو دیکھ کر شک گزرتا ہو۔

(بحوالہ بخاری جلد سوم کتاب التفسیر)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن پر عمل کرو اس کی حلال کردہ اشیاء کو حلال سمجھو اور اس کی حرام کردہ اشیاء کو حرام جانو اور جو چیز تم پر متشابہ ہو جائے (یعنی اس کے حلال اور حرام ہونے کا شک ہو) تو اسے اللہ کی طرف اور میرے بعد آنے والے اولی الامر کی طرف لے جاؤ، (تا کہ فیصلہ کریں) اور تمہیں

حقیقت بیان کریں اورتورات،انجیل ،زبور اورصحائف ومعجزات انبیاء پر ایمان لاؤ البتہ(جہاں تک تمہاری ہدایت کا تعلق ہے)تمہارے لئے قرآن اوراس کا بیان کافی اوروسیع ہے(تورات،انجیل کی ضرورت نہیں)بے شک قرآن شفاعت کرنے والا،شفاعت قبول کیا ہوا،اوراپنے پڑھنے والے کی خلاصی کے لئے کوشش کرنے والا،اورتصدیق کیا ہوا ثابت ہوگا،یادرکھو قیامت کے دن ہر آیت کا نور ہوگا اور مجھے ذکراول کے طور پر سورۃ البقرہ عطا کی گئی ہے،نیز طٰہٰ،اور طٰسٓ سے شروع ہونے والی اور حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی الواح (تختیوں) سے عطا کی گئیں اور عرش کے نیچے(خزانہ خاص)سے مجھے فاتحۃ الکتاب عطا کی گئی۔ (بحوالہ مستدرک للحاکم)

قیامت کے روز عظمتِ قرآن

قرآن کریم کی عظمت کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی حسب ذیل ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جو قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی قرآنِ کریم جو اپنی وجہ سے بندوں سے حجت کرے گا اور قرآن کی ظاہری وباطنی حیثیات ہیں،دوسری امانت،تیسری صلہ رحمی،امانت ندا کرے گی جس نے مجھے ملایا(پہنچایا)تو اللہ تعالیٰ اس کو ملائے اور جس نے مجھے قطع کیا،(امانت نہ دی) اللہ اس کو قطع کردے۔

(مشکوٰۃ فضائل قرآن)

ف......اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے قیامت کے روز قرآن امانت اور صلہ رحمی زیر عرش ہوں گی یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کا قرب خاص حاصل ہوگا ان کا اہتمام اوران کی پابندی کرنے والوں کو اجر مرحمت فرمائے گا،اوران سے بے اعتنائی اور روگردانی کرنے والوں کو اپنی رحمت سے حصہ نہ دے گا۔

قرآن اس وقت حسین وجمیل شکل میں آتا ہے

بزار کی روایت ہے کہ قرآن کا پڑھنے والا جب انتقال کرجاتا ہے اوراس کے

اہل تجہیز وتکفین میں مصروف ہوتے ہیں، قرآن اس وقت حسین وجمیل شکل میں آتا ہے اوراس قرآن پڑھنے والے کے سر کے پاس اس وقت تک کھڑا رہتا ہے جب تک وہ کفن میں لپیٹ نہ دیا جائے پھر جب وہ کفن میں لپیٹ دیا جاتا ہے، قرآن کفن کے قریب اس کے سینے پر ہوتا ہے پھر جب وہ اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور مٹی ڈال دی جاتی ہے اوراس سے اس کے خویش واقارب رخصت ہوجاتے ہیں تواس کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اوراس کوقبر میں بٹھاتے ہیں اتنے میں قرآن آتا ہے اوراس میت اوران فرشتوں کے درمیان (حائل) ہوجاتا ہے۔

وہ دونوں فرشتے قرآن سے کہتے ہیں ہٹو تاکہ ہم اس سے سوال کریں تو قرآن کہتا ہے کعبہ کے رب کی قسم یہ نہیں ہوسکتا، بلاشبہ یہ میرا ساتھی اور دوست ہے اوراس کی حمایت وحفاظت سے کسی حال میں باز نہیں آسکتا۔ (اس کی پوری حمایت کرتا رہوں گا) اگر تم کوکسی چیز کاحکم دیا گیا ہے توتم اس حکم کی تعمیل کے لئے جاؤ اور میری جگہ چھوڑ دو ،کیونکہ میں جب تک اسے جنت میں داخل نہ کرلوں گا اس سے رخصت نہیں ہوسکتا اس کے بعد قرآن اپنے ساتھی کی طرف دیکھے گا اور کہے گا میں قرآن ہوں جسے تم آواز یا بلا آواز پڑھتے تھے۔ (بحوالہ مسند بزار)

ف......قرآن کا ظاہر بھی ہے جسے اکثر لوگ سمجھ لیتے ہیں اور باطن بھی ہے یعنی دقیق اشارے اور مفاہیم ہیں جن تک رسائی صرف اللہ کے بندوں کوحاصل ہوتی ہے، اس لئے جولوگ قرآن سے شغف رکھتے ہیں اوراس کی تلاوت اور مطالعہ سے دلچسپی رکھتے ہیں اوراس کے مطابق عمل کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے قرآن نجات اور بخشش کاذریعہ بنے گا اس سے قرآن پاک کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

حفاظِ قرآن اللہ تعالیٰ کے ولی اوراس کے خاص بندے ہیں

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ

کون ہیں وہ حضرات؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اہل قرآن ہی اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے خاص بندے ہیں۔ (مسند احمد و ابن ماجہ)

تشریح...... اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے رسول پاک ﷺ نے حفاظِ قرآن کی فضیلت اور ان کا شرف و منزلت بیان فرمانے کے لئے صحابہ کو ایک خاص انداز میں متوجہ فرمایا پھر صحابہؓ کے سوال کرنے پر حفاظ قرآن کی خاص فضیلت بیان فرمائی کہ یہی حضرات اللہ والے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ قرآن کریم میں اولیاء اللہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

''الاان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون. الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لا تبدیل لکلمت اللہ ذلک ھو الفوز العظیم'' (سورۃ یونس: ۶۲-۶۴)

ترجمہ...... ''یاد رکھو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے، جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ تعالیٰ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔''

فائدہ...... علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ جامع صغیر کی شرح فیض القدیر میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اہل قرآن وہ حضرات ہیں جو قرآن پاک کی تلاوت میں پابندی کرتے ہیں، قرآن کے معانی میں غور و فکر کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

قرآن شفاعت کرے گا

قرآن پاک کو پڑھنا اور پھر اس پر عمل کرنا یوم آخرت میں نجات کا سبب بنے گا لہٰذا قرآن ہمارے لئے باعث شفاعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن کریم بندے کی شفاعت کریں گے روزہ کہے گا خداوند میں نے اس کو دن میں

کھانے اور خواہشات کی تکمیل سے روکے رکھا تھا لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت کو قبول فرما، قرآن کریم کہے گا میں نے اس کو رات میں سونے سے روکے رکھا اس کے حق میں میری شفاعت کو قبول فرما اور ان دونوں کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا۔

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف، بحوالہ بیہقی)

بعض اہل شرح نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ روزہ جب بارگاہِ رب العزت میں پیش ہوتا ہے تو اس عمل میں روزہ کی یہ سفارش ہوتی ہے کہ اے اللہ! اس بندہ نے تیری خاطر اپنے جسم کو کھانے پینے سے روکے رکھا اور دن بھر بھوکا پیاسا رہا اور اپنی نفسانی خواہشات کو تیرے حکم کا پابند کئے رکھا چنانچہ اس بھوک کو برداشت کرنے اور اپنے آپ کو دوسری خواہشات سے روکے رکھنے کی بناء پر اس کے حق میں میری شفاعت قبول کر اور اسے نجات دے۔

اسی طرح جو قرآن پڑھا جاتا ہے وہ قرآن بھی اللہ کے حضور پیش ہو کر کہے گا کہ اس بندے نے دن بھر روزہ کے ساتھ تھکا ماندہ ہونے کے باوجود رات کو اس نے میری تلاوت کی یا سنی اس لئے وہ قرآن سفارش کرے گا کہ میرے پڑھے جانے کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ قیامت کے روز مسلمانوں کے حق میں رسول اللہ ﷺ شفاعت کریں گے تاکہ آپ کی امت کے زیادہ سے زیادہ لوگ بخش دیئے جائیں اسی طرح خصوصیت کے ساتھ یہ دونوں نیکیاں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اس روز مومنین کے حق میں شفیع ثابت ہوں گی بشرطیکہ جنہوں نے روزہ اور قرآن کو خلوص نیت سے اپنایا ہوگا۔

ایک اور حدیث میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ قرآن شفاعت کرنے والا ہے اسی کی شفاعت قبول ہوگی اور مخالفت بھی کرنے والا ہے اس کی مخالفت بھی سنی جائے گی جو شخص اسے اپنا پیشوا بنائے گا اس کو وہ جنت میں لے جائے گا اور جو

اسے پس پشت ڈالے اس کو وہ جہنم میں پہنچائے گا۔ (بحوالہ ابن حبان)

ف......اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز جب کہ بارگاہِ رب العزت کے حضور ہر انسان کا اعمال نامہ پیش ہوگا تو اس وقت قرآن اپنے پڑھنے والے کے لئے اللہ کے حضور نجات کے لئے شفاعت کرے گا۔

قرآن کی کما حقہ جس نے قدر کی، اس کی تلاوت کی، اس کے آداب ملحوظ رکھے، عمل کے میدان میں اس نے اس کو اپنا راہبر بنایا اور اس کی تعلیمات واحکام پر پورے طور پر عمل پیرا ہوا ایسے شخص کی قرآن شفاعت کرے گا نہ صرف یہ کہ شفاعت کرے گا بلکہ ایسی مؤثر شفاعت کرے گا کہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جس نے قرآن سے بے اعتنائی برتی اسے پس پشت ڈال دیا، اس سے کوئی تعلق نہ رکھا نہ اس کی تلاوت سے دلچسپی رکھی نہ اس کی تعلیمات واحکام پر عمل کیا ایسے شخص کو قرآن چھوڑے گا نہیں اسے جہنم رسید کرے گا، جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے قرآن بندہ کے حق میں حجت کرے گا یا اس کے خلاف حجت ہوگا۔

قرآن باعثِ عروج ہے

قرآن ہدایت کی کتاب ہے اس لئے اسے پڑھ کر اس پر عمل کرنا باعثِ عروج ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کتابِ ہدایت قرآن کریم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بعض قوموں کو عروج عطا فرماتا ہے اور بعض اقوام (عدم تعمیل) کی وجہ سے زوال پذیر ہوتی ہیں۔ (بحوالہ مسلم شریف)

ف......شیخ محقق دہلویؒ نے لکھا ہے کہ جو لوگ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر عمل کرتے اور اس کی تلاوت کرتے اور اس کے بارے میں خلوص رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بلند فرماتا ہے اور جو ایسا نہیں کرتے انہیں نیچا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اس سے زیادہ کو بھٹکا دیتا ہے اور اس کے ذریعہ زیادہ کو راستہ دکھا دیتا ہے۔

اور فرمایا ہم قرآن سے وہ نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور ظالمین کے خسارہ میں اضافہ ہی کرتا ہے۔

علامہ طیبیؒ نے اس حدیث کے تحت تحریر فرمایا ہے جو اسے پڑھتا اور نجات کے مقصد سے اس کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے اور جو دکھاوے کے لئے بغیر عمل کئے اس کو پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتا ہے۔

علامہ بغویؒ نے ''معالم'' میں ذکر کیا ہے کہ نافع بن حارث نے حضرت عمر بن خطابؓ سے عسفان میں ملاقات کی یہ وہ ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے اہل مکہ کا عامل بنایا تھا ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا اہل وادی یعنی اہل مکہ پر اپنا نائب کس کو بنایا انہوں نے کہا میں نے ابن ابزیٰؓ کو ان کے اوپر نائب بنایا ہے حضرت عمرؓ نے کہا ابن ابزی کون ہیں حضرت نافع بن حارثؓ نے کہا وہ ہم میں سے ایک غلام ہیں حضرت عمرؓ نے پوچھا تم نے ان کے اوپر ایک غلام کو نائب بنایا ہے، حضرت نافعؓ نے کہا امیر المومنین! ابن ابزی قرآن اور فرائض کا علم رکھتے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس وقت حضرت عمرؓ نے (حضرت نافع کی تائید کرتے ہوئے) فرمایا: سنو! تمہارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو بلند فرماتا ہے، اور بہت سے لوگوں کو پستی میں گرا دیتا ہے۔

حافظ قرآن پر رشک

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رشک صرف دو باتوں اور خصلتوں میں ہے، ایک اس شخص کی خصلت وحالت جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی نعمت عطا فرما رکھی ہو اور وہ رات دن اس میں لگا رہتا ہے، دوسرے اس شخص کی خصلت وحالت جس کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے خوب نواز رکھا ہو اور وہ رات دن (اللہ تعالیٰ کی مرضیات) میں خرچ کرتا رہتا ہے۔

(متفق علیہ)

تشریح...... حدیث بالا میں حسد سے مراد غبطہ ہے، غبطہ کے معنی رشک کرنے کے ہیں، علماء کرام نے حسد اور غبطہ میں بنیادی فرق بیان کیا ہے کہ حسد یہ ہے کہ ایک شخص کسی مسلمان بھائی پر نعمت دیکھ کر یہ آرزو کرے کہ یہ نعمت اس سے چھین لی جائے اور مجھے مل جائے، یہ شرعاً مذموم وحرام ہے اور غبطہ یہ ہے کہ ایک شخص یہ تمنا کرے کہ اس کے مسلمان بھائی کے پاس جو نعمت ہے اس کے پاس باقی رہتے ہوئے مجھے بھی ویسی مل جائے تو یہ تمنا کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی غیر شرعی بات نہ ہو اور ایسی چیزوں میں رشک کرنا جو کارِ خیر ہوں قابل ستائش ہے اور باعث اجر وثواب ہے اور حدیث بالا میں جو دو خصلتیں بیان کی گئی ہیں ان کے بارے میں رشک کرنا تو نہایت ہی قابل ستائش ہے:

"لاغبطة اعظم و افضل من الغبطة في هاتين الخصلتين"

ترجمہ...... "یعنی کوئی ایسا رشک نہیں جو ان دو باتوں سے زیادہ عظیم وافضل واعلیٰ ہو، پس یہی دو باتیں سب سے زیادہ قابل رشک ہیں۔"

فائدہ...... حدیث بالا میں قیام بالقرآن سے مراد قرآن پاک میں لگے رہنا ہے، یعنی اس کی خدمت میں مشغول رہنا، چاہے وہ کسی بھی نوعیت کی ہو، چنانچہ اس میں نماز وغیرہ نماز میں تلاوت، اس کا سیکھنا وسکھانا، سمجھنا وسمجھانا، اس کے احکام پر عمل کرنا اور اس کے مقتضیٰ پر فتویٰ وفیصلہ دینا سب داخل ہیں۔

اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ

حضرت ابوذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔

ف...... متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھ کر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا، امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ

میں نے حق تعالیٰ شانہ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے ارشاد ہوا کہ احمد میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے، دونوں طرح موجب تقرب ہے۔

اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوت کلام پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہونے کی تشریح حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبہ احسان حق سبحانہ وتقدس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اول تصور جس کو عرف شرع میں تفکر وتدبر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ کے یہاں مراقبہ سے۔ دوسرا ذکر لسانی اور تیسرا تلاوت کلام پاک۔ سب سے اول طریقہ بھی چونکہ ذکر قلبی ہے اس لئے دراصل طریقے دو ہی ہیں اول ذکر عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی دوسرے تلاوت سو جس لفظ کا اطلاق حق سبحانہ وتقدس پر ہوگا اور اس کو بار بار دہرایا جائے گا جو ذکر کا حاصل اور توجہ اور التفات کا سبب ہوگا اور گویا وہ ذات مستحضر ہوگی اور استحضار کے دوام کا نام معیت ہے جس کو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے "لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا" (حق سبحانہ وتقدس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تقریب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس کو محبوب بنالیتا ہوں حتیٰ کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے) یعنی جب کہ بندہ کثرت عبادت سے حق تعالیٰ شانہ کا مقرب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب مرضی آقا کے تابع ہو جاتے ہیں اور نفل عبادات کی کثرت اس لئے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعین ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اس کے لئے ضرورت ہے دوام استحضار کی۔ لیکن تقرب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کے لئے ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ کسی دوسرے کے نام کی تسبیح پڑھ کر اس سے

تقرب حاصل کرے تو یہ ممکن نہیں۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہے "من تقرب الی شبرا تقربت الیه ذراعا" (جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اس کی طرف ایک باع آتا ہوں، یعنی دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے بقدر، اور جو شخص میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں) یہ سب تشبیہات سمجھانے کے لئے ہیں ورنہ حق سبحانہ وتقدس چلنا پھرنا وغیرہ سب سے مبرا ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہ وتقدس اپنے یاد کرنے اور ڈھونڈنے والوں کی طرف ان کی طلب اور سعی سے زیادہ توجہ اور نزول فرماتے ہیں۔ اور کیوں نہ فرمائیں کہ کریم کے کرم کا مقتضی یہی ہے۔ پس جب کہ یاد کرنے والوں کی طرف یاد کرنے میں دوام ہوتا ہے تو پاک آقا کی طرف سے توجہ اور نزول میں دوام ہوتا ہے۔ کلام الٰہی چونکہ سراسر ذکر ہے اور اس کی کوئی آیت ذکر وتوجہ الی اللہ سے خالی نہیں اس لئے یہی بات اس میں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر اس میں ایک خصوصیت زیادہ ہے جو زیادتی تقرب کا سبب ہے وہ یہ کہ ہر کلام متکلم کی صفات واثرات اپنے اندر لئے ہوئے ہوا کرتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ فساق وفجار کے اشعار کا ورد رکھنے سے اس کے اثرات پائے جاتے ہیں اور اتقیاء کے اشعار سے ان کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے منطق فلسفہ میں غلو سے نخوت، تکبر پیدا ہوتا ہے اور حدیث کی کثرتِ مزاولت سے تواضع پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی اور انگریزی نفس زبان ہونے میں دونوں برابر ہیں لیکن مصنفین جن کی کتب پڑھائی جاتی ہیں، ان کے اختلاف اثرات سے ثمرات میں بھی اختلاف ہوتا ہے بالجملہ چونکہ کلام میں ہمیشہ متکلم کے تاثرات پائے جاتے ہیں اس لئے کلام الٰہی کے تکرار ورد سے اس کے متکلم کے اثرات کا پیدا ہونا اور ان سے طبعاً مناسبت پیدا ہو جانا یقینی ہے، نیز ہر مصنف کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص اس کی تالیف کا اہتمام کیا کرتا ہے تو فطرۃً اس کی طرف التفات اور توجہ ہوا کرتی ہے اس لئے حق تعالیٰ شانہ کے کلام کا ورد رکھنے والے کی طرف حق سبحانہ وتقدس کی زیادتی توجہ بھی بدیہی اور یقینی ہے جو زیادتی قرب کا سبب ہوتی

ہے۔آقائے کریم اپنے کرم سے مجھے بھی اس لطف سے نوازیں اور تمہیں بھی۔

(بحوالہ از فضائل اعمال)

قرآن شریف والے اللہ کے اہل اور خواص ہیں

حضرت انسؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے لئے لوگوں میں بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

ف......قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہوں۔ اس کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہوں،ان کا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے اور جب یہ ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں تو الطاف باری بھی ہر وقت ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہی ہیں۔کس قدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت و مشقت سے اللہ والے بنتے ہیں،اللہ کے اہل شمار کئے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔دنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لئے،ممبروں میں صرف شمولیت کے لئے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے،ووٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ذلتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس سب کو کام سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن شریف کی محنت کو بے کار سمجھا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو کلام الٰہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔

ف......پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں۔پڑھنے والوں میں انبیاءؑ چونکہ آداب تلاوت کو بکمالہ ادا کرتے ہیں اس لئے ان کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے پھر جب کہ حسن آواز اس کے ساتھ مل جائے تو سونے پر سہاگہ ہے،جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاءؑ کے بعد الافضل فالافضل حسب

حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ (بحوالہ از فضائل اعمال)

مشغولیتِ قرآن کی فضیلت

قرآن میں مشغولیت سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت قرآن پاک کے ساتھ مشغول رہنے والے کا زیادہ تر وقت اطاعت الٰہی میں گزرے گا تو اس طرح مشغول رہنے والا صاحب فضیلت ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص کو قرآن پاک میرے ذکر اور دعا سے روک رکھے اسے میں مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں اور اللہ کا کلام دوسرے کلاموں سے اس طرح افضل ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔ (ترمذی شریف جلد دوم فضائل قرآن)

ایک اور روایت میں ہے کہ قرآن پڑھنے والا بہترین شکر کرنے والا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جسے قرآن کی قرأت (میں مشغولیت) نے مجھ سے دعا اور سوال کرنے سے روکا، اسے میں شکر کرنے والوں سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

شیخ عارف ابو عبداللہ بن خفیف قدس سرہ سے منقول ہے، قرآن میں مشغول ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے تقاضوں کا اہتمام کیا جائے اس کے فرائض پر عمل کیا جائے اور اس کے محارم اور منہیات سے بچا جائے کیونکہ آدمی جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے تو وہ اس کو یاد کرتا ہے گو اس کے نماز وروزے کم ہی کیوں نہ ہوں اور جب وہ اس کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کی طرف توجہ نہیں فرماتا ہے، گو اس کی نماز وروزے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مذکورہ حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ جس شخص کو میرا ذکر مجھ سے سوال کرنے کا موقع نہیں دیتا میں اس کو سوال کرنے والے سے زیادہ عطا کرتا ہوں اس طرح ذکر دعا سے افضل ہوا۔

قرآن پڑھنے والے کو قیامت کے روز عزت کا تاج پہنایا جائے گا

قیامت کے روز قرآن پڑھنے پڑھانے اور دوسروں میں اس کا پرچار کرنے والے کی خصوصی عزت کی جائے گی اس کا ذکر درج ذیل حدیث میں یوں کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن صاحبِ قرآن آئے گا تو قرآن کہے گا اے رب! اسے جوڑا پہنا چنانچہ اسے عزت کا تاج پہنایا جائے گا پھر عرض کرے گا، اے رب! اسے مزید پہنا پھر اسے عزت کا جوڑا پہنایا جائے گا، پھر قرآن عرض کرے گا ”اے رب“! اس سے راضی ہوجا“ پس وہ اس سے راضی ہوگا اور اس سے کہا جائے گا پڑھتا جا اور ترقی کی منازل طے کرتا جا ہر آیت کے بدلے اس کی نیکی بڑھائی جائے گی۔ (ترمذی شریف جلد دوم فضائل قرآن)

ف...... اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ روزِ قیامت صاحبِ قرآن یعنی قرآن کا اہتمام کرنے والوں، اس کی تلاوت اس کا مطالعہ اور اس کے معانی سمجھنے والوں کو یہ اعزاز حاصل ہوگا کہ قرآن کی سفارش سے ان کو عزت و شرف کے تاج اور اعزاز کے لباس سے آراستہ کیا جائے گا اور انہیں حکم دیا جائے گا کہ جنت کے بلند درجوں میں چڑھتے چلے جائیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ قرآن کی آیات کا عدد جنت کے درجوں کے برابر ہے قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا تم درجوں میں اس کے بقدر چڑھو جتنی تم دنیا میں قرآن کی آیتیں تلاوت کرتے تھے چنانچہ جو شخص پورا قرآن پڑھ لے گا وہ آخرت میں جنت کے آخری درجہ پر قابض ہوگا اور جو قرآن کا ایک حصہ پڑھے گا تو آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے درجوں میں اس کی ترقی ہوگی جس کا حاصل یہ ہوا کہ جہاں پڑھنے کی انتہا ہوگی وہیں ثواب و جزا کی انتہا ہوگی۔ (جس درجہ پر اس کی تلاوت ختم ہوگی اس درجہ پر وہ فائز ہوگا۔)

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں بعض نے یہ کہا ہے کہ صاحبِ قرآن کی پیہم اور مسلسل ترقی ہوتی رہے گی جس طرح تلاوت ختم ہوتے وقت تلاوت یہ چاہتی ہے کہ اسے پھر اس طرح شروع کیا جائے کہ سلسلہ ٹوٹے نہیں اسی طرح تلاوت ہوگی اور نہ ختم ہونے

والے درجوں میں ترقی ہوگی یہ تلاوت اہل قرآن کے لئے اس طرح ہوگی جیسے فرشتوں کے لئے تسبیح یا تلاوت لطف اندوزی میں دخل انداز نہ ہوگی بلکہ اس میں سب سے زیادہ لذت محسوس ہوگی۔

* ایک حدیث میں ہے کہ صاحبِ قرآن رات دن کے اوقات میں اس کی تلاوت کا التزام کرے گا تو قرآن اسے یاد رہے گا اور اگر التزام نہ کرے گا تو بھول جائے گا، بخاری نے روایت کی ہے جو قرآن یاد کرنا چاہتا ہے پھر اسے حفظ کرنے سے پہلے ہی وفات پا جاتا ہے اس کے پاس قبر میں ایک فرشتہ آتا ہے وہ اسے قرآن سکھاتا ہے اور وہ اللہ سے اس حال میں ملتا ہے کہ قرآن اسے یاد ہو چکا ہوتا ہے، طبرانی اور بیہقی کی روایت میں ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس سے نکل جانا چاہتا ہے مگر یہ اسے چھوڑتا نہیں یعنی جو قرآن یاد رکھنا چاہتا ہے مگر بھول جاتا ہے پھر یہ شخص کوشش کرتا ہے کہ بھولنے نہ پائے اس کے لئے دو اجر ہیں اور جو اس کا بہت شوق رکھتا ہے اور وہ اس پر قابو نہ پاتا ہو اس پر اس کو قدرت حاصل نہ ہوتی ہو مگر یہ اسے چھوڑتا بھی نہ ہو، اللہ ایسے شخص کو قیامت کے دن شرفاءِ اہل قرآن سے اٹھائے گا، حاکم نے روایت کی ہے جو قرآن پڑھتا ہے گویا وہ اپنے پہلوؤں کے بیچ نبوت رکھ لیتا ہے مگر اس کے پاس وحی نہیں آسکتی، صاحبِ قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ نادانی کرنے والوں کے ساتھ نادانی سے پیش آئے جب کہ اس کے سینے میں اللہ کا کلام ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں حدیث میں جو لفظ منزل آیا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ حفظ و تلاوت میں جو بندہ کا مرتبہ ہوگا اسی لحاظ سے اسے منصب و اعزاز ملے گا کیونکہ دین کی یہ ایک بنیادی بات ہے کہ کتاب اللہ پر عمل کرنے والا اس پر تدبر اور غور و فکر کرنے والا حافظ اس تلاوت کرنے والے سے افضل ہے جو عمل اور تدبر سے عاری ہوتا ہے۔ اس میں کیا شبہ کہ صحابہ کرامؓ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بڑے حافظ اور ان سے زیادہ تلاوت کرنے والے حضرات موجود تھے مگر آپ ان سب سے مطلقاً افضل تھے اس لئے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کی معرفت اس پر تدبر اور اس پر عمل کرنے میں آگے

تھے، اگر ہم اسی صورت کو راجح اور صحیح قرار دیں اور یہی دونوں شکلوں میں بہتر اور کامل تر ہے تو وہ درجے جن کا تلاوت کرنے والا مستحق ہوگا ان سے مراد ان درجوں پر چڑھنے والا ہوگا اس وقت قیامت میں تلاوت کا اندازہ اس کے عمل کے اندازہ سے ہوگا یہ نبی ﷺ کے لئے مکمل اور بھرپور ہے پھر آپ کے بعد آپ کے امتیوں کو ان کے دین اور معرفت ویقین کے مرتبہ کے لحاظ سے یہ حاصل ہوگا اس طرح جو جس قدر اس پر تدبر اور عمل کرے گا اتنا ہی گویا وہ قرآن پڑھ سکے گا۔

قرآن پڑھنے والوں کے والدین کی عزت افزائی

قرآن پڑھنے کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ قیامت کے روز ان کے والدین کی عزت افزائی کے لئے انہیں نہایت روشن تاج پہنایا جائے گا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت معاذ جہنیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن کریم کو پڑھ کر اس پر عمل کیا قیامت کے دن اس کے والد کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک سورج کی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جو دنیا میں تمہارے گھروں کو منور کرتی ہے اب تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے قرآن پر عمل کیا۔

(مشکوۃ فضائل قرآن، بحوالہ ابوداؤد)

قرآن کی تلاوت اور اس کے مطابق عمل کرنے والے کا صدقہ اور فیض یہ ہوگا کہ روز قیامت اس کے والدین کو ایسا روشن چمکتا دمکتا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی گھر کے اندر کے آفتاب کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی جب آفتاب میلوں دوری پر طلوع ہوتا ہے اور اپنی ضیاء بار کرنوں سے مشرق ومغرب کے ذرہ ذرہ کو منور کر دیتا ہے اگر وہی سورج گھر کے اندر اتر آئے تو پھر اس کی روشنی کی طاقت اس کی تابانی اور اس کی ضیاء باری کا عالم کیا ہوگا ایسے آفتاب کی روشنی سے بہتر والدین کے تاج کی روشنی ہوگی جب قرآن پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کے والدین کو یہ اعزاز ملے گا تو پھر خود پڑھنے

اور عمل کرنے والے کے اعزاز کا کیا حال ہو گا اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔

دوسری حدیث ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قرآن پڑھے گا اس کی تعلیم حاصل کرے گا اور اس کے مطابق عمل کرے گا اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک نور کا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی کی طرح ہوگی اور اس کے والدین کو دو ایسے جوڑے پہنائے جائیں گے جن کی قیمت پوری دنیا نہ ہو سکے گی تو وہ دنوں کہیں گے ہمیں کیوں یہ پہنایا گیا تو کہا جائے گا تمہارے لڑکے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے۔

ف...... کتنے خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کی اولاد قرآن پڑھتی اور اس کے مطابق عمل کرتی ہے جس کی وجہ سے انہیں قیامت کے دن یہ عظیم الشان اعزاز ملے گا۔

طبرانی نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا" جو اپنے لڑکے کو قرآن کی تعلیم دے گا کہ وہ اس میں غور وفکر کرے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا اور جو اپنے لڑکے کو کھلی ہوئی آیتوں کی تعلیم دے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی شکل میں اٹھائے گا اور اس کے لڑکے سے کہا جائے گا پڑھو، چنانچہ جیسے جیسے وہ ایک آیت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے والد کو ہر آیت کے ساتھ ایک درجہ بلند فرمائے گا اور وہاں تک پہنچائے گا جہاں تک قرآن کا حصہ اس کا ساتھ دے گا۔

جن کی اولاد قرآن کی تعلیم حاصل کرتی اور اس کے مطابق عمل کرتی ہے ان کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ وہ تاج آج اگر دنیا میں نمودار ہو جائے تو ہماری آنکھیں اس کی تاب نہ لا سکیں، اور ایسے جوڑے پہنچائے جائیں گے جو قیمت میں پوری دنیا سے بھی بڑھ کر ہوں گے ان کے اگلے پچھلے گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے اور وہ کل قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی شکل میں اٹھائے جائیں گے اور ہر آیت کے ساتھ ان کے درجے بلند ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے

بیٹے کو ناظرہ قرآن کریم پڑھایا اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے اور جس نے اپنے بچے کو قرآن کریم کا حافظ بنایا قیامت کے روز اس کو اللہ تعالیٰ چاند کی سی صورت پر محسور فرمادے گا جس کی چمک چودھویں کے چاند جیسی ہوگی اور اس کے بیٹے کو کہا جائے گا پڑھ پس جب بھی وہ کوئی آیت پڑھے گا اللہ عزوجل اس کے بدلے میں اس کے باپ کا درجہ بلند فرماتا رہے گا، حتیٰ کہ حافظ اس کے آخر تک پہنچ جائے گا جتنا قرآن کا حصہ اس کو یاد ہوگا۔ (بحوالہ طبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے اپنے بچے کو دنیا میں قرآن کی تعلیم دی اس کو قیامت کے دن جنت کا تاج پہنایا جائے گا اس تاج سے اہل جنت اس آدمی کو اپنے بچے کے دنیا میں قرآن کی تعلیم دینے کو پہچانیں گے۔ (بحوالہ طبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم دی اللہ تعالیٰ اس کو روز قیامت ایسا ہار پہنائیں گے جس پر اولون اور آخرون فریفتہ ہوں گے۔

(بحوالہ کنز العمال جلد ۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے قرآن سیکھا اور سکھایا اور اس پر عمل کیا قیامت والے دن اس کو ایسے نور کا تاج پہنایا جائے گا کہ اس کی روشنی چاند کی روشنی کی مانند ہوگی اور اس کے والدین کو ایسی دو پوشاکیں پہنائی جائیں گی جن کی پوری دنیا بھی قیمت نہیں لگا سکتی پس اس کے والدین (ان کو پہننے کے بعد) کہیں گے ہمیں کس چیز کے بدلے میں یہ (انمول لباس) پہنائے گئے ہیں، تو کہا جائے گا تمہاری اولاد کے قرآن پڑھنے کے عوض میں پہنائے گئے ہیں۔ (بحوالہ کنز العمال جلد ۱)

حضرت سہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ایک مرتبہ سبحان اللہ العظیم کہے، اس کے لئے بہشت میں ایک پودا لگا دیا جاتا ہے

اور جو شخص پورا قرآن کریم پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا نورانی تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج سے زیادہ ہوگی جو دنیا میں لوگوں کے گھر روشن کرتا ہے اور (جب والدین کا یہ مقام ہے تو) جو اس پر عمل کرتا ہے خود اس کے متعلق تمہارا گمان کیا ہے۔ (بحوالہ مسند امام احمد)

علم قرآن عزت واحترام کا باعث ہے

قرآن پاک کا عالم اور حافظ ہونا بڑا ہی عظیم وصف ہے جو انسان کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے قرآن کا علم عزت اور احترام کا باعث بنتا ہے، اور انسان کو عظمت کی بلندیوں پر پہنچاتا ہے علماء اور حفاظ صاحبان کو قرآن کی بدولت ہی معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل ہے قرآن کا علم انسانی سوچ میں پرواز پیدا کرتا ہے اور ذہنی فکر کو عروج دیتا ہے کیونکہ جس شخص کے پاس قرآن پاک کا علم ہوگا لامحالہ اس کی سوچ اور فکر دوسروں سے بڑھ جاتی ہے اور وہ اس بات کا اہل ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں کی رہنمائی کرے اس طرح قرآن پاک عالم فاضل حافظ اور استاد کی عزت اور احترام میں اضافہ کرتا ہے اس کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سنو! تمہارے نبی ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس قرآن مجید سے کچھ لوگوں کو عزت دیتا ہے اور کچھ لوگوں کو ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(مسلم شریف فضائل قرآن)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جو قرآن پاک کا قاری ہو اور دین کا علم رکھنے والا ہو تو اسے دوسروں کی نسبت زیادہ عزت حاصل ہوتی ہے خواہ وہ غلام ہی کیوں نہ ہو، قرآن کے باعث عزت ملنے کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ غزوہ احد کے بعد شہداء کو جب دفن کیا گیا تو قبر میں دفن کرتے ہوئے شہداء کو قرآن یاد کرنے کی باعث مقدم رکھا گیا کیوں کہ قرآن کی بدولت حافظ اور قاری کو دوسروں سے بلند مقام حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ شہداء احد میں سے دو دو کو ایک قبر میں جمع کرتے پھر پوچھتے، ان میں سے کسے قرآن زیادہ یاد تھا؟ جب آپ کو کسی ایک کے بارے میں اشارے سے بتایا جاتا تو لحد میں اسے مقدم کرتے۔

(بحوالہ بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ حامل قرآن کی عزت کی جائے کیوں کہ اسے دوسروں کی نسبت قرآن کا علم حاصل ہوتا ہے، اس کے بارے میں حدیث یہ ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اکرام میں یہ بھی شامل ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے اور حامل قرآن کا بھی اکرام کیا جائے جو اس میں غلو کرنے والا نہ ہو اور اس سے دوری اختیار کرنے والا بھی نہ ہو اور انصاف کرنے والے صاحب اقتدار کا اکرام کرنا بھی اسی میں شمار فرمایا۔

(بحوالہ الادب المفرد)

قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے کے لئے جمع ہونے والوں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں

جو اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم اس کے سیکھنے سکھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں ان پر خصوصی تسکین اترتی ہے رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرب فرشتوں میں انکا تذکرہ فرماتے ہیں اور جس کا عمل (بد) اس کو درجہ سعادت سے پیچھے ہٹادے تو عالی نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ (مسلم وابوداؤد)

تشریح...... اس حدیث شریف میں کلام پاک کے سیکھنے اور سکھانے کے لئے جمع ہونے والوں کی متعدد فضیلتیں ذکر فرمائی ہیں جن میں سب سے زیادہ عظیم تر فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب فرشتوں میں ان لوگوں کا ذکرِ خیر فرماتے ہیں، حفاظ قرآن کے لئے یہ نعمت کس قدر باعث عزت وشرف ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے مقرب فرشتوں

میں یاد فرما رہے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ تم مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لے کر فرمایا، تو ابی بن کعبؓ خوشی کے مارے رونے لگے۔

فائدہ...... حدیث بالا میں مساجد کا ذکر بطور لازمی شرط کے نہیں بلکہ محض عرف و عادت کے لحاظ سے ہوا ہے۔ لہٰذا مساجد کے علاوہ مدارس و دیگر قرآنی حلقے جو عمارتوں میں قائم ہیں یہ فضائل انہیں بھی یقیناً حاصل ہوں گے۔ اور جس کا عمل ناقص ہوگا صرف اس کا نسب اس کو اہل عمل حضرات کے مرتبہ تک نہ پہنچا سکے گا لہٰذا لائق و موزوں ہے کہ محض نسبی شرافت اور آبائی فضیلت پر اعتماد کر کے عمل میں ہرگز کوتاہی نہ برتی جائے۔

(امام نوویؒ)

اسی لئے بعض علماء سلف نسب نہ رکھتے تھے بلکہ آزاد کردہ غلام تھے۔ لیکن نیک عمل نے انہیں بلند مقام عطا کیا اور اس کے برعکس بعض اونچے اونچے نسبوں والے لوگ علم وعمل صالح میں نہ لگنے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔

تعلیم قرآن سب سے بہتر دولت ہے

حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں اونٹ دنیا کا مرغوب مال تصور کیا جاتا تھا مگر ایک مرتبہ آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ کی توجہ اس طرف دلائی کہ قرآن پاک پڑھنا دنیا کے مرغوب مال سے بہت بہتر ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور ہم لوگ صفہ پر بیٹھے تھے اس وقت آپ نے فرمایا تم میں سے کون بڑے کوہان والی اونٹنیوں پر جو بغیر رشتہ داری کو توڑے اور بغیر زبردستی کے حاصل کی گئی ہوں ان پر وادی

عقیق یا بطحان روانہ ہونا چاہتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سب ہی اس کی خواہش رکھتے ہیں اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی مسجد جا کر قرآن کی دو آیتوں کی تلاوت کرتا ہے یا دو آیتیں کسی کو سکھاتا ہے تو یہ دو اونٹنیوں کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں اسی طرح زیادہ آیتوں کی تلاوت زیادہ اونٹنیوں کے صدقہ سے بہتر ہے۔

(بحوالہ مسلم شریف)

ف...... ''صفہ'' وہ سایہ دار چبوترہ تھا جو مسجد نبوی کے سامنے بنا ہوا تھا، اور وہ مہاجرین صحابہ جن کا نہ گھر بار تھا اور نہ بیوی بچے اور عبادت وزہد کے انتہائی بلند مقام پر تھے وہ اسی چبوترہ پر رہا کرتے اور ہمہ وقت بارگاہِ نبوت سے اکتسابِ فیض کرتے رہتے تھے، گویا وہ اسلام کی سب سے پہلی اقامتی اور تربیتی درس گاہ تھی جس کے معلمِ اول خود سرکار رسالت مآب ﷺ تھے اور طلباء کی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔

''بطحان'' مدینہ کے قریب ایک نالہ کا نام تھا اسی طرح ''عقیق'' بھی ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ کے مضافات میں تقریباً تین چار میل کے فاصلہ پر ہے، ان دونوں جگہوں پر اس زمانے میں بازار لگا کرتے تھے جس میں اونٹوں کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی اور یہ معلوم ہی ہے کہ اہل عرب کے ہاں اونٹ ایک متاع گرانمایہ کے درجہ کی چیز تھی خصوصاً بڑے کوہان کے اونٹ کی قدر وقیمت کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بڑے بلیغ اسلوب میں صحابہ کرامؓ سے مذکورہ بالا سوال کر کے اس چیز کی طرف رغبت دلائی جو باقی رہنے والی ہے اور اس چیز سے نفرت دلائی جو دنیاوی اعتبار سے کتنی ہی قدر وقیمت کی کیوں نہ ہو، لیکن بالآخر کار فانی اور ختم ہو جانے والی ہے۔

علامہ ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کی شرح میں شیخ ابوالحسن بکریؒ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ مکہ تشریف لے جا رہے تھے جہاز سے اترے تو ان سے ان کے ارادتمندوں نے جدہ میں تھوڑے سے قیام کے لئے درخواست کی یہ لوگ تجارت پیشہ تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ شیخ کے قیام سے ان کی تجارت میں برکت ہو اور یہ مقصد انہوں نے چھپا

رکھا تھا حضرت شیخ نے قیام کرنے سے انکار فرمایا اور ایسا عذر پیش کیا جس سے اصل راز کھل نہ سکے انہوں نے سمجھا نہیں اور اصرار کیا اور اڑ کر درخواست کی تب شیخ نے فرمایا اس سفر میں تمہیں کیا نفع ہوا اور زیادہ سے زیادہ کتنا نفع حاصل ہوتا ہے انہوں نے عرض کیا اس کا مدار حالات اور مال پر ہے اور سب سے زیادہ نفع یہ ہے کہ ایک درہم کا دو درہم ہوجائے اس وقت شیخ مسکرائے اور فرمایا تم اتنے معمولی سے نفع کے لئے اتنی محنت وجانفشانی کر سکتے ہو تو ہم حرم شریف میں نیکیوں کا ہزار گونہ اور لاکھ گونہ اجر کیسے چھوڑ سکتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ہے ایک نیکی حرم مکہ میں ایک لاکھ کے برابر ہے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ لوگوں کو باقی رہنے والی چیزوں کی ترغیب دے رہے ہیں، اور فنا ہونے والی چیزوں سے ان کی توجہ اور رغبت ہٹا رہے ہیں اس مفہوم کو آسانی سے ذہنوں میں اتارنے کے لئے تمثیل کا انداز اختیار کیا گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ پوری دنیا کتاب اللہ کی ایک آیت کے علم یا اس کے ثواب کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس لئے کہ دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز یا خود پوری دنیا فنا ہونے والی ہے لیکن ایک آیت کا علم یا اس کے پڑھنے کا ثواب دائمی ہے وہ فنا ہونے والا نہیں۔

اسی طرح کی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب بھی وہ گھر جائے تو اسے تین موٹی موٹی اونٹنیاں گھر پر بندھی ہوئی ملیں ہم نے عرض کیا کیوں نہیں آپ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں تین آیات پڑھتا ہے تو وہ ان تین اونٹنیوں سے افضل ہے۔

(ابن ماجہ جلد دوم کتاب ذکر ثواب قرآن)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید ایسا غناء (دولت) ہے جس کے بعد کسی قسم کا فقر (بھوک اور افلاس وغیرہ) نہیں اور قرآن مجید کے بغیر کوئی غناء نہیں ہے۔ (بحوالہ طبرانی)

قرآن پاک عظیم چیز ہے

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ عظیم ہے، اس لئے اس کا کلام بھی بڑا عظیم ہے قرآن کی عظمت اس سے ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے اور مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں یعنی قران اور اہل بیت۔ آپ ﷺ کا فرمان حسب ذیل ہے۔

حضرت یزید بن حیانؓ فرماتے ہیں میں حصین بن سیرہ اور عمرو بن مسلم، زید بن ارقمؓ کے پاس گئے جب ان کے پاس بیٹھ چکے تو حصین نے ان سے کہا اے زید! آپ نے بہت بھلائی پائی کیونکہ آپ رسول اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ نے احادیث مبارکہ کا سماع کیا، حضور کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی اے زید! آپ نے خیر کثیر پائی، رسول اکرم ﷺ سے آپ نے جو باتیں سنی ہیں ہمیں بھی بتایئے انہوں نے فرمایا اے بھتیجے! قسم بخدا میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرا دورِ ملاقات بہت پرانا ہے جو کچھ میں نے حضور ﷺ سے یاد کیا تھا، ان میں سے کچھ بھول گیا ہوں پس جو کچھ تم سے بیان کروں انہیں قبول کر لو اور جو نہ بیان کروں ان کے متعلق مجھے زحمت نہ دو پھر فرمایا ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے مکہ و مدینہ کے درمیان خم نامی چشمہ پر خطبہ ارشاد فرمایا آپ نے حمد وثناء کے بعد وعظ و نصیحت فرمائی پھر ارشاد فرمایا خبردار! اے لوگو! میں انسان ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آ جائے اور میں اسے لبیک کہوں، میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ رہا ہوں پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں نور و ہدایت ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو، چنانچہ آپ نے قرآن پاک کے بارے میں زور دار ترغیب دی پھر فرمایا دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں ان کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں، حضرت حصین نے پوچھا اے زید بن ارقم! اہل بیت کون ہیں؟ کیا ازواج مطہرات اہل بیت سے نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا

ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں لیکن یہاں اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے پوچھا وہ کون ہیں فرمایا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر، اور آل عباس، ہیں حصین نے پوچھا ان سب کے لئے صدقہ لینا حرام ہے؟ فرمایا ہاں۔ (بحوالہ مسلم شریف)

قرآن میں مشغول رہنے والے کے لئے حق تعالیٰ کی خصوصی عنایت

ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولیت کی وجہ سے میرا ذکر کرنے اور مجھ سے دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے افضل اور زیادہ عطا کرتا ہوں، اور حق تعالیٰ شانہ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ خود اللہ تعالیٰ شانہ کو تمام مخلوق پر۔ (ترمذی شریف)

تشریح...... اس حدیث پاک میں ان حضرات کے لئے خوشخبری ہے جن کو رات دن قرآن پاک کا مشغلہ رہتا ہے پڑھنے پڑھانے، سمجھنے سمجھانے میں اس درجہ مشغولیت ہے کہ دوسری دعا وغیرہ کا وقت نہیں ملتا، ایسے حضرات کو اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والوں سے زیادہ عطا فرمائیں گے۔

اس کو اس طرح سمجھئے کہ کوئی شخص مٹھائی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اسی کے کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو یقیناً اس کا حصہ پہلے سے ہی علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح جس شخص کو قرآن پاک میں مشغول ہونے کی وجہ سے دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اس کو اللہ تعالیٰ اپنے خزانوں سے جو کہ لامحدود ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں بہت اور بہت عطا فرمائیں گے اور دنیا میں ان عطاؤں کا ظاہر ہونا ضروری نہیں اخروی اجر و ثواب جب حاصل ہوگا اس وقت اس کی حقیقت منکشف ہوگی۔

کلام پاک پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوگا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت رسول پاک ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع (اس کے یہاں تقرب) اس چیز سے زیادہ بڑھ کر کسی چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق تعالیٰ سے نکلی ہے یعنی قرآن۔ (حاکم)

تشریح...... حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ کلام اللہ کی تلاوت باعثِ تقرب الٰہی ہے، لہٰذا جتنی زیادہ اِس کی تلاوت کی جائے اتنا ہی بہتر ہے اور تدبر کے ساتھ معانی سمجھتے ہوئے تلاوت کرنے سے تو بہت ہی زیادہ بارگاہِ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے دل کی اصلاح ہوتی ہے، خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور یہ صفات اللہ تعالیٰ جل شانہ کو محبوب ہیں۔

قرآن سرچشمہ ہدایت ہے

قرآن لوگوں کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ اسے مضبوطی سے تھام لیں اور قرآنی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر صراط مستقیم کی ہدایت پائیں حدیث پاک میں اس کی ترغیب یوں دی گئی ہے۔

حضرت حارث اعورؒ فرماتے ہیں میں مسجد کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ لوگ دنیاوی (باتوں میں) مشغول ہیں پھر میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا امیر المومنین! کیا آپ نہیں دیکھتے لوگ باتوں میں مشغول ہیں آپ نے فرمایا کیا وہ ایسا کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں'' آپ نے فرمایا میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا'' آگاہ رہو! عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے بچاؤ کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا'' اللہ کی کتاب'' اس میں تم سے پہلے اور بعد کی خبریں ہیں، یہ تمہارے درمیان حُکم ہے جو فیصلہ کرتی ہے یہ مذاق نہیں ہے، جس سرکش نے اسے چھوڑا اللہ تعالیٰ اسے تباہ و برباد کرے گا جس نے اس کے سوا

کہیں اور ہدایت تلاش کی اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کرے گا یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے، حکمت سے بھرپور اور صراط مستقیم ہے جسے نہ تو خواہشات ٹیڑھا کرتی ہیں اور نہ ہی اس سے زبانیں خلط ملط ہوتی ہیں، علماء اس سے سیر نہیں ہوتے، بار بار دہرانے سے پرانا نہیں ہوتا اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے، جنہوں نے اسے سنا بلاتوقف کہا ہم نے عجیب وغریب کلام سنا جو ہدایت کی طرف لے جاتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے، جس نے اس کے مطابق بات کی، جس نے اس پر عمل کیا، ثواب پایا، جس نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا، انصاف کیا، جس نے اس کی طرف دعوت دی اسے صراط مستقیم کی ہدایت دی گئی اے اعور! اسے مضبوطی سے تھام لو۔ (ترمذی جلد دوم فضائل قرآن)

ف...... جہاں سے راوی کا گزر ہوا تھا وہاں لوگ مسجد کے اندر قرآن سے شغف اور اس کی تلاوت کے بجائے طرح طرح کے واقعات اور لایعنی باتوں میں مصروف تھے، حضرت علیؓ کو جب اس کی خبر ملی تو آپ لوگوں کے اس افسوس ناک حال سے متاثر ہوئے اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد پیش کیا جس میں حضور ﷺ نے ایک فتنہ ظاہر ہونے کی خبر دی۔ حضرت رزینؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خبر دی کہ عنقریب ایک فتنہ اٹھے گا حضور ﷺ نے دریافت فرمایا اس سے بچنے کی کیا شکل ہوگی حضرت جبرائیلؑ نے کہا اللہ کی کتاب۔

فتنہ کی شرح میں علامہ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ابن ملک نے فرمایا اس سے صحابہ کی مشاجرات یا تاتار کا ظہور یا فتنہ دجال یا دابۃ الارض مراد ہے۔

ان تمام فتنوں سے نجات کی ضمانت اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، قرآن سے شغف اور پوری وابستگی ان سب سے بچائے گی اور مزید حضور ﷺ نے قرآن کا اجمالی اور جامع تعارف بھی کرایا کہ اس میں گزشتہ قوموں کے صحیح واقعات بھی ہیں مستقبل میں ہونے والی باتیں بھی اور حال کے لئے مکمل راہبری بھی اس میں بہت سی لامتناہی خصوصیات اور عجائبات ہیں، انسانوں ہی نے نہیں جنوں نے بھی اس قرآن کو سراپا عجیب کہا۔

اسی مفہوم کی حامل ایک اور حدیث یہ ہے۔

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا اے قرآن کریم کا علم حاصل کرنے والو! سیدھے راستے پر چلو تو تم لوگوں سے بہت زیادہ سبقت لے جاؤ گے اور اگر دائیں یا بائیں جانب جھکے تو بہت زیادہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ (بخاری جلد سوم کتاب الاعتصام)

قرآن پاک پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتے ہیں تو فرشتے غضب کی وجہ سے جھک جاتے ہیں اور جب قرآن کریم پڑھنے والوں کی طرف دیکھتے ہیں تو رضا مندی سے بھر جاتے ہیں۔

(بحوالہ کنز العمال)

قرآن پاک عقل کے لئے نافع ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن جمع کرے، اللہ تعالیٰ اس کے مرنے تک اس کی عقل کو فائدہ پہنچاتا رہے گا۔

(بحوالہ کنز العمال)

اللہ تعالیٰ قاری کی آواز کی طرف کان لگاتے ہیں

حضرت فضالۃ ابن عبیدؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سن رہا ہو۔

ف...... گانے کی آواز کی طرف فطرۃً اور طبعاً توجہ ہوتی ہے مگر شرعی روک کی وجہ سے دیندار لوگ ادھر متوجہ نہیں ہوتے لیکن گانے والی اپنی مملوکہ ہو تو اس کا گانا سننے میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں اس لئے اس طرف کامل توجہ ہوتی ہے۔ البتہ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے۔ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک

حدیث میں ہے ”ایاکم ولحون اھل العشق“ یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کی آواز بنا بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں اس طرح مت پڑھو، مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گناہ گار ہے مگر گانے کے قواعد کی رعایت کیے بغیر خوش آوازی مطلوب ہے۔ حدیث میں متعدد جگہ اس کی ترغیب آئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے کلام اللہ شریف کا حسن دوبالا ہوجاتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جارہے تھے کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا۔ ایک گویا جس کا نام زاذان تھا گا رہا تھا اور سارنگی بجا رہا تھا۔ ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا۔ کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گزرتے ہوئے چلے گئے۔ زاذان نے ان کو بولتے ہوئے دیکھا۔ لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا عبداللہ بن مسعودؓ صحابی ہیں اور یہ ارشاد فرما گئے۔ اس پر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں اور قصہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعودؓ کے پیچھے لگ لئے اور علامہ وقت ہوئے۔ غرض متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو، عشق بازوں اور یہود ونصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو، عنقریب ایک قوم آنے والی ہے، جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لئے نافع نہ ہوگی خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔

طاؤسؒ کہتے ہیں کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اس کو تلاوت

کرتے دیکھے تو محسوس کرے کہ اس پر اللہ کا خوف ہے یعنی اس کی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو۔اس سب کے ساتھ اللہ جل وجلالہ کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت و طاقت کے موافق اس کا مکلف ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ وتقدس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلام پاک پڑھے اور کما حقہ اس کو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اس کو درست کرنے کے بعد اوپر لے جاتا ہے۔ (بحوالہ از فضائل اعمال)

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل

قرآن پاک باقاعدگی کے ساتھ پڑھتے رہنا ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے کیونکہ باقاعدگی سے قرآن پڑھنا فیضان الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے، اس لئے حضور ﷺ نے قرآن کو پڑھتے رہنے کی یوں ترغیب دی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل کیا ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا منزل میں اترنے اور کوچ کرنے والا (یعنی جو شخص قرآن ختم کرے پھر شروع کرے اور اسی طرح کرتا رہے)

(ترمذی جلد دوم فضائل قرآن)

حضور ﷺ نے اس حدیث میں اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ جب کوئی تلاوت کرنے والا قرآن عظیم کی تلاوت کو مکمل کرے تو اسے چاہئے کہ اسے پھر شروع سے تلاوت کرنا شروع کرے اور ساری عمر قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہے اللہ تعالیٰ اس فعل سے بہت راضی ہوگا۔

قرآنِ کریم پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے مومن کی مثال

جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے وہ ترنج کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ اور خوشبو دونوں عمدہ ہیں۔ اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا البتہ اس پر عمل کرتا ہے تو وہ کھجور کی طرح ہے کہ اس کا صرف ذائقہ عمدہ ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہے اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے وہ پھول کی طرح ہے کہ اس کی صرف بو عمدہ اور مزیدار ہے لیکن

ذائقہ تلخ ہے اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا وہ ایلوے کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ اور بو دونوں ہی بڑی کڑوی ہیں۔ (بخاری شریف)

تشریح...... اُتـرُجَّـہ، بڑے لیموں کی طرح سنہری رنگ کا ایک پھل ہے، یہ افضل ترین پھل ہے کیونکہ خوش منظری کی وجہ سے اسکا رنگ ناظرین کو فرحت بخشا ہے اور اس کے کھانے کے بعد علاوہ لذت کے منہ خوشبودار اور ہاضمہ قوی ہو جاتا ہے۔ اور اس کا چھلکا اور اس کا گودہ اور اس کے بیج سب کے متعدد و مختلف فائدے ہیں جو علم طب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ (مجمع البحار ص۱۲ ج۱)

اور ایک خاص اثر ترنج میں یہ بتایا جاتا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جن نہیں جاتا، تو اس اعتبار سے بھی اس کی کلام پاک کے ساتھ ایک خاص مشابہت ہے کیونکہ کلام اللہ پڑھنے سے بھی جن بھاگ جاتا ہے، بعض اطباء نے یہ بھی بتایا ہے کہ ترنج سے حافظہ بھی قوی ہوتا ہے اس اعتبار سے بھی اس کی قرآن پاک سے خاصی مشابہت ہوئی کیونکہ کلام پاک کی تلاوت کرنے سے بھی حافظہ قوی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ تین چیزوں سے حافظہ بڑھتا ہے ایک مسواک، دوسرے روزہ اور تیسرے تلاوت کلام پاک۔ (مأخوذ از فضائل قرآن حضرت شیخ ؒ)

فائدہ...... اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے سمجھانے کے لئے غیر محسوس شئے کو محسوس سے تشبیہ دی ہے تاکہ ذہن میں فرق کلام پاک پڑھنے اور نہ پڑھنے کا آسانی سے آجائے ورنہ ظاہر ہے کہ کلام پاک کی خوشبو اور مہک سے کیا نسبت، ترنج و کھجور کو۔ (فضائل قرآن ص۱۱۴ از حضرت شیخ ؒ)

علامہ طیبیؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے بڑی عجیب بات لکھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول ﷺ نے قرآن پاک پڑھنے والے مومن کی مثال ترنج اور نہ پڑھنے والے مومن کی مثال کھجور سے دی ہے کیونکہ ترنج اور کھجور کے درخت میں خوب بلندی ہوتی ہے۔ اس میں مومن کے عمل کے مقبول ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔

اور منافق کی مثال ریحانہ اور ایلوے سے دی ہے ریحان اور ایلوے کے درخت

بلند نہیں ہوتے بلکہ پست ہوتے ہیں اس میں اشارہ منافق کے عمل قبول نہ ہونے کی طرف فرمایا ہے۔ منافق اگر قرآن پاک پڑھ بھی لے تو قابلِ قبول نہیں اور اس کے لئے آخرت میں کوئی اجر وثواب نہیں۔ (شرح الطیبی علی المشکوٰۃ ص ۲۱۹ ج ۴)

قرآن کریم کا پڑھا جانا مومنوں کے گھروں کا نور ہے

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومنوں کے گھر عرش تک روشن چراغ ہیں جن کو ساتوں آسمانوں کے مقرب پہچانتے ہیں، وہ کہتے ہیں یہ مومنوں کے گھروں کا نور ہے جن میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے۔ (بحوالہ کنز العمال)

قرآن کریم کے سننے سے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور عطا ہوگا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیت کو کان لگا کر سنے، اس کو دگنی نیکیاں ملیں گی اور جو اس کو پڑھے اسے قیامت کے دن نور عطا ہوگا۔ (بحوالہ مسند احمد)

دشواری میں قرآن پڑھنے کا اجر دوگنا ہوگا

دشواری یعنی اٹک اٹک کر قرآن پڑھنے کا ثواب دوگنا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھے اور پڑھنے میں ماہر بھی ہو، وہ مقربین بزرگ اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا اور جو اس حال میں پڑھے کہ اس کے لئے پڑھنا دشوار ہو اس کے لئے دوگنا ثواب ہے۔ جو نہایت بزرگ کار نیک ہیں اور جو رک رک کر پڑھے گا اور زبان کی لکنت سے مجبور ہوگا اسے دوگنا اجر دیا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

ان احادیث میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں ایک ماہر قرآن کی فضیلت اور دوسرے اٹک اٹک کر پڑھنے والے کا ثواب، ماہر قرآن وہ شخص ہے جس کو قرآن خوب

یاد ہو، اسکے بغیر پوری روانی سے پڑھتا ہو اور اس کے لئے قرآن پڑھنا کوئی مشکل امر نہ ہو، اسی طرح ''فرشتوں'' سے وہ فرشتے مراد ہیں جو بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔

اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ ''ماہر قرآن ان عظیم فرشتوں کے ساتھ ہے، بایں طور کہ وہ دنیا میں ان ہی جیسا عمل کرتا ہے اور آخرت میں اسے جو منازل اور درجات عالیہ حاصل ہوں گے ان میں وہ فرشتوں کا رفیق ہوگا۔

جس شخص کو قرآن اچھی طرح یاد نہ ہو اور اٹک اٹک کر پڑھتا ہو تو اسے دو ثواب کی بشارت دی گئی ہے، ایک ثواب تو پڑھنے کا دوسرا ثواب اس مشقت کا جو اسے قرآن پڑھنے میں ہوتی ہے اس طرح گویا قرآن شریف پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو شخص اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہے وہ ''ماہر قرآن'' سے زیادہ ثواب پاتا ہے کیونکہ ماہر قرآن کو تو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے، بایں طور کہ اسے ملائکہ مذکورین کی رفاقت جیسی عظیم سعادت کی بشارت دی گئی ہے، بہر حال حاصل یہ کہ افضل تو ''ماہر قرآن'' ہی ہے لیکن اٹک اٹک کر پڑھنے کے لئے بھی باعتبار مشقت کے ایک طرح کی فضیلت اور ثواب ثابت ہے۔

علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ ماہر سے مراد اچھا حافظ ہے یا قرآنی کلمات کو بہترین تلفظ کے ساتھ ادا کرنے والا یا دونوں ہی مراد ہیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو بھی نہایت عمدگی کے ساتھ قرآن پڑھ سکے وہ ماہر قرآن ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تحریر فرمایا ہے لکھنے والے سے مراد ملائکہ ہیں جو آسمانی کتابوں کو لوح محفوظ سے لکھ کر لاتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے درمیان واسطہ بنتے ہیں۔

علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں لکھنے والے سے مراد وہ فرشتے ہیں جو لوح محفوظ کو اٹھائے ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اللہ کی کتاب لکھنے والے باعزت اطاعت شعار فرشتوں کے ہاتھوں میں

ہیں۔"انہیں سفرہ (لکھنے والے) اس لئے کہتے ہیں کہ وہ فرشتے خدائی کتابوں کو جو انبیاء پر نازل ہوتی ہیں، منتقل کرتے ہیں تو وہ گویا اسے لکھتے ہیں علامہ قاریؒ آگے لکھتے ہیں لکھنے والے سے مراد حضور ﷺ کے صحابہ ہیں کیونکہ ان حضرات نے سب سے پہلے قرآن لکھا ہے بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ سفرہ سے بندوں کے اعمال لکھنے والے فرشتے مراد ہیں۔شیخ محقق دہلویؒ نے لکھا ہے ملائکہ یا انبیاء مراد ہیں انبیاء اس طرح کہ وہ اللہ کی وحی کو لکھواتے ہیں۔علامہ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ ماہر قرآن فرشتوں کے ساتھ ہوگا اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ماہر قرآن آخرت میں فرشتوں کے رتبے پائے گا اس طرح ان کے ساتھ ہوگا کیونکہ اس کے اندر بھی انہیں فرشتوں کی صفت یعنی کتاب اللہ کا حامل ہونا پایا جاتا ہے، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ان جیسا کام اور ان کی سی راہ چل رہا ہے جس طرح وہ فرشتے اللہ کی کتاب یاد کرتے اور مومنین تک پہنچادیتے ہیں اور غیر واضح مفہوم کو واضح کردیتے ہیں ماہر قرآن بھی یہی کرتا ہے۔

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کا ماہر یا تو مقرب ملائکہ یا انبیاء کرام علیہم السلام یا صحابہ عظامؓ یا نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں جیسا عمل کررہا ہے جس کی وجہ سے اسے بلند مراتب حاصل ہوں گے یا وہ ان حضرات کے ساتھ آخرت میں اونچے مقام پر فائز ہوگا۔

ایک نوعمر صحابی کو سورۃ البقرۃ حفظ ہونے کی وجہ سے امیرِ لشکر بنادینے کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ متعدد افراد پر مشتمل ایک لشکر روانہ فرمایا۔ ہر شخص سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ ایک صاحب جو سب سے کمسن تھے ان کے پاس تشریف لاکر دریافت فرمایا: اے فلاں! تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورت نیز سورۂ بقرہ۔ فرمایا اچھا تمہیں سورۂ بقرہ بھی حفظ ہے، انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، فرمایا تو جاؤ

بس تم ان کے امیر ہو۔ اشرافِ لشکر میں سے ایک معزز آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ !اللہ کی قسم میں نے محض اس خطرہ کی بنا پر سورۂ بقرہ نہ سیکھی کہ شاید میں اس کو نماز تہجد میں نہ پڑھ سکوں (ورنہ مجھے رغبت ضرور تھی) فرمایا: قرآن سیکھو، پڑھو اور پڑھاؤ کیونکہ جس نے قرآن سیکھ کر پڑھا نیز اس کے ساتھ رات کو قیام کیا اس کی مثال مشک بھری اس تھیلی کی طرح ہے جس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو اور جو قرآن سیکھ کر اس حالت میں سویا رہا کہ قرآن اس کے سینے میں ہے اس کی مثال مشک کی اس تھیلی کی طرح ہے جس کا منہ ڈوری سے بندھا ہوا ہے۔ (ترمذی عن ابی ہریرہؓ)

تشریح...... اس حدیث پاک میں رسول اکرم ﷺ نے تہجد میں قرآن پاک پڑھنے والے حافظِ قرآن کے سینے کو مشک بھری تھیلی سے تشبیہ دی ہے جس کا منہ کھلا ہوا ہو اور اس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو، اسی طرح حافظ قرآن جب بھی تلاوت کرتا ہے اور خاص کر تہجد کی نماز میں پڑھتا ہے تو اس کی برکت پورے گھر میں اور تمام سننے والوں کو پہنچتی ہے اور جہاں جہاں تک اس کی آواز جاتی ہے راحت و لطف اور ثواب حاصل ہوتا ہے۔

اور جو حافظ تو ہے لیکن تہجد کی نماز کے لئے نہ اٹھ سکے، تو اس کی مثال مشک کی اس تھیلی کی سی ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہو اور ڈوری سے اس کا منہ باندھا ہو، یعنی جب چاہے اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے جب اس کی ڈوری کھولی جائے گی تو خوشبو مہک پڑے گی اسی طرح حافظ قرآن کو جب نماز تہجد کی توفیق ہو گی بلا تکلف قرآن کریم نماز میں پڑھتا چلا جائے گا اور پورے گھر میں برکت پھیل جائے گی اور لطف اور اجر و ثواب کی لہر دوڑ پڑے گی، پس کوئی یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں میں تہجد میں قرآن پاک پڑھ سکوں گا یا نہیں قرآن پاک حفظ کرنا نہ چھوڑے، کیونکہ قرآن کریم حفظ کرنا کسی طرح فائدے سے خالی نہیں، دنیا و آخرت میں بلندی کا سبب ہے۔ دیکھئے ایک نوعمر صحابی کو رسول اللہ ﷺ نے سورۃ البقرہ یاد ہونے کی بنا پر امیرِ لشکر بنا دیا۔

قرآن کی حفاظت کرو

قرآن پاک جب ایک مرتبہ یاد کرلیا جائے خواہ ناظرہ پڑھا ہو یا حفظ کیا ہو اسے قائم رکھنا چاہیے یاد کیے ہوئے قرآن پاک کی حفاظت کرنی چاہیے تا کہ وہ بھول نہ جائے اس کے بارے میں حضور ﷺ کی تاکید حسب ذیل ہے۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کریم پڑھنے والے کی مثال اس اونٹ رکھنے والے کی سی ہے جس نے اس کو رسی سے باندھ رکھا ہے اگر وہ اس کی خبر گیری کرتا رہتا ہے تو وہ بندھا رہتا ہے اور اگر اس کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ چلا جاتا ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کریم کی حفاظت کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ قرآن سینہ سے باہر آنے میں بھی اتنا ہی تیز ہے جس طرح کہ اونٹ رسی سے گردن نکالنے میں۔ (بحوالہ بخاری شریف)

ان احادیث میں بتایا گیا ہے کہ قرآن یاد کرنے کے بعد اسے قائم رکھو اور کبھی نہ بھلاؤ کیوں کہ شیطان کا زور اس بات پر بڑا شدید ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو قرآن پاک سے غافل کر دیا جائے جنہوں نے قرآن کو یاد کیا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر قرآن کا دور نہ کیا جائے گا تو قرآن بڑی جلدی سینے سے نکل جائے گا جس طرح کہ بندھا ہوا اونٹ رسی ڈھیلا ہونے سے اپنی گردن کو رسی سے نکال کر چلا جاتا ہے، اس لئے ہمیں قرآن پاک پڑھتے رہنا چاہیے اور یہ کوشش رکھیں کہ قرآن عظیم کی کچھ آیات روزانہ پڑھی جائیں اگر ایسا نہ ہو سکے تو گاہے بگاہے قرآن کی تلاوت کرتے رہنا چاہیے خاص کر جمعہ کے روز قرآن کی تلاوت کرنا بڑا ہی افضل ہے اس طرح یاد کیا ہوا قرآن ہمیشہ یاد رہے گا، حافظ قرآن حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ حافظ بننے کے بعد قرآن کی دہرائی کرتے رہیں ورنہ قرآن کو یاد رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا ہوں تو ایسا کہنا برا ہے بلکہ یوں کہے کہ میں بھلا دیا گیا ہوں اور قرآن کریم کو خوب پڑھا کرو کیونکہ یہ لوگوں کے سینوں سے نکل کر بھاگنے میں جانوروں سے بھی زیادہ تیز ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

قرآن کریم باآواز بلند پڑھنے اور آہستہ پڑھنے کی فضیلت

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونچی آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا اعلانیہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور آہستہ آواز سے تلاوتِ قرآنِ کریم کرنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کے مانند ہے۔ (ترمذی وابن حبان)

تشریح...... علامہ طیبیؒ حدیث بالا کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بعض روایات سے قرآن کریم بلند آواز سے پڑھنے کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور بعض سے آہستہ تلاوت کرنا افضل معلوم ہوتا ہے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جس شخص کو ریا کاری کا خطرہ ہو اس کے لئے آہستہ آواز سے تلاوت افضل ہے لیکن جس کو یہ خطرہ نہ ہو اس کے لئے جہری تلاوت افضل ہے بشرطیکہ کسی نمازی یا سونے والے کو یا کسی اور کو اذیت نہ پہنچے۔ اور جہری تلاوت اس لئے افضل ہے کہ اس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے اس طرح کہ وہ قرآن سنیں گے یا سیکھیں گے یا ان میں قرآنی ذوق پیدا ہوگا اور نیز قرآن دینی شعار ہے اور جہری تلاوت میں اس شعار کا اعلان و اظہار ہے علاوہ ازیں جہر سے قاری کا دل بیدار اور اس کی ہمت مجتمع ہوگی اور نیند دور ہوگی نیز اوروں کو بھی تلاوت کا ذوق جذبہ اور نشاط حاصل ہوگا۔ اگر کسی شخص کی یہ نیتیں ہوں تو اس کے لئے جہر افضل ہے۔

(الکاشف للطیبی ص ۲۸۲ ج ۴)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا دونوں حالتوں میں اجر عظیم کا مستحق ہے۔ (بشرطیکہ بلند آواز سے پڑھنے کی حالت میں کسی کی نماز یا نیند وغیرہ میں

خلل وغیرہ واقع نہ ہو) اور با آواز پڑھنے والے کو نبی اکرم ﷺ نے اعلانیۃً یعنی کھلے عام صدقہ کرنے والے سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اس میں دوسروں کو صدقہ دینے کی ترغیب ہوتی ہے اور اس کا نفع متعدی ہوتا ہے مگر شرط وہی ہے کہ ریا کاری نہ ہو۔ اور آہستہ آواز سے تلاوت کرنے والے کو خفیہ طور پر صدقہ کرنے والے کیساتھ تشبیہ دی ہے، خفیہ طور پر صدقہ کرنے والے کے لئے ایک خاص فضیلت وارد ہوئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے تلے ہوگا کیونکہ اس میں ریا کاری کا شائبہ نہیں ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

باعمل حافظِ قرآن کی عزت کرنے اور اس کو دوسروں پر فوقیت دینے کا حکم

ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کا اکرام اللہ تعالیٰ کی عزت میں سے ہے۔ ایک سفید ریش مسلمان، دوسرے حافظِ قرآن جو اس میں غلو نہ کرتا ہو اور نہ اس سے اعراض کرتا ہو اور تیسرے منصف حاکم۔ (رواہ ابوداؤد)

تشریح...... اس حدیث پاک سے حافظِ قرآن جو کہ باعمل ہو اس کے اعزاز و اکرام کرنے کا حکم معلوم ہوا، غلو نہ کرنے والے سے مراد قرآن کریم کی ادائیگی میں غلو نہ کرنے والا ہو اور باطل فرقوں کی طرح قرآن کریم کے معانی میں غلط تاویلیں نہ کرے اور اعراض نہ کرنے والے سے مراد قرآن کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے سے دور نہ ہو بلکہ تلاوت کی پابندی کرتا ہو اور اس کے مقتضی پر عمل پیرا ہو۔

اور اسی حدیث پاک سے قرآن حکیم کے اکرام کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے اس لئے کہ حافظ قرآن کا اکرام بوجہ اس کے سینے میں قرآن کریم ہونے کے ہے، تو خود قرآن پاک کا احترام و اکرام کس قدر کرنا چاہئے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ غزوۂ احد کے موقع پر دو دو شہیدوں کو ایک قبر میں جمع فرما رہے تھے (لحد میں رکھنے سے پہلے) معلوم فرماتے کہ ان دونوں میں سے کس کو قرآن زیادہ حفظ تھا، پس جس کی طرف اشارہ کر دیا

جاتا تو اس کو قبر میں پہلے اتارا جاتا اور فرمایا کہ میں گواہ ہوں ان پر۔ اور ان شہداء کو ان کے خونوں کے ساتھ بغیر غسل دیئے دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ (بخاری وسنن اربعہ)

تشریح...... مذکورہ حدیثوں سے حفاظ قرآن کی فضیلت اور ان کا بلند مقام واضح طور پر معلوم ہوا یہ حضرات بڑی قدر و منزلت والے ہیں اور کیوں نہ ہوں آخر وہ اپنے سینوں میں رب العالمین کا کلام پاک بسائے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو حفاظِ کرام کا اعزاز کرنا چاہئے۔ ابوداؤد اور بزار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ہمیں ہر شخص کے مرتبے و مقام کے اعتبار سے اس کے ساتھ پیش آنے کا حکم فرمایا۔

فائدہ...... ان احادیث سے حفاظ و علماء کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے، اگر چہ ہر مسلمان کو تکلیف پہنچانا حرام ہے، ارشادِ خداوندی ہے: "والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا"۔

ترجمہ: "یعنی جو لوگ اذیت پہنچاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بغیر گناہ کئے تو اٹھایا انہوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا۔"

اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: "لا ضرر و لا ضرار" یعنی نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔

پس حفاظ و علماء کو تکلیف پہنچانا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوا۔ امام بخاریؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ "حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔" (بخاری شریف)

امام نوویؒ نے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر علماء اللہ کے ولی نہیں تو اللہ کا کوئی ولی نہیں۔ (التبیان ص ۲۵)

قرآن بھول جانا گناہ ہے

قرآن پاک پڑھ کر بھول جانا سخت گناہ ہے اس کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد حسب ذیل ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر میری امت کے ثواب پیش کئے گئے حتیٰ کہ وہ کوڑا بھی جسے کوئی آدمی مسجد سے نکالتا ہے اورامت کے گناہ بھی میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کوقرآن کی کوئی آیت یا سورت دی گئی اور پھر وہ اسے بھول گیا۔

(بحوالہ فضائل قرآن)

ف......اس حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کے کسی شخص نے اگر مسجد سے ایک تنکا بھی باہر پھینکا اسے بھی میں نے اس کے نامہ اعمال میں لکھا دیکھا اورفرمایا جب میری امت کے گناہ میرے سامنے پیش ہوئے تو اپنی امت کے گناہوں میں میں نے سب سے بڑا گناہ یہ دیکھا کہ کسی کوقرآن کی کوئی سورہ یا آیت ملی پھر وہ فراموش کرگیا قرآن پڑھنے اوریاد کرنے کا جتنا اجروثواب ہے قرآن بھول جانے پراس کاوبال بھی اسی اندازوحساب سے ہے۔

بھول جانے کے متعلق یہ رائے کہ جوشخص قرآن یاد کرے یا حفظ کرے اور پھر اس کودور چھوڑ دے جس سے وہ بھول جائے تو اس کااس طرح قرآن مجید بھول جانا گناہ کے زمرے میں شمار ہوگا بھول جانے کوحضور ﷺ نے بالکل ناپسند کیااس کے بارے میں ایک اورحدیث یہ ہے۔

حضرت سعد بن عبادہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوشخص قرآن کریم پڑھ کراس کوبھول جائے وہ قیامت کے دن رب کریم سے حالت جذام میں ملے گا۔ (بحوالہ ابوداؤد)

حدیث میں لفظ جذام آیا ہے جو جذم سے نکلا ہے بمعنی اقطع،اجذم اس شخص کو

کہتے ہیں جس کے اعضاء مرض جذام کے باعث (جو ایک مشہور بیماری ہے) جھڑ چکے ہوں بعض نے جذام کا معنی کٹے ہوئے ہاتھ والا کئے ہیں، یعنی قیامت کے دن یہ شخص خیر و برکت سے خالی ہوگا، بعض نے کہا کہ اس کے معنی ساقط الاسنان ہے، یعنی وہ شخص جس کے دانت گر چکے ہوں، بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ اس کی زبان بے کار ہو چکی ہوگی، یعنی اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور وہ بے زبان ہوگا یا در ہے کہ قرآن پاک تھوڑا یا بہت یاد کرنے کے بعد بھلا دینا، علماء نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور ایسے شخص کے بارے میں بہت وعیدیں آئی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہاں حدیث میں بھلا دینے سے مراد ترک عمل و ترک قرات ہے، واللہ اعلم۔

حفاظِ قرآن سے محبت کرنا

مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ میں ان سے برابر اس وقت سے (خصوصی) محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن چار (آدمیوں) سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود سے اور سالم (مولیٰ ابی حذیفہ) سے اور معاذ (ابن جبل) سے اور ابی بن کعب سے۔ (بخاری)

تشریح...... اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ باعمل حافظِ قرآن سے خصوصی محبت کرنی چاہئے، ان سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے کیونکہ ان کے سینوں میں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے شرف سے نوازا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں، لہٰذا ان حضرات سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہوئی۔

جس نے قرآن شریف حفظ کیا وہ نکمی عمر سے محفوظ کر دیا گیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو قرآن پڑھے وہ اس نکمی عمر سے محفوظ رہتا ہے جس میں انسان علم کے بعد بے علم ہو جاتا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے "ثم رددنٰہ اسفل سافلین

الاالـذیـن امنو " کے بھی یہی معنی ہیں کہ پھر ہم انسان کو پستی کی حالت والوں سے بھی زیادہ پست تر کر دیتے ہیں لیکن جنہوں نے قرآن پڑھا (وہ ایسی بری حالت سے محفوظ رہتے ہیں)۔ (مستدرک حاکم عن ابن عباسؓ)

تشریح...... اس حدیث پاک میں اور اس کی جیسی دیگر احادیث میں قرأ بمعنی حفظ معلوم ہوتا ہے، اگر بمعنی حفظ نہ بھی ہو تب بھی حافظ قرآن اس خوشخبری میں بدرجہ اولیٰ داخل ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو قرآن مجید حفظ کرنے اور اپنی اولاد کو حفظ کرانے میں دریغ نہ کرنا چاہئے اور اخلاص وللّٰہیت ہر وقت پیش نظر رہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں عمل مقبول ہو جائے۔

قرآن کے بغیر دل ویران ہے

دل کا آباد ہونا قرآن کی بدولت ہے یعنی جس دل میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہوگا وہ دل شاداں ہوگا ورنہ قرآن کے بغیر دل ویرانے کی مانند ہے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی قرآن نہیں وہ (دل) ویران گھر کی مانند ہے۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

ف...... گھر کی رونق مکین سے ہے، گھر کتنا ہی خوبصورت اور وسیع ہو اگر اس میں کوئی رہنے والا نہ ہو تو اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ گھر کی ویرانی، گھر کی قیمت اور اس کی اہمیت کو عام نظروں سے گرا دیتی ہے، اسی طرح انسان کا معاملہ ہے اگر انسان کا دل ایمان وقرآن کے نور سے خالی ہو تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، چنانچہ مذکورہ بالا ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن بالکل نہیں جانتا ہو مگر اس پر ایمان نہ رکھتا ہو تو وہ ویران گھر کی طرح ہے، اور جو شخص قرآن پڑھنا جانتا ہے اسے پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے نیز اس پر ایمان بھی رکھتا ہے تو اس کا باطن ایمان کے نور سے آباد ہے اب یہ فرق الگ رہا کہ جو شخص تھوڑا جانتا ہوگا اس کا باطن ایمان کی دولت سے تھوڑا آباد ہوگا اور جو شخص بہت جانتا ہوگا اس کا باطن بھی بہت آباد ہوگا۔

علامہ ملا علی قاریؒ اس کی وجہ تحریر فرماتے ہیں کہ دلوں کی آبادی ایمان اور تلاوت قرآن سے ہوتی ہے اور باطن کی زینت حق اور صحیح عقائد اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور وفکر کرنے سے ہوتی ہے اور جب یہ باتیں نہ ہوں گی تو دل ویران ہوں گے۔

جن گھروں میں انسان آباد نہیں رہتے وہ گھر جنوں اور شیطانوں کا بسیرا بن جاتے ہیں گویا حدیث میں یہ لطیف اشارہ بھی ہے کہ جن دلوں میں قرآن نہیں ان پر شیطانوں کا دور دورہ ہو جاتا ہے، قرآن جس سینے میں ہوتا ہے وہ اپنے اندر کی چیزوں کی کمی وبیشی کے مطابق آباد اور آراستہ ہوتا ہے اور جب وہ تصدیق، اعتقادِ حق اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور وفکر اور اس کی محبت سے خالی ہو جاتا ہے تو وہ سامان زینت سے خالی ویران گھر کی طرح ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو گھر قرآن سے خالی ہے سب سے خالی گھر ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔

''یقیناً گھروں میں سب سے خالی گھر وہ ہے جس میں اللہ کی کتاب کا کوئی حصہ نہیں۔''

جس گھر میں قرآن نہیں اور نہ ہی اس میں کسی اور طرح قرآن کی تلاوت ہوتی ہے وہ دنیا کے گھروں میں سب سے خالی گھر ہے، امام غزالیؒ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول نقل کرتے ہیں بلاشبہ وہ گھر جس میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے وہ اہل خانہ کے ساتھ وسیع ہو جاتا ہے اس کی خیر وبرکت بڑھ جاتی ہے اس میں فرشتے آتے اور شیطان اس سے نکل بھاگتے ہیں اور وہ گھر جس میں کتاب اللہ کی تلاوت نہیں ہوتی وہ اہل خانہ کے ساتھ تنگ ہو جاتا ہے اس کی خیر وبرکت کم ہو جاتی ہے اور اس سے فرشتے چلے جاتے ہیں اور اس میں شیطان آجاتے ہیں۔

قرآن موت کے بعد بھی فائدہ پہنچائے گا

نیک اعمال میں سے کچھ نیکیاں ایسی ہیں جو مومن کے مرنے کے بعد بھی اسے

فائدہ پہنچاتی ہیں ان کا ذکر حضور ﷺ کی مندرجہ ذیل احادیث میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مومن کے مرنے کے بعد اس کی نیکیوں اور اعمال میں سے جو چیزیں اسے نفع دیتی ہیں ایک تو ان میں سے علم ہے جس کی وہ تعلیم دے اور پھیلائے، دوسرا نیک لڑکا ہے جسے وہ چھوڑ کر مرا ہو، تیسرا قرآن ہے کہ اس نے کسی کو اس کا وارث بنایا، چوتھی مسجد ہے جس کی اس نے تعمیر کی ہو، پانچواں وہ مکان ہے جو اس نے مسافروں کی قیام کے لئے بنایا ہو، چھٹی نہر ہے جو اس نے جاری کی ہو، ساتواں وہ صدقہ ہے جو اس نے اپنی زندگی اور بحالت صحت اللہ کی راہ میں دیا ہو، یہ وہ چیزیں ہیں جو موت کے بعد بھی اس سے ملتی رہتی ہیں۔

(بحوالہ ابن ماجہ)

ف......اس حدیث کے مطابق مسلمان کی موت کے بعد جن چیزوں کا ثواب اسے ملتا ہے وہ یہ ہیں، دین کا علم جو اس نے کسی کو سکھایا ہو یا اشاعت کر کے پھیلایا ہو، یا نہر جاری کی ہو، اللہ کے لئے کوئی کنواں کھدوایا ہو، یا لوگوں کے فائدہ کے لئے درخت لگایا ہو یا مسجد بنوائی ہو، یا وہ قرآن پاک جو تلاوت کے لئے اس نے چھوڑا ہو یا صالح اور نیک اولاد چھوڑی ہو جو اس کے لئے دعا کرتی ہو، یہ نیک اعمال ایسے ہیں کہ موت کے بعد ان کا ثواب انسان کو ملتا رہتا ہے، ان تمام اعمال میں رضائے الٰہی کا مقدم ہونا ضروری ہے اس کے بارے میں حضور ﷺ کی ایک اور حدیث حسب ذیل ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات اعمال صالحہ ایسے ہیں کہ جن کا ثواب عامل کو اس کی موت کے بعد قبر میں ملتا رہتا ہے جس نے کسی کو علم دین سکھایا، یا نہر جاری کی یا کنواں کھدوایا، یا کوئی درخت لگایا، یا مسجد تعمیر کی، یا قرآن کریم تلاوت کے لئے دیا، یا اپنے بعد ایسا لڑکا چھوڑا جو اس کے لئے دعا کرتا رہے۔

(بحوالہ کنز العمال جلد ۱۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، جب حافظ قرآن پر موت آتی ہے (اس کے دفن کے بعد) اللہ تعالیٰ زمین (قبر) کی طرف

وحی فرماتے ہیں کہ تو اس کے گوشت (جسم) کو مت کھانا تو وہ کہتی ہے کہ اے اللہ میں اس کے جسم کو کیونکر کھا سکتی ہوں جب کہ آپ کا کلام مبارک اس کے اندر (دل) میں موجود ہے۔

جس دل میں قرآن کریم نہ ہو وہ ویران گھر کی مانند ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ وہ دل جس میں قرآن کریم کا کچھ حصہ نہ ہو وہ ویران گھر کے مانند ہے۔

(ترمذی شریف)

تشریح......اس حدیث پاک میں اس شخص کے دل کو ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کے دل میں قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی محفوظ نہ ہو کیونکہ گھر آباد ہوتا ہے اس کے رہنے والوں سے، ایسے ہی دل آباد ہوتا ہے ایمان وقرآن سے، اور اصل باطن کی زینت صحیح اعتقاد اور اللہ جل جلالہٗ کی نعمتوں میں غور وفکر سے حاصل ہوتی ہے۔

حدیث بالا میں حافظِ قرآن کی فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کا دل ایمان ویقین کی دولت سے معمور ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ پورا قرآن حفظ کرے کیونکہ یہ بڑے شرف ومنزلت کی بات ہے اور جو پورا حفظ نہ کر سکے تو زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کرے کیونکہ جتنا حفظ ہوگا اور اخلاص کے ساتھ ہوگا اتنا ہی دل آباد ہوگا خاص کر وہ سورتیں ضرور حفظ کرلے جن کی خصوصی فضیلت وارد ہوئی ہے اور موقع بہ موقع پڑھنے کی خصوصی ترغیب دی گئی ہے۔

نیز اپنی اولاد کے بارے میں فکر مند ہونا چاہئے اور ان کو بھی اس نعمتِ عظیمہ سے بہرور کرنا چاہئے تا کہ وہ بھی سعادتِ دارین سے سرفراز ہو جائیں۔

خوش آواز ماہر قاری سے قرآن پاک سننے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کو پڑھ کر سناؤں، آپ

ہی پر تو نازل ہوا ہے، فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی سے سنوں، پس میں نے (تعمیل حکم میں) سورۃ النساء پڑھ کر سنانی شروع کردی یہاں کہ میں اس آیت پر پہنچا: ﴿فکیف اذا جئنامن کل امۃ بشہید و جئنابک علیٰ ھؤلاء شہیداً﴾ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا بس تمہارا اتنا سنانا کافی ہے، پس میں نے آنحضرت ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔

تشریح...... اس حدیث پاک سے خوش آواز قاری سے قرآن سننے کا استحباب معلوم ہوا، امام نوویؒ نے تبیان میں لکھا ہے کہ خوش آواز قراء سے قرآن پاک سننا اولیاء اللہ کی عادت رہی ہے اور یہ سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے اور اس کے بعد اس امر کا سنت سے ثابت ہونے کا امام نوویؒ نے حدیث بالا سے استدلال کیا ہے۔

حدیث بالا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں بڑے ادب کے ساتھ بیٹھے ہوئے اپنی نظر نیچے کئے ہوئے آنحضرت ﷺ کو سورۃ النساء سنا رہے تھے اور رسول اکرم ﷺ بڑے تدبر کے ساتھ یعنی معنی میں غور وفکر کر کے سن رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ماہر قاری تھے اور خوش آواز بھی تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مذکورہ آیت پر پہنچے تو حضور اقدس ﷺ نے رک جانے کا فرمایا، عبداللہ بن مسعودؓ نے پڑھنے کے بعد حضور ﷺ کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور آنحضرت ﷺ کا مذکورہ آیت پر رونا بوجہ تدبر ہے یعنی معنی میں غور و فکر کے ساتھ سننے کی وجہ سے۔

حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا رونا اپنی امت پر رحمت وشفقت کی بنا پر تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ کو اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آپ کو ان کے اعمال پر گواہی دینی ہوگی بعض لوگوں کے اعمال درست نہ ہونگے جسکی وجہ سے ان کو عذاب ہوگا، اللھم اغفر وارحم۔ (بحوالہ فتح الباری)

علماء نے اس حدیث سے یہ بھی مستنبط کیا ہے کہ قرآن کریم پڑھتے اور سنتے وقت معنی میں غور وفکر کر کے رونا چاہئے اور ظاہر ہے کہ جو معنی کو سمجھتا ہے اس کو یہ کیفیت

حاصل ہوگی اس لئے ان حفاظ کرام سے گزارش ہے (جو عالم نہیں ہیں) کہ قرآن سمجھنے کے لئے علم حاصل کریں کہ قرآنِ پاک میں غور وفکر کر کے خاص روحانی کیفیات سے مستلذ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اونچے مقام حاصل کریں۔

قرآن والی کھال پر آگ اثر نہ کرے گی

قرآن پاک کے معجزہ کے بارے میں حضور ﷺ کی حدیث پاک ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اگر قرآن کریم کو چمڑے میں لپیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے تو وہ نہیں جلے گا۔

قرآن کی برکت سے جس کھال میں قرآن ہوتا ہے آگ اس پر اثر نہیں کرتی کیونکہ اس میں رحمت کے چشمے اور حکمت کے دریا رواں اور دواں ہیں جو آگ کو سرد کر دیتے ہیں معمولی کھال جس میں قرآن تھوڑی دیر کے لئے رہا ہے اس کے ساتھ قرآن کا یہ اعجاز ہو سکتا ہے تو جن سینوں میں قرآن ایک طویل مدت تک رہا ہو کیا انہیں جہنم کی آگ جلا سکتی ہے؟ شارحین نے عموماً اس حدیث کے دو مفہوم بتائے ہیں۔

پہلا مفہوم یہ ہے کہ کھال سے مراد کسی بھی جانور کی (مباح) کھال اور آگ سے دنیا کی آگ مراد ہے اس صورت میں قرآن کی کھال کا نہ جلنا نبی ﷺ کے زمانہ تک قرآن کا معجزہ تھا عہد رسالت میں یہ معجزہ رونما ہوا بھی تھا۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کھال سے مراد انسان کی کھال اور آگ سے جہنم کی آگ مراد ہے اس کے مطابق کسی زمانہ یا کسی نسل کے ساتھ یہ حکم خاص نہ ہوگا بلکہ حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ قرآن جس سینے میں محفوظ ہے وہ اگر بالفرض اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں ڈالا جائے گا تو آگ اثر نہ کرے گی (اور اس کا بال بھی بیگانہ ہوگا)

''شرح السنۃ'' میں حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے ''تم قرآن حفظ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دل کو عذاب نہ دے گا جس نے قرآن حفظ کیا ہے۔

امام طحاویؒ نے ایک مفہوم تو یہی بتایا ہے دوسرا معنی یہ بیان فرمایا ہے کہ حدیث

میں کھال سے مراد وہ کھال ہے جس میں قرآن لکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن کی مکمل حفاظت کے لئے آگ کو جلانے سے باز رکھتا ہے اور قرآن کو کھال سے نکال لیتا ہے یہاں تک کہ وہ کھال قرآن سے خالی ہو جاتی ہے پھر آگ اس کھال کو جلاتی ہے جس میں اب قرآن مجید نہیں ہوتا۔

بعض کا یہ بھی خیال ہے اس سے مراد یہ ہے جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا وہ جہنم میں نہ جائے گا۔

نماز میں کلام پاک پڑھنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین حاملہ اونٹنیاں اس کو مل جائیں، ہم نے عرض کیا بے شک (ہم یہ پسند کرتے ہیں) ارشاد فرمایا کہ وہ تین آیتیں ہیں جس کو تم میں سے کوئی بحالت نماز پڑھ لے تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... حدیث بالا میں جس طرح کی اونٹنیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس طرح ہیں کہ جس کی آدھی مدت حمل گزر چکی ہو، پھر نصف مدت حمل کے بعد حاملہ اونٹنیاں عشار کہلاتی ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے بحالت نماز قرآن پاک کی تلاوت کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس کی تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی ہے اس لئے کہ یہ بھی دو عبادتیں ہیں ایک نماز اور دوسری تلاوت ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں ایک اونٹنی دوسرا حمل اور اس قسم کی احادیث میں صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے ورنہ ایک آیت کا اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔

(فضائل قرآن از حضرت شیخؒ)

آیت قرآنیہ کا نفع باقیات صالحات میں سے ہے جس سے جنتی جنت میں ہمیشہ

مستفید و منتفع ہوتے رہیں گے، کبھی بھی اس کا نفع ختم نہ ہوگا اور اونٹنی کا نفع وقتی ہے وہ بھی ختم ہو جانے والی ہے اور اونٹنی والا بھی مال ومتاع چھوڑ کر آخرت کی جانب کوچ کرنے والا ہے۔

فائدہ...... حدیث بالا میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے کہ قرآنِ پاک زیادہ سے زیادہ حفظ کرنا چاہئے کیونکہ جتنا قرآن یاد ہوگا اور پختگی ہوگی اتنا ہی فائدہ ہوگا۔

قرآن حضور ﷺ کا ورثہ ہے

قرآن دینِ اسلام کی بنیاد ہے اسلام کے تمام بنیادی احکام قرآن پاک کی صورت میں حضور ﷺ پر تیس سال کے عرصہ میں نازل ہوئے اور حضور کی زندگی میں دین اسلام قرآن کی صورت میں مکمل ہوگیا اور مسلمانوں کے لئے قرآن ہی حضور ﷺ کا جامع اور مکمل ورثہ ہے تاکہ مسلمان قیامت تک اس پر عمل کرتے رہیں۔

عبدالعزیز بن رفیعؒ کا بیان ہے کہ میں اور شداد بن معقل ہم دونوں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شداد بن معقل نے ان سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ قرآن کریم کی صورت میں ہے اس کے سوا حضور ﷺ نے اور کچھ نہیں چھوڑا وہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم امام محمد بن حنفیہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید کے سوا حضور ﷺ نے اور کچھ نہیں چھوڑا۔ (بحوالہ بخاری شریف)

ف......اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے مسلمانوں کے لئے جو ورثہ چھوڑا ہے وہ قرآن پاک ہی ہے، حضور ﷺ زندگی بھر چونکہ دنیا کے مال ومتاع سے بے پرواہ رہے اس لئے آپ نے دنیا کا کوئی سرمایہ نہ چھوڑا بلکہ آپ کا اصل سرمایہ قرآن پاک ہی ہے جو تا ابد رہے گا اور حضور کا یہ سرمایہ ہر انسان کے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے، بشرطیکہ وہ احکامات قرآن پر خلوص نیت سے عمل کرے۔

قرآن کریم کو جاننا اور اسے زبانی یاد کر لینا انسان کے لئے بڑا ہی مفید ہے، حضور ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کا نکاح اس کے قرآن جاننے کے باعث ہوا جس سے متعلق روایت حسب ذیل ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں ایک عورت حاضر ہو کر کہنے لگی کہ بے شک میں نے اپنی جان کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے پیش کر دیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تو عورتوں کی حاجت نہیں، ایک شخص عرض گزار ہوا کہ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے فرمایا تو اسے کپڑے دے دو، عرض گزار ہوا کہ مجھے تو کپڑے میسر نہیں فرمایا پھر کچھ تو دو، خواہ وہ لوہے کا چھلہ ہی کیوں نہ ہو، اس نے (مفلسی کے باعث) اس سے بھی اپنی معذوری ظاہر کی، پس آپ نے دریافت فرمایا کہ تجھے کچھ قرآن کریم آتا ہے؟ وہ عرض گزار ہوا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں آتی ہیں، فرمایا اچھا میں نے تمہارے قرآن مجید جاننے کے باعث اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا۔ (بخاری جلد دوم کتاب التفسیر)

ایک اور روایت میں یہی واقعہ یوں بھی بیان ہوا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ! میں آپ کی بارگاہ اقدس میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ اپنی جان آپ کے لئے پیش کر دوں۔

پس رسول اللہ ﷺ نے اس کی جانب توجہ فرمائی اور اوپر سے نیچے تک اسے دیکھ کر سر مبارک جھکا لیا، جب اس عورت نے دیکھا کہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں سنایا گیا تو وہ بیٹھ گئی، پھر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو اس کا میرے ساتھ نکاح فرما دیجئے، آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! مجھے تو کوئی چیز نہیں ملی، فرمایا پھر دیکھو، خواہ تمہیں لوہے کی انگوٹھی ہی ملے، وہ گئے اور جب واپس لوٹے تو عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں، ہاں یہ تہ بند ہے حضرت سہل بن

سعدؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص کے پاس چادر بھی نہ تھی، (اس شخص نے کہا) نصف (تہ بند) اس عورت کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے تہ بند کا کیا بنائے گی؟ اگر تم اسے باندھو گے تو عورت کے لئے ذرا بھی نہیں بچے گا اور اگر یہ عورت اسے باندھے تو اس میں سے تمہارے لئے ذرا بھی نہیں بچے گا، پس وہ شخص بیٹھ گیا اور کافی دیر آپ کی مقدس محفل میں بیٹھا رہا پھر وہ کھڑا ہو گیا پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو پیٹھ پھیر کر جاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے حکم فرمایا اور اسے بلا لیا گیا جب وہ شخص حاضر خدمت ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کتنا قرآن یاد ہے اس نے کہا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں اور وہ گن کر بتائیں آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ سورتیں زبانی آتی ہیں اس نے کہا ہاں تو آپ نے قرآن یاد ہونے کے باعث اس کا نکاح اس عورت سے کر دیا۔

(بخاری جلد سوم کتاب التفسیر)

اللہ کی خالص کتاب

قرآن مجید ایک الہامی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کی طرف نازل ہوئی، اس لئے اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے، قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی یہ ہے۔

عکرمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم اہل کتاب سے ان کی کتابوں کے بارے میں کیسے پوچھتے ہو جب کہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو اللہ کی تمام کتابوں سے بلحاظ زمانہ نئی ہے، جس کو تم پڑھتے ہو، یہ خالص اور ملاوٹ سے پاک ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

قرآن مجید الہامی کتب کے سلسلے کی آخری کتاب ہے جو ہر لحاظ سے جامع اور مکمل ہے اور سابقہ تمام کتب کی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور اس کا اطلاق تا قیامت ہے اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اس میں کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ بے شک یہ قرآن ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے

نگہبان ہیں۔

قرآن مجید دستورِ حیات کی کتاب ہے، پوری زندگی کے تمام اصول قرآن میں ہیں اور سنت رسول اللہ ﷺ قرآنی اصولوں کی شرح ہے، قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ حضور ﷺ پر نازل فرمایا تیس برس کی مدت میں تھوڑا تھوڑا حسب حاجت نازل ہوا، جس حکم کی حاجت ہوتی اسی کے مطابق سورت یا کوئی آیت نازل ہوجاتی، نزول کے وقت یہ ترتیب نہ تھی جو آج ہے، جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو جبرئیلؑ اس کا مقام بھی بتادیتے اور اسی طرح قرآن عظیم کی سورتیں اپنی اپنی آیتوں کے ساتھ جمع ہوجاتیں اور خود حضور اکرم ﷺ اسی ترتیب سے اسے نمازوں میں پڑھتے اور تلاوت فرماتے پھر حضور سے سن کر صحابہ کرامؓ یاد کرلیتے غرض قرآن عظیم کی ترتیب اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام کے زمانہ اقدس ہی میں واقع ہوئی تھی، یہی ترتیب آج بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی۔

قرآن کے مطابق فیصلہ کیا جائے

عدل اور نصافؒ اسلامی معاشرے کا طرہ امتیاز ہے کیونکہ عدل وانصاف سے لوگوں میں مساوات برقرار رہتی ہے، اور کسی کے حقوق کی حق تلفی نہیں ہوتی اگر کسی کے ساتھ کسی دوسرے انسان نے زیادتی کی ہو تو اس کا حق دلانے کے لئے عدل وانصاف کے تقاضے کو پورا ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کا حق مقرر کر رکھا ہے اس حق کو دوسروں کے لئے برقرار رکھنا عدل وانصاف ہے، اس لئے اسلام میں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے آپس کے جھگڑوں میں انصاف کیا جائے اس کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان یہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت زید بن خالدؓ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا میں تمہارے درمیان ضرور اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ (بحوالہ بخاری شریف)

قرآن مجید میں شدید قسم کے جرائم کی سزائیں مقرر کردی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ

چاہتا ہے کہ مجرموں کو ان کی کئے کی سزا دی جائے اس لئے اس حدیث میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ زندگی کے معاملات جھگڑوں اور جرموں کی سزا قرآن کے مطابق دی جائے جو لوگ آپس میں جھگڑا کریں ان کا آپس میں قرآن کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔

قرآن پاک بے لوث پڑھنا چاہیے

قرآن پاک ایک مقدس کتاب ہے اور انسان کی راہِ ہدایت کے لئے ہے اگر کوئی شخص لوگوں کو قرآن پاک سنا کر بعد میں کچھ طلب کرے تو وہ اسلام کی رو سے درست نہیں ہے کیونکہ تلاوت کلام پاک بے لوث کرنی چاہیے اس کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی یہ ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک قاری پر ان کا گزر ہوا وہ قرآن پڑھ رہا تھا ازاں بعد اس نے مانگنا شروع کر دیا، حضرت عمران نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جو قرآن پڑھے اسے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے کیونکہ (مستقبل میں) کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھ کر اسے ذریعہ سوال بنائیں گے۔

(ترمذی جلد دوم فضائل قرآن)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ نہ مانگا جائے کیونکہ گداگری اہل ایمان کے لئے اچھی نہیں اسی طرح کا مفہوم ایک اور حدیث میں حسب ذیل بیان ہوا ہے۔

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حصولِ معاش کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر ہڈیاں ہوں گی گوشت کا نام نہ ہوگا۔ (بحوالہ شعب الایمان)

حضور ﷺ کے اس فرمان میں یہ وضاحت کی گئی ہے۔

جو لوگ قرآن شریف کو طلب دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں

کوئی حصہ نہیں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی وعربی ہر طرح کے لوگ ہیں جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو، عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنواریں گے ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا۔

قرآن پاک کی اجرت لینے کی ممانعت کے بارے میں حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی حسب ذیل ہے۔

عبادہ بن الصامت نے فرمایا کہ میں نے اہل صفہ کو قرآن پڑھایا اور لکھنا سکھایا تو ان میں سے ایک شخص نے میرے پاس ہدیہ میں کمان بھیجی میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ کوئی مال تو ہے نہیں اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا اگر تم آگ کا پہننا پسند کرتے ہو تو اسے قبول کرلو۔ (بحوالہ ابن ماجہ جلد اول کتاب البیوع)

اے اللہ اس کو قرآن سکھا دے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ کے چچا حضرت عباس کے بیٹے ہیں ان کی والدہ لبابہ بنت حارث ام المومنین حضرت میمونہؓ کی بہن تھیں، ہجرت سے تین سال پہلے ان کی ولادت ہوئی وہ حضور ﷺ کی صحبت میں اکثر رہے اور انہیں حضور ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا بڑا موقعہ ملا انہیں قرآن پاک سے خصوصی لگاؤ تھا نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ قرآن کی دولت سے اللہ اسے مالا مال کردے حدیث کا متن یہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ چمٹالیا اور کہا اے اللہ اس کو قرآن کریم سکھا دے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

حضور ﷺ نے جب عبداللہ بن عباس کے حق میں یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تحویل

قرآن، حکمت قرآن اور علوم قرآن کے لئے ان کا سینہ کھول دیا آپ اپنے دور کے بڑے محدث اور عالم بنے انہیں دومرتبہ جبرئیلؑ کی زیارت بھی ہوئی یہ حضور ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ انہیں جب کوئی دیکھتا تو ان کے حسن و جمال کی تعریف کرتا جب حضرت ابن عباس گفتگو کرتے تو سننے والا انہیں بڑا فصیح و بلیغ کہتا، جب کوئی ان سے حدیث کی بات سنتا تو پکار اٹھتا کہ یہ اپنے دور کے بہت بڑے محدث ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے غرضیکہ علم قرآن کی بناء پر حضرت ابن عباسؓ کو بڑا بلند مقام حاصل ہوا ہے۔

قرآن پاک کو سیکھنا مشک کی طرح ہے

قرآن پاک کو سیکھنا اور پھر اس کی تلاوت کرتے رہنا، بڑا ہی افضل ہے حضور ﷺ نے علم قرآن کے حاصل کرنے کو ایک مثال سے سمجھایا ہے جو یہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کریم سیکھو اس کی تلاوت کرو کیونکہ قرآن کریم کو سیکھنے اس کی تلاوت کرنے اور اس کے ساتھ قیام کرنے کی مثال ایسی ہے جس طرح مشک کی تھیلی کو مکان میں جتنی مرتبہ لایا جاتا ہے تو اس کو معطر کر دیتی ہے اس کی مثال جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور اس پر عمل نہ کیا تو وہ اس کے پیٹ میں اس تھیلی کی مانند ہے جو مشک کی تھیلی پر چڑھی ہوئی ہے۔

(بحوالہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

ف...... علامہ ملا علی قاریؒ نے اس کا مفہوم بتایا ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی جو شخص قرآن کی تعلیم حاصل کرتا ہے پھر پابندی کے ساتھ اس کی تلاوت کرتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے ایسے شخص کے لئے قرآن ایک مشک کھلی ہوئی تھیلی کی مانند ہے جس کی خوشبو ہر طرف پھیل رہی ہو اس سے ہر شخص فیض یاب اور مستفید ہو رہا ہو اور جو اس کا علم حاصل تو کرتا ہے مگر اس کے مطابق عمل اور اس کی تلاوت سے غافل رہتا ہے اس کا حال مشک کی بند تھیلی کا سا ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ جس نے قرآن کریم کا علم حاصل کرلیا اس کو دنیا کی نہایت قیمتی اور عمدہ خوشبو مشک کی تھیلی ہاتھ آگئی اب اگر وہ اس کا اہتمام کرتا ہے تو اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے، اور اگر وہ اس سے دلچسپی نہ رکھے تب بھی اس کے پاس مشک کا سرمایہ تو محفوظ ہی رہتا ہے، یہ بھی ایک تمثیل ہے ورنہ دنیا میں اگر مشک سے بھی کوئی قیمتی اور عمدہ خوشبو پائی جاتی ہو اس سے بھی قرآن کا علم اوراس کی تلاوت کہیں بڑھ کر ہے اس لئے کہ کوئی بھی خوشبو ہوگی وہ ایک حد تک ہوگی اور ختم ہونے والی ہوگی لیکن قرآن کا علم، اس کی تلاوت کے اجر وثواب کی نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی انتہا اور نہ اس کے لئے زوال وفناء ہے۔

حضور ﷺ نے اس حدیث میں قرآن کی تعلیم کا حکم فرمایا ہے ابو محمد جوینی نے کہا ہے قرآن کا علم حاصل کرنا اوراس کی تعلیم دینا فرض کفایہ ہے تاکہ قرآن کے سلسلے میں اب تک جو تواتر رہا ہے، یہ ختم نہ ہوسکے، اور تبدیل وتحریف کا دروازہ ہمیشہ ہی کے لئے بند رہے۔ علامہ زرکشیؒ نے فرمایا ہے جب کسی شہر یا بستی میں قرآن کی تلاوت کرنے والا کوئی نہ ہو تو سب گنہگار ہوں گے، علامہ ملا علی قاریؒ زرکشی کے قول کی تشریح لکھتے ہیں کہ زرکشی کے کلام سے یہ ظاہر ہے کہ ہر شہر اور بستی کے اندر کسی نہ کسی کو ایسا ضرور ہونا چاہیے جو قرآن کی تلاوت کرسکے کیونکہ قرآن کے کچھ حصہ کا علم حاصل کرنا سب کے لئے فرض عین ہے۔

قرآن فتنوں سے نجات کا ذریعہ ہے

قرب قیامت کے زمانے میں بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے جو اہل ایمان کے لئے بڑے ہی خطرناک ہوں گے وہ فتنے کہیں انسان کے ایمان کو خراب کرنے کے درپے ہوں گے کہیں لوگوں کو صراط مستقیم سے گمراہ کرنے کی کوششیں ہوں گی کہیں اہل ایمان کو راہِ حق سے ہٹانے کی تدبیریں ہوں گی کہیں عابدوں کو عبادت سے راہ فرار سکھانے والے اٹھیں گے۔ اے نبی کے متوالو ایسے پرفتن دور میں راہ حق پر قائم رہنے کا

ذریعہ صرف قرآن ہوگا کیوں کہ جو قرآن سے وابستہ رہے گا وہ ہر فتنے سے بچتا چلا جائے گا، اللہ کے نبی نے فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور اس بات کی خبر دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے حضور ﷺ نے پوچھا کہ ان فتنوں سے محفوظ رہنے کا کیا طریقہ ہے حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ قرآن مجید۔ جو شخص اللہ کی کتاب کو کثرت سے پڑھتا رہے گا اللہ اسے فتنوں سے بچالے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے، اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی قوم اپنے قلعے میں محفوظ ہو اور اس کی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے، اسی جانب میں اللہ کے کلام کو اس کا محافظ پائے گا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا۔

قرآن پڑھنے والے قیامت کے دن بے خوف ہوں گے

روزِ قیامت چونکہ جزا اور سزا کا دن ہے اس لئے اس روز لوگوں کے دلوں پر بڑا خوف چھایا ہوا ہوگا کہ نہ جانے ان کے اعمال کا کیا فیصلہ ہو جائے، مگر اس خوفناک وقت میں قرآن پڑھنے والے بے خوف ہوں گے اس کے بارے میں حدیث یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو قیامت کا خوف دامن گیر نہ ہوگا، نہ ان کو حساب کتاب دینا پڑے گا، حتیٰ کہ مخلوق اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو۔ جبکہ وہ مشک کے ٹیلوں پر تفریح کریں گے ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا اور امامت کی اس طرح سے کہ مقتدی اس سے راضی رہے دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کے لئے بلاتا ہو صرف اللہ کے واسطے، تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ رکھے اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔ (بحوالہ طبرانی)

علم قرآن فیضان نبوت ہے

علم قرآن درحقیقت فیضان نبوت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اس نے نبی کے لائے ہوئے علم کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا، گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی، حامل قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ غصہ والوں کے ساتھ غصہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

ف..... فرمایا جس نے تہائی قرآن پڑھا اسے نبوت کا تہائی عطا کیا گیا اور جس نے نصف قرآن پڑھا، اسے نبوت کا نصف عطا کیا گیا اور جس نے دو تہائی پڑھا اسے دو تہائی نبوت کا عطا کیا گیا اور جس نے پورا قرآن پڑھا، اسے پوری نبوت عطا کی گئی مگر اس کی طرف وحی نہیں کی گئی، قیامت کے دن اسے کہا جائے گا پڑھ اور چڑھ تو وہ پڑھے گا اور ہر آیت کے ساتھ ایک ایک درجہ بڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ قرآن کی آیات ختم ہو جائیں گی پھر کہا جائے گا سمیٹ لو، وہ سمیٹ لے گا پھر کہا جائے گا کیا تم جانتے ہو تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو اچانک دیکھے گا کہ اس کے دائیں ہاتھ میں خلد ہے اور دوسرے ہاتھ میں نعیم ہے۔ (بحوالہ کنز العمال)

حضرت حسنؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قرآن کی تلاوت کی بیشک اس نے نبوت کو اپنے دونوں پہلوؤں کے درمیان اپنے قریب کرلیا، البتہ اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی، صاحب قرآن کو مناسب نہیں کہ عجلت (جلدی) کرے یا جہالت کرے یعنی بھلا دے جب کہ اس کے سینے میں اللہ تعالیٰ کا کلام موجود ہے۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

قرآن موجب خیر و برکت ہے

قرآن کریم ہر لحاظ سے خیر و برکت کا باعث ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ جس گھر میں قرآن پڑھا جائے وہاں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور شیطان اس سے بھاگ جاتے ہیں، اہل وعیال میں فراخی ہوتی ہے، بھلائی زیادہ ہوتی ہے اور برائی کم ہوجاتی ہے اور جس گھر میں قرآن نہ پڑھا جائے اس میں شیاطین حاضر ہوتے ہیں فرشتے بھاگ جاتے ہیں، اہل وعیال میں تنگی ہوجاتی ہے بھلائی کم اور برائی زیادہ ہوجاتی ہے۔

(بحوالہ کنز العمال)

حضرت حکیم بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کریم سے برکت حاصل کرو کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم اور لوگوں کی مثال زمین اور بادل کی سی ہے، جب کہ زمین خشک اور مردہ ہو، جب اللہ تعالیٰ اس پر بادل بھیجیں تو وہ پھولتی ہے پھر موسلا دھار مینہ بھیجیں تو پھولتی بڑھتی ہے پھر ہمیشہ ندی نالوں سے سیراب ہوتی ہے، یہاں تک کہ بیج دیتی ہے اور بیج اگ آتا ہے اور پودا بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ زمین کی زینت کو اور لوگوں اور چوپایوں کی روزی کو نکالتے ہیں اور یہی عمل قرآن کریم کا لوگوں کے ساتھ ہے۔ (بحوالہ کنز العمال)

حامل قرآن کی عزت کی جائے

حامل قرآن کی ہمیں عزت کرنی چاہیے کیونکہ حامل قرآن، قرآن کو پڑھتا ہے ور مضبوطی سے اس کے احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے اس لئے وہ معاشرے میں ہر لحاظ سے معزز ہوتا ہے اس کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان یہ ہے۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حامل قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا جس نے اس کی عزت کی بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی، اور جس نے اس کو ذلیل کیا پس اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

حامل قرآن کی فضیلت

حامل قرآن کو دوسرے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے، جیسے خالق کی فضیلت مخلوق پر ہے اس کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان یہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حاملین قرآن کی فضیلت اس شخص پر جو حامل قرآن نہیں ایسی ہے جیسے خالق کی فضیلت مخلوق پر ہے۔

(بحوالہ کنز العمال)

حامل قرآن کی دعا قبول ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ حامل قرآن کی ہر جائز دعا قبول فرماتا ہے چونکہ حامل قرآن اکثر قرآن پڑھتا اور پڑھاتا ہے جس کی بناء پر وہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حامل قرآن کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (بحوالہ کنز العمال)

امت کے بہترین لوگ حاملین قرآن ہیں

قرآن پاک کو پڑھنے پڑھانے سمجھنے اور سمجھانے والے تلاوت کرنے والے قرآن کو حفظ کرنے والے غرضیکہ قرآن پاس سے کسی نہ کسی طرح تعلق رکھنے والے امت کے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے اشراف حاملین قرآن اور رات کو عبادت کرنے والے ہیں۔ (بحوالہ طبرانی)

قرآن قرب الٰہی کا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے قرآن پاک سب سے بہترین ذریعہ ہے۔ حضرت جبیر بن نوفلؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کا افضل ذریعہ قرآن پاک ہے۔ (بحوالہ کنز العمال)

تلاوتِ قرآن اور ہر مرض سے شفا

سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی پہلی سورت ہے جو بہت بڑی فضیلت والی سورت ہے، سورۂ فاتحہ کا ورد رکھنا، دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سورۂ فاتحہ میں ہر مرض سے شفا ہے، ایک حدیث میں اس کو قرآن کی سب سے بڑی سورت فرمایا ہے، لمبی سورتیں تو اور بھی ہیں مگر عظمت کے اعتبار سے یہ سب سے بڑی ہے اس کی بہت برکات ہیں، نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے ایک حدیث میں فرمایا کہ سورۃ فاتحہ جیسی سورت نہ تو توریت میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ قرآن میں۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

حامل قرآن کی دعا

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حامل قرآن کی دعا مقبول ہے جب وہ دعا کرتا ہے تو قبول کرلیجاتی ہے۔ (بیہقی)

تشریح...... حامل قرآن سے بظاہر حافظ قرآن مراد ہے اور وہ شخص بھی مراد ہوسکتا ہے جو ہر وقت قرآن ہی میں لگا رہے، پڑھنے پڑھانے کا شغل رکھے واللہ اعلم۔

قرآن مجید حفظ کرنے کے بہت سے فضائل دیگر احادیث شریفہ میں وارد ہوئے ہیں ان میں سے ایک فضیلت تو اسی حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ قرآن کریم کی برکت سے حافظ قرآن کی دعا کو شرف قبولیت بخشا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص نے قرآن شریف پڑھا اور اس کو خوب یاد کرلیا اور اس کے حلال کو حلال رکھا اور اس کے حرام کو حرام رکھا تو خدا تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کردے گا اور اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے لوگوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا جن کے لئے دوزخ میں جانا واجب ہوگا۔ (ترمذی شریف)

تلاوتِ قرآن کا اہتمام دنیا میں نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت

فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمادیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

ف...... تقویٰ حقیقتاً تمام امور کی جڑ ہے جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جاوے اس سے پھر کوئی بھی معصیت نہیں ہوتی اور نہ پھر اس کو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے۔ ''ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب'' جو شخص تقویٰ حاصل کرے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے ہر تنگی میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اس طرح اس کو روزی پہنچاتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

شرح احیاء میں ابو نعیم سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسطؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کے لئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے۔ یہ حدیث ترغیب وغیرہ میں اتنی ہی نقل کی گئی، یہ مختصر ہے اصل روایت بہت طویل ہے جس کو ابن حبان وغیرہ سے ملا علی قاریؒ نے مفصل اور سیوطیؒ نے کچھ مختصر نقل کیا ہے۔ اگر چہ ہمارے رسالہ کے مناسب اتنا ہی جزو ہے جو اوپر گذر چکا مگر چونکہ پوری حدیث بہت سے ضروری اور مفید مضامین پر مشتمل ہے اس لئے تمام حدیث کا مطلب ذکر کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے کل کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سو صحائف اور چار کتابیں۔ پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے اور ان کے علاوہ چار کتابیں توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف نازل فرمائی میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی۔ ارشاد فرمایا کہ وہ سب ضرب الامثال تھیں مثلاً او متسلط ومغرور بادشاہ میں نے تجھ کو اس لئے نہیں بھیجا تھا

کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرتا رہے میں نے تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے اس لئے کہ میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا اگر چہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو، بندہ ناچیز کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہؓ کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجا کرتے تھے تو منجملہ اور نصائح کے اس کو بھی اہتمام سے فرمایا کرتے تھے۔ ''**واتق دعوة المظلوم فانه ليس بينها وبين الله حجاب**'' کہ مظلوم کی بد دعا سے بچنا اس لئے کہ اس کے اور اللہ جل شانہ کے درمیان میں حجاب اور واسطہ نہیں۔

نیز ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لئے ضروری ہے جب تک کہ وہ مغلوب العقل نہ ہو جائے کہ اپنے تمام اوقات کو تین حصوں پر منقسم کرے۔

ایک حصہ میں اپنے رب کی عبادت کرے اور ایک حصہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ کتنے کام اچھے کئے اور کتنے بُرے، اور ایک حصہ کو کسب حلال میں خرچ کرے عاقل پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی نگہبانی کرے، اپنے حالات کی درستگی کی فکر میں رہے۔ اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے۔ جو شخص اپنے کام کا محاسبہ کرتا رہے گا اس کی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔ عاقل کے لئے ضروری ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ سفر نہ کرے، یا آخرت کے لئے توشہ مقصود ہو یا کچھ فکرِ معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ مباح ہو۔

میں نے پوچھا یا رسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی۔ ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں مثلاً۔

میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو (اس لئے کہ جب کسی شخص کو مثلاً یہ یقین ہو جاوے کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا عنقریب سولی پر چڑھنا ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش نہیں ہو سکتا)

میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ اس کو موت کا یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے۔

میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث، تغیرات، انقلابات ہر وقت دیکھتا

ہے پھر دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے۔

میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو تقدیر کا یقین ہے پھر رنج و مشقت میں مبتلا ہوتا ہے۔

میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہے پھر نیک اعمال نہیں کرتا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں حضور ﷺ نے سب سے اول تقویٰ کی وصیت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام امور کی بنیاد اور جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور بھی اضافہ فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کا اہتمام کرو کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آسمان میں ذخیرہ ہے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ زیادہ ہنسی سے احتراز کرو، کہ اس سے دل مر جاتا ہے، چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے (یعنی ظاہر و باطن دونوں کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے) میں نے اور اضافہ کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جہاد کا اہتمام کرو کہ میری امت کے لئے یہی رہبانیت ہے (راہب پہلی امتوں میں وہ لوگ کہلاتے تھے کہ جو دنیا کے سب تعلقات منقطع کر کے اللہ والے بن جائیں) میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد فرمایا کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ میل جول رکھ، ان کو دوست بنا، ان کے پاس بیٹھا کر۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ اپنے سے کم درجے والے پر نگاہ رکھا کر (تاکہ شکر کی عادت ہو) اپنے سے اوپر کے درجہ والوں کو مت دیکھ، مبادا اللہ کی نعمتوں کی جو تجھ پر ہیں تحقیر کرنے لگے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے عیوب لوگوں پر حرف گیری سے روک دیں اور ان کے عیوب پر اطلاع کی کوشش مت کر، کہ تو ان میں خود مبتلا ہے۔ تجھے عیب لگانے کے لئے کافی ہے کہ تو لوگوں میں ایسے عیب پہنچانے جو تجھ میں خود موجود ہیں اور تو ان سے بے خبر ہے اور ایسی باتیں ان میں پکڑے جن کو تو خود کرتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اپنا دستِ شفقت میرے سینے پر مار کر ارشاد فرمایا کہ ابوذر تدبیر کے برابر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنے کے برابر تقویٰ نہیں اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں۔ (بحوالہ از فضائل اعمال)

تلاوت کلام پاک کرنے والوں کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوت کلام پاک اور اس کا دور نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

ف...... اس حدیث شریف میں مکاتب اور مدرسوں کی خاص فضیلت ذکر فرمائی گئی جو بہت سی انواع اکرام کو شامل ہے۔ ان میں سے ہر ہر اکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر خرچ کر دے تب بھی ارزاں ہے۔ پھر چہ جائیکہ ایسے ایسے متعدد انعامات فرمائے جائیں۔ بالخصوص آخری فضیلت، آقا کے دربار میں ذکر، محبوب کی مجلس میں یاد ایک ایسی نعمت ہے جس کا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی۔

سکینہ کا نازل ہونا متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اس کے مصداق میں مشائخ حدیث کے چند اقوال ہیں لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ سب کا مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔

حضرت علیؓ سے سکینہ کی تفسیر یہ نقل کی گئی کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے۔

علامہ سدیؒ سے نقل کیا گیا کہ وہ جنت کے ایک تخت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے اس میں انبیاء کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ خاص رحمت ہے۔

طبریؒ نے اس کو پسند کیا ہے کہ اس سے سکون قلب مراد ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ طمانیت مراد ہے۔

بعض نے اس کی تفسیر وقار سے کی ہے۔

کسی نے ملائکہ سے بعض نے اور بھی اقوال کہے ہیں۔

حافظؒ کی رائے فتح الباری میں یہ ہے کہ سکینہ کا اطلاق سب پر آتا ہے۔

نوویؒ کی رائے ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت، رحمت وغیرہ کو اور ملائکہ کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے " **فانزل الله سكينته عليه** " دوسری جگہ ارشاد ہے " **هو الذى انزل السكينة فى قلوب المؤمنين** " ایک جگہ ارشاد ہے " **فى سكينة من ربكم** " غرض متعدد آیات میں اس کا ذکر ہے اور احادیث میں متعدد روایت میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے۔

احیاء العلوم میں نقل کیا گیا ہے کہ ابن ثوبانؓ نے اپنے کسی عزیز سے اس کے ساتھ افطار کا وعدہ کیا مگر دوسرے روز صبح کے وقت پہنچے۔ انھوں نے شکایت کی تو کہا اگر میرا تم سے وعدہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا کہ کیا مانع پیش آیا۔ مجھے اتفاقاً دیر ہوگئی تھی حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت آ گیا۔ خیال ہوا کہ وتر بھی ساتھ ہی پڑھ لوں کہ موت کا اطمینان نہیں کبھی رات میں مرجاؤں اور وہ ذمہ پر باقی رہ جائیں میں دعائے قنوت پڑھ رہا تھا کہ مجھے جنت کا ایک سبز باغ نظر آیا جس میں ہر نوع کے پھول وغیرہ تھے اس کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوا کہ صبح ہوگئی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو بزرگوں کے حالات میں درج ہیں۔ لیکن ان کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب ماسوا سے انقطاع ہو جائے اور اسی جانب توجہ کامل ہو جائے۔

ملائکہ کا ڈھانکنا بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اسید بن حضیرؓ کا مفصل قصہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ انھوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک ابر سا چھایا ہوا محسوس کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو قرآن شریف سننے کے لئے آئے تھے۔ ملائکہ اژدہام کی وجہ سے ابر سا معلوم ہوتے تھے۔

ایک صحابیؓ کو ایک مرتبہ ابر سا محسوس ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا۔ یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔ مسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصل آئی ہے جس میں اور بھی مضامین ہیں۔ اخیر میں ایک جملہ یہ بھی زیادہ ہے **من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه**۔ (جس شخص کو اس کے برے اعمال رحمت سے دور کریں اس کا

عالی نسب ہونا، اونچے خاندان کا ہونا رحمت سے قریب نہیں کرسکتا) ایک شخص جو پشتانی شریف النسب ہے مگر فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس رذیل اور کم ذات مسلمان کی برابری کسی طرح بھی نہیں کرسکتا جو متقی پرہیزگار ہے۔ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (بحوالہ از فضائل اعمال)

تلاوتِ قرآن اور دل کا منور ہونا

سورۂ کہف پندرہویں پارے کے آدھے پر الحمدُ للہِ الّذی سے شروع ہوتی ہے، اس سورت کے پڑھنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لی اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہے گا) یعنی اس کا دل منور رہے گا یا یہ مطلب ہے کہ جمعہ کے دن ایک بار اس کے پڑھ لینے سے اس کی قبر میں بقدر ایک ہفتہ کے روشنی رہے گی، اگر کوئی ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرے تو اسے موت کے بعد بھی نور ہی نور نصیب ہوگا (گو تمام اعمال صالحہ روشنی کا سبب ہیں) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۂ کہف کی اول کی تین آیات پڑھ لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

تلاوتِ قرآن اور ستر ہزار فرشتوں کی دعائے خیر

حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اعوذُ باللہِ السَّمیعِ العَلیمِ مِنَ الشَّیطانِ الرَّجیمِ پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستّر ہزار فرشتے مقرر فرمادیں گے جو اس دن شام تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اگر اس دن میں مر جائے گا تو شہید ہونے کا درجہ پائے گا اور جس نے یہ عمل شام کو کرلیا تو اس کو بھی یہی نفع ہوگا یعنی صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اس رات میں مرجائے گا تو شہادت کا درجہ پائے گا، سورۂ حشر اٹھائیسویں پارہ میں ہے

اس کی آخری تین آیتیں هُوَ اللہُ الَّذِی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے ختم سورۃ تک۔

تلاوتِ قرآن اور جنت میں داخلہ

حضرت انس ؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے روزانہ دوسو مرتبہ سورۂ قل ھواللہ احد، پڑھ لی اس کے پچاس سال کے گناہ (صغیرہ) اعمال نامہ سے مٹا دیئے جائیں گے۔ ہاں اگر اس کے اوپر کسی کا قرض ہوتو وہ معاف نہ ہوگا۔

(بحوالہ ترمذی شریف)

نیز حضرت انس ؓ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو مرتبہ قل ھواللہ احد، پڑھ لے تو قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوگا اے میرے بندے تو اپنی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہوجا۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو سورۃ قل ھواللہ احد پڑھتے سن لیا۔ آپ نے فرمایا (اس کے لئے) واجب ہوگئی۔ میں نے پوچھا کیا؟ فرمایا، جنت۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس سورت یعنی قل ھواللہ احد سے محبت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا اس محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔ حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھ لی اس کے لئے جنت میں ایک محل بنادیا جائے گا اور جس نے بیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں دو محل بنادیئے جائیں گے اور جس نے تیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں تین محل بنادیئے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ، اللہ کی قسم اس صورت میں تو ہم بہت زیادہ محل بنالیں گے، آپ نے فرمایا اللہ بہت بڑا داتا ہے جتنا عمل کرلو گے اس کے پاس اس سے بہت زیادہ انعام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ سے فرمایا

کیاتم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ روزانہ ہزار آیات پڑھ لو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کسے طاقت ہے کہ روزانہ ہزار آیات (پابندی) سے بلاناغہ) پڑھے آپ نے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ سورۃ التکاثر پڑھ لو۔

تلاوتِ قرآن فتنہ دجال سے حفاظت

جمعہ کے دن صبح سے شام تک جس وقت ممکن ہو سورۂ کہف ایک مرتبہ پڑھا کریں۔ یہ اختیار ہے صبح کو یا شام کو جس وقت چاہیں مکان میں یا مسجد میں جس جگہ سہولت ہو موقعہ مل جائے پڑھ لیا کریں، حفظ پڑھیں یا قرآن میں دیکھ کر پڑھیں۔

حضرت ابن عمرؓ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا اس کے لئے قیامت کے دن ایسی روشنی ہوگی جو اس کے قدم کے نیچے سے آسمان تک بلند ہوگی اور جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے، دوسری حدیث میں اس کے پڑھنے کے مقام سے مکہ تک یا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک روشنی حاصل ہونا مذکور ہے، امام غزالیؒ نے "احیاء العلوم" میں اس روایت میں مزید فضیلت ذکر کی ہے کہ اس پر ستر ہزار فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں ، اور درد اور پیٹ کے پھوڑے اور ذات الجنب اور برص اور جذام اور دجال کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے، کئی حدیثوں میں سورۂ کہف کی شروع یا آخری کی دس آیات پڑھنے پر فتنہ دجال سے محفوظ ہونے کا ذکر ہے۔ (بحوالہ رواہ مسلم، ابوداود، الترمذی)

جمعہ کی نماز اور سنتوں سے فراغت کے بعد یہ تین سورتیں "قل ھو اللہ احد ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس" سات مرتبہ پڑھا کریں۔

اللہ تعالیٰ کی تلاوت

حکیم ترمذی نے بریدہؓ کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد عالی نقل کیا ہے کہ اہل جنت روزانہ حضرت جبار کے پاس دو مرتبہ جائیں گے اور رب تعالیٰ ان کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرمائیں گے، اور ان میں سے ہر جنتی اپنے اعمال کے درجہ کے

موافق موتی یا قوت زمرد اور سونے چاندی کے منبروں کی مخصوص نشست گاہ پر قرار پذیر ہوگا تو اہل جنت کو تلاوت الہیٰ سے جس قدر حظ ولطف اور آنکھوں میں ٹھنڈک حاصل ہوگی اس قدر کسی بھی نعمت سے حاصل نہ ہوگی، اور ایسی عظیم اور حسین آواز آج تک ان کے سننے میں نہیں آئی ہوگی پھر اگلے روز ایسی ہی نعمت کے حصول تک وہ لوگ خوشی خوشی اپنی منزلوں اور فرحت بخش نعمتوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (ترمذی شریف)

تلاوت والے گھر میں برکات

حضرت انسؓ سے مرفوعا منقول ہے کہ جب گھر میں قرآن شریف پڑھا جائے تو اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور شیاطین دور بھاگ جاتے ہیں اور اپنے رہنے والوں کے لئے وہ گھر فراخ اور کشادہ ہوجاتا ہے، اس میں خیر و بھلائی زیادہ ہوجاتی ہے اور شر وفساد کم ہوجاتا ہے، جب گھر میں قرآن شریف نہ پڑھا جائے تو اس میں شیاطین حاضر ہوتے ہیں اور فرشتے اس مکان سے دور بھاگ جاتے ہیں اور اپنے رہنے والوں کے لئے وہ گھر تنگ وچھوٹا ہوجاتا ہے، اس میں خیر وبرکت کم ہوجاتی ہے، شر وفساد زیادہ ہوجاتا ہے۔

خوشحالی کا حقیقی مستحق

اعمش حضرت خیثمہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ایک عورت کا گذر ہوا تو اس نے کہا کہ خوشحالی ومبارکبادی ہو اس پیٹ کے لئے جس نے آپ کو اٹھایا اور اس پستان کے لئے جس سے آپ نے دودھ پیا، اس پر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، بلکہ خوشحالی ومبارکبادی ہو اس شخص کے لئے جس نے قرآن پڑھا اور پھر اس پر عمل بھی کیا۔ (حلیۃ الاولیاء)

دلوں کی صفائی

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دلوں کو بھی

زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے، دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! تو پھر ان دلوں کی صفائی کی کیا صورت ہے؟ فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن شریف کی زیادہ تلاوت کرنا۔ (البیہقی)

رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ اوقات میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت کے وقت ۔۲۔ جنگ میں مسلمانوں اور کافروں کی صف بندی کے وقت ۔۳۔ بارش ہونے کے وقت ۔۴۔ مظلوم کی دعاء کے وقت ۔۵۔ اذان کے وقت۔

(طبرانی)

تلاوت کے مختلف درجات

حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کے تلاوت سے افضل ہے، اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ نفلی روزے سے افضل ہے اور روزہ ڈھال ہے آگ سے۔ (البیہقی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کے لئے ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی، اور جس نے نماز میں میں بیٹھ کر پڑھا اس کو پچاس نیکیاں، اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں اور جو شخص پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لئے بھی ہر حرف کے بدلہ ایک نیکی ہے۔ (احیاء العلوم)

دنیا میں نور اور آخرت میں ذخیرہ

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ

وصیت فرمائیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تقویٰ کا اہتمام کیا کروکہ وہ تمام امور کی جڑ ہے، میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمادیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کیا کروکہ دنیا میں یہ نور ہے، اورآخرت میں ذخیرہ۔

(ابن حبان)

فرشتہ کے ذریعہ حفاظت

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو مسلمان بھی اپنے بستر پر لیٹتے وقت کتاب اللہ کی کوئی سی سورت پڑھ لے اس پر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرمادیتے ہیں جو اس کے نیند سے بیدار ہونے تک کسی بھی موذی چیز کو اس کے قریب نہیں پھٹکنے دیتا، خواہ وہ جب بھی بیدار ہو۔ (ترمذی شریف)

آسان تجارت

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب پاک کا ایک حرف پڑھے اس کے لئے اس حرف کے بدلہ میں ایک نیکی ہے، اور ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ پورا الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف ہے۔

(ترمذی شریف)

ایک خوشنویس یہودی کا اسلام قبول کرنا

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

''امام قرطبیؒ نے سند متصل کے ساتھ ایک واقعہ امیر المومنین مامون کے دربار کا نقل کیا ہے کہ مامون کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس کے دربار میں علمی مسائل پر بحث ومباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے، جس میں ہر اہل علم کو آنے کی اجازت تھی، ایسے ہی ایک مذاکرہ میں ایک یہودی بھی آگیا، جو صورت وشکل اور لباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا پھر گفتگو کی تو وہ بھی فصیح وبلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی، جب

مجلس ختم ہوگئی تو مامون نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس نے اقرار کیا، بات تمام ہوگئی، یہ شخص چلا گیا، پھر ایک سال کے بعد یہی شخص مسلمان ہو کر آیا اور مجلس مذاکرہ میں فقہ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر اور عمدہ تحقیقات پیش کیں، مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اس کو بلا کر کہا تم وہی شخص ہو جو سال گذشتہ آئے تھے؟ جواب دیا ہاں وہی ہوں، مامون نے پوچھا کہ اس وقت تو تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا پھر اب مسلمان ہونے کا سبب کیا ہوا؟

اس نے کہا میں یہاں سے لوٹا تو میں نے موجودہ مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا، میں ایک خطاط اور خوشنویس آدمی ہوں، کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں تو اچھی قیمت سے فروخت ہو جاتی ہیں، میں نے امتحان کرنے کے لئے ''تورات'' کے تین نسخے کتابت کئے، جن میں بہت جگہ اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی اور یہ نسخے لے کے میں کنیسہ میں پہنچا، یہودیوں نے بڑی رغبت سے ان کو خرید لیا، پھر اسی طرح انجیل کے تین نسخے کمی و بیشی کے ساتھ کتابت کر کے نصاریٰ کے عبادت خانہ میں لے گیا وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدر و منزلت کے ساتھ یہ نسخے مجھ سے خرید لئے، پھر یہی کام میں نے قرآن کے ساتھ کیا، اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کئے جن میں اپنی طرف سے کمی و بیشی کی تھی، ان کو لے کر جب میں فروخت کرنے کے لئے نکلا تو جس کے پاس لے گیا اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں، جب کمی بیشی نظر آئی تو اس نے مجھے واپس کر دیا۔

اس واقعہ سے میں نے یہ سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے، اس لئے مسلمان ہو گیا۔

قرآن کریم کے کچھ اور فضائل

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

" من قرالقبر آن رائی ان احدااوتی الفضل مما اوتی فقد ااستصغر ما

عظمه الله تعالیٰ"۔ (طبرانی .عبدالله ابن عمرو)

جس شخص نے قرآن پڑھا اور پھر یہ خیال کیا کہ کسی شخص کو مجھ سے زیادہ ملا ہے تو اس نے گویا اللہ کی بڑی کی ہوئی چیز کو چھوٹا سمجھا۔

"مامن شفیع افضل منزلة عندالله تعالیٰ من القرآن لا نبی ولا ملک ولا غیره"۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن پاک سے بڑھ کر کوئی بلند مرتبہ شفیع نہیں ہوگا نہ نبی، نہ فرشتہ اور نہ کوئی اور شخص۔

"لو کان القرآن فی اهاب مامسته النار"۔ (طبرانی، ابن ماجہ، سہل ابن سعدؓ)

اگر قرآن کریم چمڑے میں ہوتا تو اسے آگ نہ چھوتی۔

افضل عبادة امتی قلاوة القرآن. (ابونعیم فضائل قرآن۔نعمان بن بشیرؓ انس۔)

میری امت کی افضل ترین عبادت قرآن کی تلاوت ہے۔

"انا الله عزوجل قراء طه یٰس قبل ان یخلق الخلق بالف عام فلما سمعت الملائکة القرآن قالت طوبی لامة ینزل علیهم هذا طوبی لاجواف تحمل هذا وطوبی لا لسنته تنطق بهذا"۔ (دارمی، ابوہریرہؓ۔سند ضعیف)

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش سے ایک ہزار برس پہلے طٰہٰ اور یٰسین کی تلاوت فرمائی، جب فرشتوں نے قرآن کریم کی آیات سنی تو کہنے لگے اس امت کے لئے خوشخبری ہو جن پر یہ آیات نازل ہوں گی، ان سینوں کے لئے خوشخبری ہو جو انہیں یاد کریں گے اور ان زبانوں کے لئے خوشخبری ہو جو انہیں پڑھیں گی۔

"خیر کم من تعلم القرآن و علمه" (بخاری، عثمان ابن عفانؓ)

تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے۔

"من شغله القرآن عن ذکری او مسئلتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین" (ترمذی۔ابوسعیدؓ)

جو شخص قرآن کی تلاوت کی وجہ سے میرا ذکر نہیں کر پاتا یا مانگ نہیں پاتا میں اسے

مانگنے والوں سے بہتر عطا کرتا ہوں۔

''ثلاثة يوم القيامة على كثيب من مسك اسود لا يهولهم فزع ولا ينالهم حساب حتى يفرغ مما بين الناس رجل قرء القرآن ابتغاء وجه الله عزوجل وئام به قوما وهم به رضون الخ''. (طبرانی جامع صغیر، ابن عمرؓ)

تین آدمی قیامت کے روز مشک کے سیاہ ٹیلوں پر ہوں گے نہ انہیں گھبراہٹ ہوگی اور نہ ان کا حساب ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان کے معاملے سے فراغت ہو، ایک شخص وہ جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے قرآن پڑھا اور اس حال میں لوگوں کی امامت کی کہ وہ اس سے خوش تھے۔

''اهل القرآن اهل الله وخاصته''. (نسائی فی الکبریٰ، ابن ماجہ، حاکم انسؓ)

اہل قرآن اللہ والے اور اس کے مخصوص لوگ ہیں۔

''ان هذا القلوب تصدا كما يصدا الحديد قيل ما جلاء ها قال تلاوة القرآن و ذكر الموت''. (بیہقی فی الشعب۔ ابن عمرؓ)

یہ دل لوہے کی طرح زندگی آلودہ ہو جاتے ہیں کسی نے عرض کیا قلوب کا جلاء کیا ہے، فرمایا قرآن کریم کی تلاوت اور موت کی یاد۔

''الله اشد اذنا الى قارى القرآن من صاحب القينا الى قينة''.

(ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم۔ فضالہ ابن عبیدؓ)

گانے والی لونڈی کا مالک اپنی لونڈی کا گانا جس توجہ سے سنتا ہے اس سے کہیں زیادہ توجہ سے اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کی تلاوت سنتا ہے۔

ذیل میں اکابرین امت کے اقوال بیان کئے جارہے ہیں۔

ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم ضرور پڑھا کرو، اور ان لٹکے ہوئے صحائف سے دھوکہ مت کھاؤ، اللہ تعالیٰ اس شخص کو عذاب نہیں دے گا جس کے سینے میں قرآن ہو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں، جب تم علم حاصل کرنا چاہو تو قرآن سے ابتداء کرو، اس لئے کہ قرآن میں اولین وآخرین کا علم ہے، یہ بھی فرمایا کہ قرآن

پاک کی تلاوت کیا کرو تمہیں اس کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملیں گی، میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے۔ل ایک حرف ہے۔ میم ایک حرف ہے، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جب تم میں کوئی اپنے نفس سے درخواست کرے تو قرآن ہی کے سلسلے میں کرے، اگر تمہارا نفس قرآن سے محبت رکھتا ہوگا، تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے بھی محبت رکھے گا۔ اور اگر تمہارا نفس قرآن سے نفرت کرتا ہوگا تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے بھی نفرت کرے گا۔

حضرت عمرو بن العاص ؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی ہر آیت جنت کا ایک درجہ ہے، اور تمہارے گھروں کا چراغ ہے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اس کے دونوں پہلوؤں پر نبوت درج کر دی جاتی ہے، البتہ اس پر وحی نازل نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ گھر اپنے رہنے والوں پر وسیع ہو جاتا ہے، اس کی برکتیں بڑھ جاتی ہیں اس میں ملائکہ آتے ہیں اور شیطان نکل جاتے ہیں، اور جس گھر میں اللہ کی کتاب نہیں پڑھی جاتی وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ ہو جاتا ہے۔ اس کی برکتیں کم ہو جاتی ہیں اس سے ملائکہ نکل جاتے ہیں اور شیطان آجاتے ہیں۔

احمد حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، عرض کیا رب! تیری قربت کا افضل ترین ذریعہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا! قرآن کی تلاوت، میں نے عرض کیا سمجھ کے ساتھ یا بغیر سمجھے، فرمایا! دونوں طرح سے۔

محمد ابن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے روز لوگ اللہ تعالیٰ سے کلام پاک سنیں گے تو انہیں ایسا لگے گا کہ جیسے انہوں نے اس سے پہلے کبھی قرآن نہ سنا ہو۔

فضیل ابن عیاضؒ کہتے ہیں کہ حافظ قرآن کو ایسا ہونا چاہئے کہ بادشاہ سے لے کر ادنیٰ درجے کے ولی تک کسی کا بھی وہ محتاج نہ ہو، بلکہ سب لوگ اس کے محتاج ہوں، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حافظ قرآن اسلام کا علمبردار ہوتا ہے قرآن کی عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ لغو کاموں میں مشغول نہ ہو۔

سفیان ثوریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو فرشتے اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہیں۔

عمرو ابن میمونؒ فرماتے ہیں جو شخص نماز فجر کے بعد قرآن کریم کھول کر سو آیتیں تلاوت کرے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام دنیا والوں کے اعمال کے بقدر اس کے درجات بلند فرماتے ہیں۔

ایک حدیث میں خالد ابن عقبہ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے سامنے قرآن کی تلاوت کی جائے آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"ان اللہ یامر بالعدل و الا احسان الخ". (۱۴،۱۹آیت۹۰)

بیشک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان کا حکم دیتے ہیں۔

اس نے عرض کیا! دوبارہ پڑھئے، آپ نے دوبارہ یہی آیت تلاوت فرمائی، اس نے کہا قرآن میں تو بڑی حلاوت ہے اور انداز بیان کس قدر خوب صورت ہے یہ تو برگ و بار رکھنے والے درخت کی طرح ہے یہ کسی آدمی کا کلام نہیں ہوسکتا۔

حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم قرآن سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور قرآن کے بعد کوئی حاجت نہیں۔

فضیل ابن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح کے وقت سورۂ حشر کی آخری آیت تلاوت کرے اور اسی روز مر جائے یا شام کے وقت یہ آیت پڑھے اور اسی شب انتقال کر جائے تو اسے شہید کا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

قاسم ابن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس سے دل لگا رہے۔ انہوں نے قرآن پاک اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور فرمایا یہ میرا انیس ہے۔

حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تین اعمال ایسے ہیں جن سے حافظہ بڑھتا ہے، اور بلغم ختم ہو جاتا ہے۔

(۱) مسواک کرنا۔

(۲) روزہ رکھنا۔

(۳) قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ (بحوالہ جستہ جستہ از احیاء العلوم جلد......۱)

غافلین کی تلاوت

انس ابن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔

میسرؒ کہتے ہیں کہ فاسق وفاجر کے سینے میں قرآن بے یارومددگار آدمی کی طرح ہوتا ہے۔

سلمان دارانی ؒ فرماتے ہیں کہ دوزخ کے فرشتے بت پرستوں سے پہلے ان حفاظ قرآن کو پکڑیں گے جو قرآن پڑھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں۔

ایک عالم دین کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے اور درمیان میں بات چیت بھی کرتا رہتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے تجھے ہمارے کلام سے کیا تعلق۔

ابن الرماحؒ کہتے ہیں کہ میں قرآن پاک یاد کر کے پچھتایا اس لئے کہ قیامت میں حافظ قرآن سے وہ سوال ہوگا جو انبیاء علیہم السلام سے ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ حافظ قرآن بہت سی باتوں سے پہچانے جاتے ہیں رات میں جب لوگ سوتے ہیں تو وہ جاگتے ہیں دن میں جب لوگ گناہوں میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ لوگ عبادت کرتے ہیں، جب لوگ خوش ہوتے ہیں تو وہ غمگین ہوتے ہیں جب لوگ قہقہے لگاتے ہیں تو وہ روتے ہیں جب لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ خاموش نظر آتے ہیں جب لوگ تکبر کرتے ہیں تو وہ ڈرے ہوئے اور سہمے ہوئے رہتے ہیں حفاظ قرآن کو چاہیے کہ وہ نرم خو خاموش طبع ہوں، اکڑ، جفا کار، سخت گو اور شور مچانے والے نہ ہوں۔

حدیث میں ہے۔

''اقراء القرآن مانهاک فان لم ینهک فلست تقروه''۔

(طبرانی،عبداللہ ابن عمرو)

قرآن اس وقت پڑھو جب تک وہ تمہیں برائیوں سے روکے، اور اگر وہ تمہیں برائیوں سے نہ روکے تو گویا تم قرآن کی تلاوت ہی نہیں کرتے۔

''ماآمن بالقرآن من استحل محارمه''۔ (ترمذی شریف)

وہ شخص قرآن پر ایمان نہیں لایا جس نے اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک بندہ کوئی صورت شروع کرتا ہے تو اس کے ختم تک فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور ایک بندہ کوئی صورت شروع کرتا ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں، کسی نے عرض کیا یہ فرق کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا کہ وہ بندہ کو قرآن کے حلال کو حلال حرام کو حرام سمجھتا ہے وہ فرشتوں کی دعائے رحمت کا مستحق ہوتا ہے اور جو بندہ ایسا نہیں ہے اس کے حصے میں لعنت ہے۔

ایک عالم کا ارشاد ہے کہ آدمی قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے، اور نادانستہ طور پر خود ہی اپنے اوز پر لعنت بھیجتا ہے، یعنی یہ آیتیں پڑھتا ہے۔

''الالعنة الله علی الظالمین''

خبردار ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

الالعنة الله علی الکاذبین. (پ:۱۲،۲آیت:۱۸)

خبردار جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔

حالانکہ اپنی نفس پر ظلم کرنے والا وہ خود ہے، جھوٹ بولنے والا وہ خود ہے۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ تم نے قرآن کو منزلیں ٹھرالیا ہے، اور رات کو اونٹ سمجھ لیا ہے تم لوگ رات کی پشت پر سوار ہو کر منزلیں طے کرتے ہو، جبکہ تم سے پہلے لوگ قرآن کو اپنے رب کا پیغام سمجھتے تھے رات کو اس پیغام میں غور وفکر کرتے اور دن کو اس پر عمل کرتے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں پر قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ وہ اس پر عمل کریں، لیکن لوگوں نے قرآن کی تلاوت کو عمل سمجھ لیا ہے، بہت سے لوگ

ایسے ہیں کہ وہ شروع سے آخر تک پورا قرآن پڑھتے ہیں، لیکن عمل کسی ایک آیت پر بھی نہیں کرتے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت جندبؓ کی حدیث ہے کہ ہم نے اتنی زندگی گزاری ہم میں سے ہر ایک کو قرآن سے پہلے ایمان دیا جاتا تھا، آنحضرت ﷺ پر ایک سورت نازل ہوتی تو وہ اس کے حلال وحرام سیکھتا اور اوامر وزواجر سے واقف ہوتا، اور یہ معلوم کرتا کہ کس جگہ پر توقف کرنا چاہئے، پھر ہم نے ایسے لوگ دیکھے کہ انہیں ایمان سے پہلے قرآن ملتا ہے، وہ الحمد سے والناس تک پڑھ جاتے ہیں اور انہیں یہ نہیں معلوم ہو پاتا کہ قرآن پاک میں اوامر وزواجر کی آیات کون کون سی ہیں، اور یہ کہ انہیں کن مقامات پر توقف کرنا چاہئے، بس پڑھتے چلے جاتے ہیں۔

توراۃ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی تیرے پاس اگر تیرے کسی بھائی کا خط آتا ہے اور تو راستے میں ہوتا ہے اسے پڑھنے کے لئے راستہ سے ہٹ کر کسی جگہ بیٹھ جاتا ہے، اور اسے پڑھتا ہے صرف پڑھتا ہی نہیں بلکہ اس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حروف پر غور کرتا ہے تاکہ کوئی بات رہ نہ جائے، اور یہ میری کتاب ہے، میں نے تیرے لئے نازل کی ہے۔ اور اس میں ہر بات صاف صاف کھول کھول کر بیان کر دی ہے بہت سے احکامات مکرر بیان کئے ہیں تاکہ تو ان کے طول و عرض پر غور کر سکے، مگر تو اس سے اعراض کرتا ہے، کیا تیری نظر میں میری حیثیت اس شخص سے بھی کم ہے جس کا خط تو غور سے پوری توجہ سے پڑھتا ہے، اے میرے بندے! جب تیرا کوئی بھائی تیرے پاس آکر بیٹھتا ہے تو اسے تیری پوری توجہ حاصل ہوتی ہے، تو اس کی بات غور سے سنتا ہے، اور اگر کوئی دوسرا شخص گفتگو کے دوران بولتا ہے تو تو اسے اشارے سے روک دیتا ہے، اور کسی کام کی ضرورت پیش آتی ہے تو اسے ملتوی کر دیا جاتا ہے اور جب میں تجھ سے ہم کلام ہوتا ہوں تو تیرا دل کہیں اور ہوتا ہے، کیا تیرے نزدیک میری حیثیت اتنی بھی نہیں ہے جتنی تیرے اس بھائی کی ہے۔ (بحوالہ جستہ جستہ از احیاء العلوم جلد......۱)

جنتیوں کو داؤدؑ، زبور اور حضور ﷺ سورہ طٰہٰ و یٰسین اور خود اللہ تبارک و تعالیٰ سورۃ الانعام سنائیں گے

بروایت انسؓ حضرت نبی کریم ﷺ سے مروی ہے، حق جل جلالہ بوقت دیدار مردوں کو ایک ایک کر کے سلام کرے گا اور اسی طرح عورتوں کو سلام کرے گا اور ارشاد فرمائے گا میرے دوستوں اور اولیاء کو مرحبا ہو، پھر ان کی مہمان نوازی فرمائے گا، پھر ارشاد ہوگا اے فرشتو! ان کو طربناک بنادو، فرشتے جنت کی نغمہ سراؤں یعنی حور عین کو لائیں گے اور لوگ طرب میں آ آ کر خوب وجد کریں گے، جب انہیں افاقہ ہوگا تو فرشتے عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم چاہتے ہیں کہ آپ انہیں اپنا کلام سنوائیں، خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اے داؤد، انہیں ذرا میرا کلام تو سنا دیجئے وہ منبر پر چڑھ کر زبور پڑھیں گے، لوگ طرب میں آکر وجد کرنے لگیں گے، جب انہیں افاقہ ہوگا تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ اے میرے بندو! تم نے اس سے زیادہ پاکیزہ آواز بھی کبھی سنی ہے، وہ عرض کریں گے نہیں اے ہمارے رب! خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اپنی عزت وجلال کی قسم! میں اب تمہیں اس سے پاکیزہ تر آواز سناؤں گا، اے محمد اٹھئے اور منبر پر چڑھ جائیے اور سورہ طٰہٰ اور یٰسین پڑھئے، پس محمد ﷺ کی آواز، آواز داؤدی، پر خوبی میں ستر حصہ بڑھی ہوگی اور لوگ طرب میں آ آ کر خوب وجد کریں گے اور ان کے نیچے سے کرسیاں جھومنے لگیں گی، جب افاقہ ہوگا ارشاد ہوگا کہ اے میرے بندو! کیا تم نے اس سے بھی زیادہ پاکیزہ آواز سنی ہے؟ وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب نہیں! خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اپنی عزت وجلال کی قسم! میں اب تمہیں اس سے بھی پاکیزہ تر آواز سناؤں گا، خدائے سبحانہ سورہ انعام کے ساتھ تکلم فرما ہوگا، قوم طرب میں آجائے گی، درخت اور محل جھومنے لگیں گے اور عرش ہلنے لگے گا، خدائے تعالیٰ اپنے وجہ کریم سے حجاب اٹھا دے گا اور فرمائے گا اے میرے بندو! میں کون ہوں؟ وہ عرض کریں گے کہ آپ ہمارے رب ہیں، خدا تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، میں سلام ہوں اور تم مسلمان ہو۔ (خیر المجالس)

اہل جنت آٹھ لاکھ برس دیدار میں محو رہیں گے

اہل جنت حظیرۃ القدس میں بلائے جائیں گے پھر انہیں دیدار مولیٰ دکھایا جائے گا یہ زمانہ دراز گزر جائے گا کہ کوئی بھی جنت کی طرف رخ نہ کرے گا، حوران جنت جناب باری میں رو رو کر عرض کریں گی الٰہی! کیا تو نے ہمیں بیوہ بنادیا، عرصہ گزرا کہ ہمارے خاوند ہمارے پاس سے چلے گئے ہیں کچھ خبر نہیں کہ اب وہ کہاں ہیں الٰہی ہمارے حال زار پر رحم فرما اور ہمارے خاوندوں کو بھیج دیجئے، حوران جنت کی دعا قبول ہوگی اور اہل ایمان کی آنکھوں کے سامنے پردہ پڑ جائے گا اور وہ دیدار الٰہی ان کی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہوگا پھر تو ان کا تڑپنا اور رونا اللہ اکبر اللہ اکبر رو رو کر عرض کریں گے الٰہی! حضور نے اپنا دیدار ہم سے چھپالیا، ارشاد ہوگا کہ ایک زمانہ تک تم دیدار سے مشرف رہے لیکن تمہارا دل نہ بھرا، عرض کریں گے اے اللہ! ہمیں بہت تھوڑی دیر تیرا دیدار میسر ہوا ہوگا شاید گھڑی دو گھڑی یا اس سے بھی کچھ کم لمحہ دو لمحہ، اللہ فرمائے گا تم اس قدر دیر تک دیدار الٰہی میں لگے رہے پھر بھی پیاسے رہ گئے عرض کریں گے مولا! ہم تو سیراب نہیں ہوئے کیونکہ ذرا سی دیر تو دیکھنا نصیب ہوا ہے، ارشاد ہوگا ہمیں اپنے عزت وجلال کی قسم! آج پورے آٹھ لاکھ برس تم کو دیدار الٰہی دیکھتے گزرے اب جنت میں جاؤ، چین آرام سے رہو، نہایت لاچار جنت میں واپس آئیں گے...... گو دل تو نہ چاہتا ہوگا کہ یہاں سے جائیں مگر حکم حاکم ماننا پڑے گا۔ (بحوالہ احسن المواعظ)

جنت میں قرأتِ قرآن

روض الحقائق میں ہے کہ حضرت نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور پوچھنے لگا یا نبی اللہ! کیا جنت میں سماع بھی ہوگا، آپ خاموش رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس جبرئیل آئے، حضرت نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ سائل کہاں ہے اس نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک شہر ہے جس کے دو کنارے ہیں بڑا اتنا کہ سوار اس میں ستر سال تک چلا جائے اس میں باکرہ لڑکیاں بھی ہوں گی جو قرآن

جاتی ہوں گی جب جنتی لوگ چاہیں گے کہ لذت حاصل کریں اور سیر کریں وہ اپنی سواریوں پر ہوں گے کوئی یاقوت سرخ کے گھوڑے پر سوار ہوگا کوئی زمرد سبز کی نجیب اونٹنی پر سوار ہوگا جب اس شہر میں آئیں گے تو اپنی سواریوں سے اتریں گے اوران کے لیے نور کے منبر رکھے جائیں گے اوران کے سامنے لڑکیاں صف باندھ کر کھڑی ہوں گی اورایسی خوش الحانی سے قرآن پڑھیں گی کہ سامعین نے ان کی آواز سے زیادہ دلوں کے لیے فرح بخش اورکانوں کے لیے مرغوب آواز نہ سنی ہوگی اعرابی نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اگر میں آپ کی اطاعت قبول کروں تو کیا آپ ان لڑکیوں میں سے کسی سے میرا نکاح کردیجئے گا آپ نے فرمایا اس شرط پر تیرا بہتر (۷۲) عورتوں سے نکاح کردوں اس نے جواب دیا تو میں آپ کی کبھی نافرمانی نہ کروں گا۔

قرآن کریم کی کچھ سورتوں کے چیدہ چیدہ عظیم فضائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز قرآن والا آئے گا قرآن کریم اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے درخواست کرے گا: ''اے پروردگار! اسے آراستہ فرمادیں۔'' چنانچہ قرآن والے کو عزت کا تاج پہنادیا جائے گا۔قرآن کہے گا: ''اے رب! اس سے راضی ہوجا۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجائیں گے۔حکم ہوگا: ''پڑھتا جا اور جنت کی منزلیں چڑھتا جا۔'' اور ہرایک آیت کے بدلے ایک نیکی بڑھادی جائے گی۔ (ترمذی شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کی شفاعت قبول ہوگی اور شکایت کی شنوائی بھی ہوگی۔جس نے اسے اپنا رہنما بنالیا وہ اسے جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا وہ اسے جہنم تک پہنچادے گا۔''

آیت الکرسی کی فضیلت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من قرا آیة الکرسی فی دبر کل صلاة مکتوبة لم یمنعه من دخول الجنة الا ان یموت.** (جامع صغیر)

ترجمہ......''جو آدمی ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے اس کے داخلۂ جنت میں صرف موت کی رکاوٹ ہے۔''

سورۃ الملک کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کریم کی ایک سورت ہے، جس کی صرف تیس آیتیں ہیں، پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی، بالآخر اسے جنت میں داخل کر کے رہے گی اور یہ سورت "تبارک" ہے۔

سورۃ اخلاص کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب مسجد قبا میں انصار کو نماز پڑھایا کرتے تھے، وہ ہر رکعت میں "قل ھو اللہ احد" ضرور پڑھتے آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تم یہ سورت کیوں پڑھتے ہو؟......'' اس نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس سورت سے محبت ہے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس سورت سے محبت تجھے جنت میں داخل کردے گی۔''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من قرأ قل ھو اللہ احد حتّٰی یختمھا عشر مراتٍ بنی اللہ لہ قصرًا فی الجنة.** ''جو آدمی "قل ھو اللہ احد" پوری سورت دس مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (اس عمل کے بدلے) جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں۔''

تلاوت کرنے والوں سے وفات کے بعد فرشتوں سے ملاقات

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں تلاوت کی جاتی ہے، اس گھر کے اوپر نور کا ایک خیمہ سایہ فگن رہتا ہے، اور آسمان اور آسمان کے فرشتے اس نورانی خیمے سے گھر کو شناخت کرتے ہیں، جس طرح چٹیل میدان اور دریاؤں کے بیچ میں جب انسان ہوتا ہے وہ چمکتے تاروں سے راہنمائی حاصل کرتا ہے، جب قرآن پڑھنے والا وفات پاتا ہے، تو اس کے گھر کے اوپر سے وہ نورانی خیمہ اٹھالیا جاتا ہے، آسمان کے فرشتے کو جب وہ خیمہ دکھائی نہیں دیتا تو وہ سمجھ جاتا ہے کہ وہ وفات پا گیا ہے۔

چنانچہ اس کی ملاقات کے لئے وہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاتے ہیں، پھر اس کی روح پر رحمت و درود بھیجتے ہیں اور قیامت کے دن تک اس کے لئے دُعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، جس شخص نے تہجد کی نماز میں تلاوت قرآن کی وہ رات اس کے حق میں آنے والی رات کو وصیت کرتی ہے کہ اس کو اس وقت بیدار کر دینا جس وقت یہ تلاوت کرتا ہے، پھر جب اس بندہ کی وفات ہو جاتی ہے اور لوگ اس کی تجہیز و تکفین میں لگے ہوتے ہیں اس وقت قرآن حسین و جمیل صورت میں آکر اس کے پاس کھڑا ہو جاتا ہے جب کفن میں لپیٹتے ہیں تو قرآن سینے سے چمٹ جاتا ہے، دفن کرنے کے بعد نکیرین اور میت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے مگر پھر نکیرین کو سوال کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اس پر مامور ہیں، نکیرین کے سوال کا برحق جواب دینے پر قرآن اللہ کی اجازت سے لباس لاتا ہے، اور ہزار فرشتے یہ سامان لا کر قبر میں بچھا دیتے ہیں پھر قرآن قیامت تک میت کے ساتھ قبر میں رہ کر اس کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہے، میت کے گھر والوں کی خبر روزانہ لاتا ہے، باپ کی طرح شفقت کرتا ہے، میت کی کوئی اولاد قرآن کی تعلیم کرتی ہے تو یہ قرآن میت کو خوشخبری سناتا ہے، اور اگر اولاد بری ہے تو اس کی اصلاح کے لئے دعا کرتا ہے۔ (مسند بزار)

قرآن پڑھنے سے فرشتوں کی معیت

حضرت عبیدہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو قرآن بلند آواز سے پڑھا کرو، یہ آواز سن کر شیطان اور خبیث جنات بھاگتے ہیں اور فضا میں اڑنے والے فرشتے اس کی آواز کو سنتے ہیں اور گھر میں رہنے والے بھی آواز سن کر نماز پڑھنے لگتے ہیں یہ رات اگلی راتوں کو وصیت کرتے ہوئے کہتی ہے: اے اس کی آخری رات تو اس پر آسان ہو جائیو۔ پھر جب اس کی وفات ہو جاتی ہے تو قرآن آکر سرہانے کھڑا ہو جاتا ہے اور غسل کی نگرانی کرتا ہے، جب کفن پہنایا جاتا ہے تو قرآن اس کے کفن اور سینے کے درمیان داخل ہو جاتا ہے جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور نکرین آتے ہیں تو قرآن نکل کر اس میت اور نکیرین کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے، نکیرین قرآن سے کہتے ہیں تو ہمارے درمیان سے ہٹ جا، تاکہ ہم اس سے سوال کریں قرآن کہتا ہے خدا کی قسم اس وقت تک اس سے الگ نہیں ہو سکتا جب تک اس کو جنت میں داخل نہ کروں اگر تم کو اس بندے سے کوئی معاملہ کرنے کا حکم ملا ہے تو تم اپنا کام کرو، اس کے بعد نکیرین اس سے سوال کرتے ہیں پھر قرآن اس بندے کی طرف دیکھ کر پوچھتا ہے: کیا تو مجھے پہچانتا ہے، بندہ کہتا ہے نہیں، اس پر قرآن اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے، میں وہ قرآن ہوں جس نے دنیا میں راتوں کو تجھے بیدار کر رکھا تھا، اور دن کو بڑا دکا، پیاسا رکھا تھا، کان اور آنکھ کی برائیوں سے باز رکھا تھا۔ اب میں تیرے لئے سچا دوست اور سچا بھائی ہوں، تو خوش ہو جا کہ نکیرین کے سوال کے بعد تجھے کوئی غم نہیں۔ وہاں سے نکیرین رخصت ہو جاتے ہیں اور قرآن بھی اپنے اللہ کے پاس لوٹتا ہے، اور اس بندے کے راستے بچھانے کے فرش مانگتا ہے۔

چنانچہ اس کو بچھونا اور نورانی قندیل دینے کا حکم ہوتا ہے، ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار فرشتے اٹھا کر چلتے ہیں، قرآن ان سب سے پہلے ہی بندہ کے پاس پہنچ کر

پوچھتا ہے: اے بندے! میرے جانے کے بعد تجھے کوئی گھبراہٹ تو نہیں ہوئی، میں صرف اتنی دیر کے لئے تجھ سے جدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے بچھونے کا انتظام کروں، میں یہ چیزیں تیرے پاس لایا ہوں اسی دوران وہ فرشتے وہ چیزیں لاکر اس کے نیچے بچھا دیتے ہیں اور جب اس کو داہنی کروٹ پر لٹا کر آسمان پر چڑھتے ہیں تو بندہ دیکھتا ہے، پھر جانب قبلہ زمین کو دھکا مارتا ہے وہ حد نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت

وعَن جُبیرِ بنِ نُفیرٍ رضیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ انَّ رسولَ اللہِ صلَّی اللہُ علَیہِ وسلَّمَ قالَ اِنَّ اللہَ ختمَ سورۃَ البقرۃِ بِاٰیَتینِ اُعطِیتُھُما مِن کَنزِہِ الذی تحتَ العرشِ فتعلَّمُوھُنَّ وعلِّمُوھُنَّ نِسائکُم فَاِنَّھا صلوۃٌ وقِربانٌ ودُعاءٌ.

ترجمہ...... حضرت زبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی دو آیتوں پر سورۂ بقرہ ختم فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خزانہ سے دی ہیں جو اس کے عرش کے نیچے ہے لہٰذا تم ان آیتوں کو سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھلاؤ (تا کہ وہ بھی تلاوت کریں اور ان کے سیکھنے سکھانے کی ضرورت اس لئے ہے) کہ یہ (ذریعہ) رحمت ہیں اور (اللہ کے) نزدیکی ہونے کا سبب ہیں اور سراپا دعا ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح)

تشریح...... اس حدیث میں سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت بیان فرمائی اور حکم دیا ہے کہ ان کو سیکھیں اور عورتوں کو بھی سکھائیں تا کہ بھی ان کی برکتوں سے مالا مال ہوں، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں (آمن الرسول سے لے کر سورۃ کے ختم تک) اللہ نے مجھے اپنے اس خزانہ سے دی ہیں جو اس کے عرش کے نیچے ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں آیتیں ذریعہ رحمت اور اللہ کی نزدیکی حاصل ہونے کا سبب ہیں اور سراپا دعا ہیں ان آیتوں کو یاد کریں بار بار پڑھیں اور خصوصیت کے ساتھ سوتے وقت ضرور پڑھا کریں، عورتوں کو ذکر و تلاوت میں مردوں

سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے، آخرت کی دوڑ دھوپ میں سب یکساں ہیں جو جتنا کرے گا اس کا اجر پالے گا مرد ہو یا عورت ہو آخرت بے انتہا ہے وہاں کی نعمتیں بھی بے انتہا ہیں عمریں بھی بے انتہا ہوں گی، نعمتوں کی نوازش ہوگی جو مرد و عورت جس قدر اعمال صالحہ کی پونجی ساتھ لے جائے گا وہاں ثواب پائے گا۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھنے کی فضیلت

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھ لیں تو یہ آیات اس کے لئے کافی ہوں گی یعنی رات بھر یہ شخص جن و بشر کی شرارتوں سے محفوظ رہے گا۔ ہر ناگوار چیز سے اس کی حفاظت ہوگی۔ (بخاری و مسلم شریف)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دو آیتیں نازل فرمائی ہیں جن پر سورۂ بقرہ ختم کی ہے جس کسی گھر میں تین رات پڑھی جائیں گی تو شیطان اس کے گھر کے قریب نہ آئے گا

(مشکوٰۃ شریف)

سورۃ بقرہ اور آل عمران کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (یعنی گھروں میں ذکر و تلاوت کا چرچا رکھو اور ذکر و تلاوت سے خالی رکھ کر گھروں کو قبرستان نہ بنا دو کہ جیسے وہاں ذکر و تلاوت کی فضا نہیں ایسے ہی تمہارے گھر بھی اس سے خالی ہو جائیں اور زندہ لوگ مردوں کے مشابہ بن جائیں) پھر فرمایا کہ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے لوگوں کے لئے (جو اسے پڑھتے پڑھاتے

ہیں اور اس کی تلاوت کا ذوق رکھتے ہیں) سفارشی بن کر آئے گا، پھر فرمایا کہ دو روشن سورتیں پڑھو (یعنی سورۂ بقرہ اور آل عمران کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن دو سائبانوں کی طرح آئیں گی اور (اپنے لوگوں کو بخشوانے اور درجے بلند کرانے کے لئے خدائے پاک کے حضور میں) خوب زوردار سفارش کریں گی، پھر فرمایا کہ سورۂ بقرہ کو پڑھو کیونکہ اس کا حاصل کرلینا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑ دینا باعث حسرت ہے اور یہ باطل والوں کے بس کی نہیں۔ (مسلم شریف)

آیۃ الکرسی کی فضیلت

آیۃ الکرسی بھی سورۂ بقرہ کی ایک آیت ہے جو تیسرے پارے کے پہلے صفحہ پر ہے اس کے پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابی بن کعب ﷺ سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اللہ کی کتاب میں کون سی آیت سب سے زیادہ بڑی ہے حضرت ابی کعبؓ نے عرض کیا اللہ و رسول ہی زیادہ جانتے ہیں آپ نے پھر یہی سوال کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ سب سے بڑی آیت یہ ہے اللہ لا الٰہ الّا ھو الحیُّ القیُّوم الخ یہ سن کر ان کی تصدیق فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا تم کو علم مبارک ہو بعض احادیث میں آیۃ الکرسی کو تمام آیات قرآنیہ کی سردار فرمایا ہے۔ (حصن حصین)

ایک حدیث میں ہے کہ جب تم رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی اللہ لا الٰہ الّا ھو الحیُّ القیُّوم آخر تک پڑھ لو۔ اگر ایسا کرلو گے تو اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر ایک نگراں مقرر ہوجائے گا اور تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا۔ (بخاری شریف)

فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کی فضیلت

فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنی چاہئے حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر (فرض) نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھ لے اس کو

جنت میں جانے کے لئے موت ہی آڑ بنی ہوتی ہے اور جو شخص اس آیت کو اپنے بستر پر لیٹتے وقت پڑھ لے تو اللہ اس کے گھر میں اور پڑوسی کے گھر میں اور آس پاس کے گھروں میں امن رکھے گا، شیطان کے اثر، آسیب، بھوت پریت سے بچنے کے لئے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت آیۃ الکرسی کا پڑھنا مجرب ہے۔ سورۂ بقرہ آخری دو آیتیں) آمن الرسول سے لے کر ختم سورۃ تک) ان کے پڑھنے کی بھی بہت فضیلت آئی ہے، آخری آیت میں دعائیں ہیں جو بہت ضرورت کی دعائیں ہیں اور ان دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ بھی ہے حضور اقدس ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ اس وقت آسمانوں کا ایک دروازہ کھولا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا، آپ نے فرمایا یہ ایک فرشتہ نازل ہوا ہے جو آج سے پہلے زمین کی طرف کبھی نازل نہیں ہوا، اس فرشتہ نے آپ کو سلام کیا اور کہا آپ خوشخبری قبول فرمائیں ایسی دو چیزوں کی جو سراپا نور ہیں آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

(۱)...... فاتحۃ الکتاب (یعنی سورۂ الحمد شریف)

(۲)...... سورۃ بقرہ کی آخری آیات (ان دونوں میں دعائیں ہیں)

اللہ کا یہ وعدہ ہے ان میں سے دعا کا جو بھی حصہ آپ پڑھیں گے۔ اس کے مطابق اللہ تعالیٰ تم کو ضرور عطا فرمائیں گے۔

ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھنے سے کبھی فاقہ نہ ہوگا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا (راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد کا بیان ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود اپنی لڑکیوں کو حکم دے کر روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ وہ غنا یعنی مالداری (لانے والی) سورت ہے۔ پیچھے

حدیث میں فرمایا کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا اور اس کے بعد والی حدیث میں فرمایا کہ سورۂ واقعہ عورتوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ مالداری لانے والی سورت ہے اسی لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روزانہ اپنی لڑکیوں کو اہتمام کے ساتھ سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ابن عساکرؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مرض وفات میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ ماتشتکی؟ (آپ کو کیا تکلیف ہے)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ذنوبی؟ (اپنے گناہوں کے وبال کی تکلیف ہے)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ فما تشتھی (آپ کی کیا خواہش ہے)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رحمة ربی (اپنے پروردگار کی رحمت چاہتا ہوں)

آپ کے لئے کوئی طبیب بھیج دوں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

تو پھر اخراجات کے لئے کچھ رقم بھجوادوں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نہیں، مجھے اس کی ضرورت نہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

یہ رقم آپ کے بعد آپ کی صاحبزادیوں کے کام آجائے گی۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔

کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فقر وفاقہ کا اندیشہ ہے؟ میں نے تو انہیں ہر رات سورۂ واقعہ کی تلاوت کی تاکید کر رکھی ہے کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ کی مصیبت نہیں آئے گی۔

ف.....لوگ آج کل پیسہ کمانے اور مالدار بننے کے لئے بہت کچھ کوششیں کرتے ہیں لیکن حضور ﷺ کے بتائے ہوئے نسخے پر عمل کرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے۔

آج کل ہم ایسے وقت سے گزر رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کو چھوٹوں کو اور بڑوں کو، بچوں کو بوڑھوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اللہ کا ذکر کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی صبح ہوتی ہے تو سب سے پہلے ریڈیو اخبارات میں مشغول ہو جاتے ہیں، گھنٹے آدھ گھنٹے کے بعد ناشتہ کر کے بناؤ سنگھار کر کے بچے اسکول کی راہ لیتے ہیں اور بڑے ملازمتوں کے لئے چل دیتے ہیں عورتیں اور چھوٹے بچے ریڈیو گانے بجانا سنتے رہتے ہیں جب اسکول والے بچے آتے ہیں تو وہ بھی گانا سننے میں لگ جاتے ہیں۔ کہاں کا ذکر کہاں کی تلاوت سب حب دنیا میں مست رہتے ہیں۔ بہت کم کسی کے گھر سے کلام اللہ پڑھنے کی آواز آتی ہے ذکر اللہ اور تلاوت کلام اللہ کے لئے لوگوں کی طبیعتیں آمادہ ہی نہیں، محلے کے محلے غفلت کدے بنے ہوئے ہیں۔ اکاڈکا کسی گھر میں کوئی نمازی ہے ان افسوس ناک ماحول کی وجہ سے اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہیں۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید پڑھے اور اپنے ہر بچے کو لڑکا ہو یا لڑکی قرآن شریف پڑھائے اور روزانہ صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہو کر گھر کا ہر فرد کچھ نہ کچھ تلاوت ضرور کرے تا کہ اس کی برکت سے ظاہر و باطن درست ہو اور دنیا و آخرت کی خیر نصیب ہو۔ اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن مجید کی برکتیں اور سعادتیں ایسی بے انتہا ہیں جن کا پتہ انہی نیک بندوں کو ہے۔ جو اپنی زندگی کا حصہ ان میں لگائے رہتے ہیں۔ سورۂ واقعہ اور سورۂ آل عمران اور سورۂ بقرہ کے فضائل ابھی ابھی گزر چکے ہیں ترغیب کے لئے انکے علاوہ دیگر سورتوں کے خاص خاص فضائل اور خواص ذکر کئے جاتے ہیں تا کہ نفس کو تلاوت کے لئے آمادہ کرنا آسان ہو۔

سورۃ الفاتحہ کی فضیلت

سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی پہلی سورت ہے جو بہت بڑی فضیلت والی سورت ہے سورۂ فاتحہ کا ورد رکھنا، دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سورۂ فاتحہ میں ہر مرض سے شفا ہے، ایک حدیث

میں اس کو قرآن کی سب سے بڑی سورت فرمایا ہے، لمبی سورتیں تو اور بھی ہیں مگر عظمت کے اعتبار سے یہ سب سے بڑی ہے اس کی بہت برکات ہیں، نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے ایک حدیث میں فرمایا کہ سورۃ فاتحہ جیسی سورت نہ تو توریت میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ قرآن میں۔ (ترمذی شریف)

سورۂ یٰسین کی فضیلت

حضرت عطا بن ابی رباح ؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دن کے اول حصہ میں سورۂ یٰسین شریف پڑھ لی اس کی حاجتیں پوری کردی جائیں گی۔ (مشکوۃ شریف)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورۂ یٰسین شریف اللہ کی رضا کی نیت سے پڑھی، اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے لہٰذا جس کا موت کا وقت قریب ہو اس کے پاس بیٹھ کر پڑھو۔ (مشکوۃ شریف)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے جس نے یٰسین (ایک مرتبہ) پڑھی، اللہ اس کے پڑھنے کی وجہ سے اس کے لئے دس مرتبہ قرآن شریف پڑھنے کا ثواب لکھ دے گا۔ (مشکوۃ شریف)

سوۂ کہف کی فضیلت

سورۂ کہف پندرہویں پارے کے آدھے پر الحمدُ للہِ الّذی سے شروع ہوتی ہے، اس سورت کے پڑھنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، حضرت ابو سعید ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لی اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہے گا یعنی اس کا دل منور رہے گا یا یہ مطلب ہے کہ جمعہ کے دن ایک بار اس کے پڑھ لینے سے اس کی قبر میں بقدر ایک ہفتہ کے روشنی رہے گی، اگر کوئی ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرے تو اسے موت کے بعد بھی نور ہی نور

نصیب ہوگا (گو تمام اعمال صالحہ روشنی کا سبب ہیں) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۂ کہف کی اول کی تین آیات پڑھ لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (ترمذی شریف)

دو سورتیں عذاب قبر سے بچانے والی

سورۂ الم تنزیل اکیسویں پارہ میں ہے جسے الم سجدہ بھی کہتے ہیں سورۂ لقمان اور سورۂ احزاب کے درمیان ہے سورۂ تبارک الذی اور الم سجدہ کو قبر کے عذاب سے بچانے میں خاص دخل ہے جیسا کہ چغلی اور پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہ کرنے کو قبر کا عذاب لانے میں زیادہ دخل ہے۔

حضرت خالد بن معدانؒ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک شخص سورۂ الٓم سجدہ کو پڑھا کرتا تھا اس کے سوا (بطور ورد) کوئی دوسری سورت نہ پڑھتا تھا اور تھا بھی بہت گنہگار جب قبر میں عذاب ہونے لگا تو اس سورت نے اس شخص پر اپنے پر پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ اے رب اس کی مغفرت فرما دے کیونکہ یہ مجھے زیادہ پڑھا کرتا تھا، چنانچہ خداوند قدوس نے اس کی سفارش قبول فرمائی اور فرمایا کہ اس کے لئے ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی لکھ دو اور ایک ایک درجہ بلند کر دو، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی جانب سے قبر میں جھگڑا کرے گی اور اللہ پاک سے عرض کرے گی اے اللہ اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ سورت پرندے کی طرح اپنے پر پھیلا دے گی، اور سفارش کرے گی اور عذاب قبر سے بچائے گی جو جو کچھ فضیلت سورۂ الٓم سجدہ کی بتائی یہ فضیلت اور خصوصیت سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک کی بھی بتائی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگالیا، انہیں پتہ نہ تھا کہ یہاں قبر ہے وہاں سے ان کو سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھنے کی آواز آئی۔ پڑھنے

والے نے جو صاحب قبر تھا یہ سورۃ پڑھتے پڑھتے ختم کردی، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ: ھِیَ المانِعَةُ ھِیَ المُنجِیَةُ تُنجِیهِ مِن عذابِ اللهِ یعنی یہ سورت عذاب کو روکنے والی ہے اللہ کے عذاب سے اسے نجات دلادے گی۔ (ترمذی شریف)

سورۃ الحشر کی آخری تین آیتوں کی فضیلت

حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اعُوذُ باللهِ السَّمیعِ العَلیمِ مِنَ الشَّیطانِ الرَّجیمِ پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لیوے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستّر ہزار فرشتے مقرر فرمادیں گے جو اس دن شام تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اگر اس دن میں مرجائے گا تو شہید ہونے کا درجہ پائے گا اور جس نے یہ عمل شام کو کرلیا تو اس کو بھی یہی نفع ہوگا یعنی صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اس رات میں مرجائے گا تو شہادت کا درجہ پائے گا، سورۂ حشر اٹھائیسویں پارہ میں ہے اس کی آخری تین آیتیں ھُوَ اللهُ الَّذِی لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ سے ختم سورۃ تک۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت

حضرت انس ﷛ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے روزانہ دو سو مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ احد، پڑھ لی اس کے پچاس سال کے گناہ (صغیرہ) اعمال نامہ سے مٹادیئے جائیں گے۔ ہاں اگر اس کے اوپر کسی کا قرض ہو تو وہ معاف نہ ہوگا۔

(ترمذی شریف)

نیز حضرت انس ﷛ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ لے تو قیامت کے دن اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوگا اے میرے بندے تو اپنی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہوجا۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو سورۃ قل ھواللہ احد پڑھتے سن لیا۔ آپ نے فرمایا (اس کے لئے) واجب ہوگئی۔ میں نے پوچھا کیا؟ فرمایا، جنت۔ (ترمذی شریف)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سورت یعنی قل ھواللہ احد سے محبت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا اس محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔ حضرت سعید بن المسیبؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھ لی اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیا جائے گا اور جس نے بیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں دو محل بنا دیئے جائیں گے اور جس نے تین مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں تین محل بنا دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ کی قسم اس صورت میں تو ہم بہت زیادہ محل بنالیں گے، آپ نے فرمایا اللہ بہت بڑا داتا ہے جتنا عمل کرلو گے اس کے پاس اس سے بہت زیادہ انعام ہے۔

سورۂ تکاثر کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ روزانہ ہزار آیات پڑھ لو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کسے طاقت ہے کہ روزانہ ہزار آیات (پابندی) سے بلا ناغہ پڑھے آپ نے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ سورۃ تکاثر پڑھ لو۔

قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کی فضیلت

یہ سورتیں قرآن مجید کی آخری دو سورتیں ہیں، ان کو معوذتین کہتے ہیں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے، تکلیف دینے والی چیزوں اور مخلوق کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لئے ان کا پڑھنا بہت ہی زیادہ نافع اور مفید ہے حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں سرور دو عالم ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھا کہ اچانک آندھی آگئی اور سخت اندھیرا ہوگیا حضور ﷺ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے ذریعہ اس مصیبت سے اللہ کی

پناہ مانگنے لگے، یعنی ان کو پڑھنے لگے اور فرمایا کہ عقبہ ان سورتوں کے ذریعہ اللہ کی پناہ حاصل کرو کیونکہ ان جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ کوئی پناہ لینے والا پناہ حاصل کرے۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت عبداللہ بن خبیبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایسی رات میں جس میں بارش ہورہی تھی اور سخت اندھیری بھی تھی، حضور ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے، چنانچہ ہم نے آپ کو پالیا آپ نے فرمایا کہو، میں نے عرض کیا، کیا کہوں فرمایا جب صبح ہو اور شام ہو سورۃ قل ھواللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین تین بار پڑھ لو یہ عمل کرلو گے تو ہر ایسی چیز سے تمہاری حفاظت ہو جائے گی جس سے پناہ لی جاتی ہے (یعنی ہر موذی اور ہر شر اور ہر بلا سے محفوظ ہو جاؤ گے، بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص سورۃ قل اعوذ برب الفلق پڑھتا ہے تو ہر اس چیز کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہے جو اللہ نے پیدا کی ہے اور رات کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے جو جادو کرتی ہیں اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور قل اعوذ برب الناس پڑھنے والا سینوں میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ لیتا ہے، اتنی چیزوں کے شر سے بچنے کے لئے دعا کی جاتی ہے اسی لئے یہ دونوں سورتیں ہر طرح کے شر اور بلا اور مصیبت اور جادو ٹونہ ٹوٹکہ سے محفوظ رہنے کے لئے مفید ہیں اور مجرب ہیں ان کو اور سورۃ اخلاص کو صبح شام تین تین بار پڑھے اور دیگر اوقات میں بھی وردر کھے کسی بچی کو تکلیف ہو، نظر لگ جائے تو ان دونوں کو پڑھ کر دم کرے یا لکھ کر گلے میں ڈال دے، بچوں کو یاد کرادیں دکھ تکلیف میں ان سے بھی پڑھوائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ روزانہ رات کو جب حضور اقدس ﷺ بستر پر تشریف لاتے تو سورۃ قل ھواللہ احد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں اس طرح پھونک مارتے تھے کہ کچھ تھوک بھی پھونک کے ساتھ نکل جاتا تھا پھر دونوں ہتھیلیوں کو پورے بدن پر جہاں تک ممکن ہوتا تھا پھیر لیتے تھے یہ ہاتھ پھیرنا سر اور چہرے سے اور سامنے کے حصہ سے

شروع فرماتے تھے۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی بیان فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو جب کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اپنے جسم پر سورۃ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کیا کرتے تھے (جس کا طریقہ ابھی اوپر گزرا ہے) پھر جس مرض میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس میں، میں یہ کرتی تھی کہ دونوں سورتیں پڑھ کر آپ کے ہاتھ پر دم کر دیتی تھی پھر آپ کے ہاتھ کو آپ ﷺ کے جسم پر پھیر دیتی تھی، دم صرف پھونکنے کو نہیں کہتے دم یہ ہے کہ پھونک کے ساتھ تھوک کا بھی کچھ حصہ نکل جائے۔

(بخاری شریف)

جمعہ کے دن سورۂ کہف کے فضائل

جمعہ کے دن صبح سے شام تک جس وقت ممکن ہو سورۂ کہف ایک مرتبہ پڑھا کریں۔ یہ اختیار ہے صبح کو یا شام کو جس وقت چاہیں مکان میں یا مسجد میں جس جگہ سہولت ہو موقعہ مل جائے پڑھ لیا کریں، حفظ پڑھیں یا قرآن میں دیکھ کر پڑھیں۔

حضرت ابن عمرؓ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا اس کے لئے قیامت کے دن ایسی روشنی ہوگی جو اس کے قدم کے نیچے سے آسمان تک بلند ہوگی اور جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، دوسری حدیث میں اس کے پڑھنے کے مقام سے مکہ تک یا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک روشنی حاصل ہونا مذکور ہے، امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' میں اس روایت میں مزید فضیلت ذکر کی ہے کہ اس پر ستر ہزار فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں ،اور درد اور پیٹ کے پھوڑے اور ذات الجنب اور برص اور جذام اور دجال کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے، کئی حدیثوں میں سورۂ کہف کی شروع یا آخری کی دس آیات پڑھنے پر فتنہ دجال سے محفوظ ہونے کا ذکر ہے۔ (رواہ مسلم، ابوداؤد، وترمذی)

نماز جمعہ کے بعد سورۂ اخلاص اور معوذتین کے فضائل

جمعہ کی نماز اور سنتوں سے فراغت کے بعد یہ تین سورتیں "قل ھو اللہ احد ،قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس" سات مرتبہ پڑھا کریں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسی حالت میں بیٹھے ہوئے سورۂ فاتحہ، قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سات مرتبہ پڑھے گا، خدا تعالیٰ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا، مومنین کی تعداد کے برابر ثواب عنایت کرے گا، ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت اور اہل و اولاد کی نگہداشت کرے گا۔ (نزہۃ المجالس)

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے منقول ہے کہ جمعہ کے روز امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو شخص سورۂ فاتحہ اور مذکورہ بالا تین سورتیں سات سات بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے دین اور دنیا اور اہل و عیال اور اولاد کو آئندہ جمعہ تک محفوظ رکھیں گے۔

(اعمال قرآنی)

معوذتین کی خاصیت

قرآن مجید کی آخری تین سورتیں تین تین بار اور اوّل آخر ایک، ایک بار دُرود شریف پڑھ کر جس کو نظرِ بد لگی ہے یا نظرِ بد لگنے کا خوف ہے، تین دن تک دَم کرتا رہے، اگر جانور ہو تو اس پر بھی دَم کرے، اور گھاس وغیرہ پر دَم کر کے کھلائے بھی، اگر نمک پر دَم کر کے تین دن کھلاتا رہے تو بہتر ہے۔ اور سحر و جادُو کے دفع کے لئے پانی پر دَم کر کے پلاتے رہیں۔

اگر کوئی شخص یہ سورتیں رات کو پڑھ کر اپنے اُوپر دَم کرے تو ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

جس مکان میں سوئے، اگر سوتے وقت ان سورتوں کو پڑھے گا تو اس کے حوادثات سے محفوظ رہے گا۔

اگر جنگل میں جاتے ہوئے ان کو پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دَم کر کے اپنے تمام بدن پر

پھیر کر چھڑک دے اور تین بار ایسا کرے تو ہر بلا سے امن میں رہے گا۔

اگر حاکم کے پاس جائے تو گیارہ، گیارہ مرتبہ پڑھ کر حاکم کی طرف اور اپنے پر بھی پھونک مارے، تو اس کے رُعب، دہشت اور خطرہ سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ فاتحہ کے خواص

سر کے درد کے لئے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اگر سورۂ فاتحہ پڑھے اور اوّل آخر ایک، ایک بار دُرود شریف پڑھ کر دَم کرے، اور تین بار ایسا کرے تو ہر قسم کے دردِ سر اور دردِ شقیقہ کے لئے مفید ہے، تین دن ایسا کرے، اِن شاء اللہ تعالیٰ رحمت ہوگی۔

اسی طرح پیٹ کے درد کے لئے نمک پر دَم کردے، اور مریض تھوڑا تھوڑا چکھا کرے تو شفا ہوگی۔ بخار اور حرارت کے لئے اس کو سات بار پانی پر دَم کر کے پلاتا رہے۔

مسخرات (رزق کی فراخی، لوگوں کے مطیع اور محبّ ہو جانے کا نام "مسخرات" ہے) کے لئے سنتِ فجر کے بعد اور فرضوں سے پہلے اِکتالیس بار سورۂ فاتحہ اور اوّل آخر سات، سات بار دُرود شریف پڑھ کر عجز وزاری سے دُعا کیا کرے، پھر کامیابی کے لئے گیارہ بار فاتحہ پڑھ کر اپنے کام کو جاری کرے، اور مشکل کشائی کے لئے اکیس بار پڑھتا رہے۔

اگر زوجین کے درمیان محبت نہیں، تو اکیس بار کسی شیرینی وغیرہ پر پڑھ کر چند ایام زوجین کو کھلائے۔

زوجین میں سے جس کو محبت نہیں، اس پر "بسم اللہ" کے ساتھ تین بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر دَم کرتا رہے، اس کو محبت ہو جائے گی، مگر اوّل آخر دُرود شریف ہر کام کے ساتھ ہے، سورۂ فاتحہ ہر دُکھ کی دوا ہے، بفضلہٖ تعالیٰ۔

سورۂ لہب کے خواص

دُشمن کے شر کو دفع کرنے کے لئے روزانہ اوّل آخر دُرود شریف اور اکتالیس بار سورۂ لہب پڑھے اور لفظ "اَبِیْ لَھَبٍ" پر اپنے دُشمن کا تصوّر کرے، ہاں! اگر معصیت میں پڑھے گا تو قیامت میں گرفتار ہوگا۔

سورۂ کوثر کے خواص

اگر ہزار بار سورۂ کوثر اور اوّل آخر گیارہ، گیارہ بار دُرود شریف اس نیت سے پڑھا کرے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و اُمی کی زیارت نصیب ہو، تو اِن شاء اللہ تعالیٰ زیارت فیض بشارت سے سرفراز ہوگا، اور اگر دفعِ دُشمن کے لئے پڑھے تو تین سو تیرہ (۳۱۳) بار اور اوّل آخر دُرود شریف پڑھے اور آیت: "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" پر دُشمن کے دفع کا تصوّر کرتا رہے، تو اِن شاء اللہ دُشمن دفع ہو جائے گا۔

سورۂ فیل کے بعض خواص

اگر دفعِ دُشمن کے لئے تین سو تیرہ بار سورۂ فیل اور اوّل آخر سات، سات بار دُرود شریف پڑھے، اور "بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ" کے کلمہ پر اپنے دُشمن کا تصوّر کرتا رہے تو دُشمن دفع ہوگا۔

سورۂ قریش کے بعض خواص

اگر قافلے والوں کو رہزنوں سے خطرہ ہو، یا کسی کو سخت دُشمن سے ڈر ہو، یا دُشمن اچانک سامنے آگیا ہو، تو اچانک خطرہ کے وقت جتنا ہوسکے سورۂ قریش پڑھے، اور دُوسرے معاملے میں اوّل آخر تین، تین بار دُرود شریف اور ایک سو ایک بار یہ سورۃ پڑھ کر عاجزی سے دُشمن کے دفع ہونے کی دُعا کرے، اِن شاء اللہ دفع ہو جائے گا، مگر لفظ "اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ" پر اس کا تصوّر کرے۔

اور اگر غریب و بے روزگار ہے تو اوّل آخر تین، تین بار دُرود شریف اور اکتالیس بار یہ سورۃ پڑھے، اور کلمہ "اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ" پر اپنی بھوک، غربت اور افلاس کے دفع کا تصوّر کرتا رہے، اگر سنتوں میں پڑھتا رہے، تو ہر بلا سے امن و امان میں رہے، اِن شاء اللہ!

سورۂ نصر اور فتح کے بعض خواص

اگر فتح یابی کے لئے اوّل آخر تین، تین بار دُرود شریف اور اکہتر بار اس کو پڑھا

کرے تو اِن شاء اللہ تعالیٰ فتح یاب ہوگا، اگر کوئی بے یار ومددگار ہے تو اوّل آخر تین، تین بار دُرود شریف اور اکیس بار اس کو پڑھتا رہے، اور "يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا" پر تصوّر کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے مددگار بنادے۔

سورۂ واقعہ کے خواص

اگر اس کو مغرب کی سنتوں میں پڑھتا رہے تو فاقہ سے نجات پائے گا، اور عیش سے معیشت پائے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ، مجرّب ہے۔

سورۂ مزمل کے خواص

اگر اوّل آخر تین، تین بار دُرود شریف اور اکتالیس بار اس کو پڑھا کرے تو دولت سے مالا مال ہوگا، اور جن و اِنس پر اس کی دہشت بیٹھ جائے گی، اور اگر گیارہ بار ہر روز پڑھتا رہے تو مصیبت سے امن وامان میں رہے گا، اور کسی بیمار پر دَم کرتا رہے، تو اس کو شفا ہوگی، اِن شاء اللہ تعالیٰ!

سورۂ یٰسٓ کے بعض خواص

اگر صبح وشام ایک، ایک بار اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھے گا، تو رضا اور محبتِ الٰہی نصیب ہوگی، اگر شفا کے لئے پڑھے گا، تو شفا ہوگی، اگر ایمان کی سلامتی کے لئے پڑھے گا، تو ایمان سلامت رہے گا، اگر رفعِ سکراتِ موت کے لئے پڑھے گا، تو آسانی ہوگی، دولت کے حاصل کرنے کے لئے تین بار پڑھتا رہے، تو دولت مند ہوجائے گا، اور دفعِ دُشمن کے لئے پڑھے گا، تو دُشمن دفع ہوں گے، غرض جس کام کے لئے پڑھے گا، وہی کام آسانی سے ہوگا، اِن شاء اللہ!

سورۂ یوسف کے خواص

اگر دولت کے حصول، ترقیٔ درجات، دفعِ دُشمن، عورتوں کے مکر کے دفع کرنے، یا دُشمن کے دوست بن جانے کے لئے اوّل آخر سات بار دُرود شریف اور تین بار یہ سورۃ

پڑھتا رہے تو اللہ کی رحمت سے تمام مقاصد حاصل ہوں گے۔

فائدۂ عجیبہ:... جس کام میں جو نیت کرے گا، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو وہی مطلب، عطا فرمائے گا، اگر اسمائے الٰہی تعالیٰ، قرآن مجید، کلماتِ احادیث اور اولیاء اللہ سے منقول دُعاؤں میں آخرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت ہوگی تو آخرت اور دُنیا کے مطلب بھی ملیں گے، اگر رضائے الٰہی یا آخرت کے ثواب کی نیت نہیں، بلکہ دُنیا کی نیت ہے، تو اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو دُنیا کا مطلب حاصل ہو جائے گا، اور آخرت میں اس کا کوئی ثواب، جزا اور بدلہ نہ ملے گا، بلکہ آخرت کے اعتبار سے اکارت و بے فائدہ ہو جائے گا، کیونکہ:

"مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ، وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ." (الشوریٰ)

ترجمہ:... "جو کوئی چاہتا ہے کھیتی آخرت کی، زیادہ دیتے ہیں ہم اس کو بیچ کھیتی اس کے، اور جو کوئی چاہتا ہے کھیتی دُنیا کی، دیتے ہیں ہم اس کو کچھ اس میں سے اور آخرت میں اس کے واسطے کچھ حصہ نہیں۔" (موضح القرآن)

پس چاہئے کہ مؤمن مسلمان جو چیز بھی پڑھے، لکھے یا پہنچائے، اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی خیر مانگے، اس کے دُنیا و آخرت کے دونوں مطلب پورے ہوں گے، اور اگر محض دُنیا کے مطلب کو چاہا تو آخرت میں ناکام رہے گا، بر رسولاں بلاغ است و بس!

فوائد سورۂ بقرہ و آلِ عمران

جس گھر میں تین دن رات یہ دونوں سورتیں پڑھی جائیں، جن و شیطان اس گھر میں داخل نہ ہوں گے، اور یہ پڑھنے والے پر قیامت کے دن سایہ کریں گی۔

اور جس پر سحر ہو چکا ہے، ان سورتوں کی کثرت سے تلاوت پر سحر دفع ہو جائے گا، اور پڑھنے والے پر سحر و جادو نہیں چل سکتا۔

آیۃ الکرسی کے فوائد

یہ کتاب اللہ میں بوجہ فضیلت سب سے بڑی آیت اور تمام آیات کی سردار ہے، جس مال و اولاد میں یہ آیت لکھ کر رکھی یا پڑھی جائے، اس کے پاس جن نہیں آسکتے، اگر راستہ بھول جائے تو آیۃ الکرسی اور کلماتِ اذان و اقامت پڑھ کر دُعا کرے، تو اِن شاء اللہ تعالیٰ راستہ پالے گا۔

"اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" کے فائدے

جس مکان میں سورۂ بقرہ کی آخری یہ دو آیتیں تین رات تک پڑھی جائیں، اس میں شیطان اور جن قریب نہیں آتے، اگر رات کو پڑھی جائیں اور اُس رات اس کو موت آگئی تو اس کی مغفرت ہوگی، اور چور وغیرہ کی بلا سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ کہف کے فائدے

سورۂ کہف کے پڑھنے والے کو قیامت کے دن نور ملے گا، اور وہ دجال کے مکر و فریب سے بچا رہے گا، اور اس کی اوّل و آخر کی دس آیتیں پڑھنے سے بلا و مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ ملک کے فائدے

اس کا ہر روز پڑھنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے، اور مریض پر صبح و شام تین مرتبہ پڑھنے اور دَم کرنے سے شفا نصیب ہوگی۔ (بحوالہ معارف بہلویؒ)

❁❁❁❁❁❁

حفاظِ قرآن کے لئے قیمتی نصیحتیں

حضرت عبیدہ ملیکیؒ نے حضور ﷺ سے نقل کیا ہے اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ بنائے سوئے نہ پڑے رہو، اور اس کو رات اور دن کی گھڑیوں میں اس طرح پڑھو جس

طرح اس کے پڑھنے کا حق ہے (یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھو) اور اس کو پھیلاؤ، اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو اور اس کے احکام و مضامین میں غور وتدبر کرو تا کہ کامیاب رہو، اور اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو، کیونکہ (آخرت میں) اس کے لئے بڑا اجر و معاوضہ ہے (یعنی یہ سوچو کہ قرآن کا کامل اجر وثواب وصلہ آخرت ہی میں ملے گا۔ (بحوالہ البیہقی)

اور فرمایا اے اہل قرآن! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور دن رات کی گھڑیوں میں اس کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، اس کے ثواب کا خود بھی ذخیرہ کرو اور آگے تعلیم دے کر دوسروں کو بھی ذخیرہ اندوزی کا موقع دو، اس کے مضامین میں غور وفکر کرو شائد کہ تم فلاح پاؤ، اور اس کا معاوضہ نقد دنیا میں مت طلب کرو کیونکہ آخرت میں اس کا عظیم معاوضہ محفوظ ہے۔

عباس بن عبدالمطلبؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دین غالب ہوگا، یہاں تک کہ دریاؤں سے تجاوز کر جائیگا اور یہاں تک کہ اللہ کے راستے میں گھوڑوں کو دریاؤں میں ڈال دیا جائے گا پھر ایسے لوگ آجائیں گے جو قرآن پڑھیں گے جب پورا قرآن پڑھ لیں گے تو کہنے لگیں گے ہم نے قرآن پڑھ لیا تو اب کون ہم سے بڑا قاری ہے اور کون ہم سے بڑا عالم ہے، پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم ان لوگوں میں کوئی خیر و بھلائی جانتے ہو؟ عرض کیا نہیں! فرمایا یہ لوگ تم میں سے ہوں گے اور اس امت میں سے ہوں گے یہی لوگ دوزخ کی آگ کا ایندھن ہوں گے۔ (ابویعلی)

ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چند سالوں کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوں گے جو نماز ضائع کریں گے اور نفسانی خواہشات کی پیروی کریں گے، یہ لوگ عنقریب جہنم کی وادی غی میں داخل ہوں گے پھر ایسے نالائق لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کی ہنسلی کی ہڈی سے نیچے نہیں اترے گا اور اس وقت تین طرح کے لوگ قرآن پڑھیں

گے مومن، منافق و فاجر، راوی حدیث بشیر خولانی ؒ کہتے ہیں، میں نے ولید بن قیس سے پوچھا ان تینوں کی تشریح کیا ہے؟ کہا منافق تو کافر ہے اور فاسق و فاجر وہ ہے جو قرآن کے ذریعہ کھائے گا اور مومن وہ ہے جو قرآن پر عملاً اور اعتقاداً ایمان لائے گا۔

(بحوالہ مسند احمد)

حضرت عمر ؓ بن خطاب کی نصیحت برائے حفاظ قرآن

اے قراء کے گروہ! اپنے سروں کو اٹھاؤ (توجہ کرو) تمہارے سامنے دین کا رستہ واضح ہو چکا ہے لہٰذا خیر کی باتوں میں سبقت لے جاؤ، اور لوگوں پر بوجھ نہ بنو، (اپنی کمائی کرو) (تبیان)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی نصیحت برائے حفاظ قرآن

حافظ قرآن کے لئے لائق و مناسب ہے کہ ان باتوں کو اپنا شعار بنالے کہ لوگ انہی باتوں کے ذریعے اس کو پہچاننے لگیں۔

اول اس کی رات کی عبادت کے ذریعہ، جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔

دوم اس کے دن کے روزہ کے ذریعہ جبکہ لوگ بے روزہ ہوں گے۔

سوم اس کے رنج و فکر آخرت کے ذریعہ جبکہ لوگ خوش ہو رہے ہوں گے۔

چہارم اس کے رونے کے ذریعہ جبکہ لوگ ہنس رہے ہوں گے۔

پنجم اس کی خاموشی کے ذریعہ جبکہ لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں لگے ہوئے ہوں گے۔

ششم اس کی تواضع و نیاز مندی کے ذریعہ، جبکہ لوگ تکبر میں مبتلا ہوں۔

اور حافظ قرآن کے لئے لائق ہے، کہ رونے والا، غمگین، حکیم، بردبار، جاننے والا، پر سکون، و باسکینت رہے اور حافظ قرآن کے لئے لائق نہیں کہ سخت دل اور غافل اور شور مچانے والا اور چلانے والا اور تیز مزاج ہو۔ (ابونعیم)

حضرت حذیفہ ؒ کی نصیحت

حذیفہ مرعشیؒ نے یوسف بن اسباط کو خط لکھا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے دو دمڑی میں اپنا دین بیچ دیا ہے، آپ نے ایک دودھ فروش کے پاس کھڑے ہو کر پوچھا یہ کتنے میں ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کے لئے سدس میں ہے، آپ نے کہا کہ نہیں بلکہ ثمن میں ہے، اس نے کہا ٹھیک ہے اور وہ آپ کو پہچانتا تھا، اپنے سر سے غافلوں کی اوڑھنی اتارو، اور موت کی نیند وغفلت سے بیدار ہو جاؤ، اور جان لو کہ جس نے قرآن پڑھا اور پھر اس کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دی مجھے ڈر ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ مذاق کرنے والوں میں شامل نہ ہو جائے۔

حضرت عمر فاروق ؓ کا ایک اہم مکتوب

ابو کنانہ عدوی سے منقول ہے کہ عمر بن خطابؓ نے اجناد کے حکام کو خط لکھا کہ جتنے لوگوں نے قرآن مجید حفظ کیا ہے ان کے نام میرے پاس روانہ کر دو تا کہ میں ان کو خصوصی وظیفہ والوں میں شامل کر دوں اور لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینے کے لئے ان کو مختلف علاقوں میں بھیج دوں، اس خط کے جواب میں ابو موسیٰ اشعریؓ نے جواب میں لکھا کہ میرے پاس کچھ اوپر تین سو آدمیوں نے قرآن پاک حفظ کیا ہے اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں درج ذیل مکتوب گرامی روانہ فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بندے عمر کی جانب سے عبداللہ بن قیس اور ان کے ساتھیوں کے لئے ہے جو قرآن پاک کے حافظ ہیں۔

السلام علیکم اما بعد: یہ قرآن شریف تم لوگوں کے لئے اجر ہوگا اور تمہارے لئے شرافت اور ذخیرہ ہوگا تم اس کی اتباع کرنا، اور قرآن تمہاری اتباع نہ کرے اس لئے کہ جس شخص کا اتباع قرآن نے کیا قرآن اس کو گدی میں زور سے دھکا مار کر اوندھا کر دے گا حتی کہ اس شخص کو جہنم میں پھینک دے گا اور جس شخص نے قرآن کا اتباع کیا قرآن اس

کو فردوس کے باغات میں پہنچادے گا، اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرلو، کہ قرآن تمہارے لئے سفارش کرنے والا ہو، اور تمہاری شکایت کرنے والا نہ ہو، اس لئے کہ قرآن جس کی سفارش کرے گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اور جس کی قرآن شکایت کرے گا وہ جہنم میں داخل ہو گا، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ قرآن ہدایت کے سرچشمے اور علم کی کلیاں ہیں، اس قرآن کا رحمٰن کے پاس آنے کا زمانہ ہے، اس کے ذریعہ اللہ پاک اندھی آنکھوں کو بینا اور بہرے کانوں کو سننے والا اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیتا ہے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بندہ جب رات کو کھڑا ہوتا ہے اور مسواک اور وضو کرتا ہے پھر اللہ اکبر کہتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ تلاوت کر، تلاوت کر تو اچھا ہے اور تیرے لئے اچھائی ہے اور اگر فقط وضو کرتا ہے اور مسواک نہیں کرتا تو اس کی حفاظت کرتا ہے اور ویسا معاملہ نہیں کرتا...... سن لو کہ قرآن کا نماز کے ساتھ پڑھنا ایک محفوظ خزانہ ہے اور رکھی ہوئی خیر ہے، جہاں تک تم سے ہو سکے اس کی کثرت کیا کرو، اس لئے کہ نماز نور ہے اور زکوٰۃ دلیل ہے، اور صبر روشنی ہے اور روزہ ڈھال ہے، اور قرآن یا تمہارے نفع کے لئے حجت ہے یا تمہارے نقصان کے لئے حجت ہے، سو تم قرآن کی تعظیم کرو، اور اس کی اہانت نہ کرو اس لئے کہ اللہ جل شانہ اس کا اکرام کرے گا جو قرآن کا اکرام کرے گا اور اس کی اہانت کرے گا جو قرآن کی اہانت کرے گا، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے جس نے اس کی تلاوت کی اور اسے حفظ کیا اور اس پر عمل کیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا اتباع کیا، اس کی دعا اللہ عزوجل کے نزدیک مقبول ہے، اگر اللہ چاہے تو اس دنیا میں جلد ہی دے دے اور نہیں تو اس کے لئے آخرت میں ذخیرہ ہے ہی، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے جو کچھ اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور ان لوگوں کے لئے باقی رہنے والا ہے، جو ایمان لائے اور انہوں نے رب پر توکل کیا۔ (کنز العمال)

حسن بصریؒ کی نصیحت

تم سے پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا پیغام سمجھتے تھے، سورات بھر اس میں غور وتدبر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کی تگ ودو کرتے تھے۔

فضیل بن عیاضؒ کی نصیحت

حافظِ قرآن کو زیب نہیں دیتا کہ وہ خلفاء میں سے کسی کے پاس یا ان کے علاوہ دیگر امراء کے پاس اپنی کوئی ضرورت لے کر جائے، حافظ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے، پس قرآن کے حق کی عظمت کے پیش نظر اس کو لائق نہیں کہ کھیلنے والوں کے ساتھ شامل ہو کر یہ بھی کھیلنے لگے اور خدا کو بھولنے والوں کے ساتھ شامل ہو کر یہ بھی بھول جائے، اور لغو کام کرنے والوں کے ساتھ یہ بھی لغو کام کرنے لگے۔

حفظِ قرآن کے بعض سنہری اصول

تعلیم و تعلم قرآن کیلئے مسجد کا ماحول بہتر ہے

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے۔

تم میں سے کوئی صبح کے وقت مسجد میں کیوں نہیں جاتا کہ وہاں جا کر کتاب اللہ کی دو آیتیں سکھادے یا صرف پڑھ ہی لے کہ یہ دونوں آیتیں اس کے لئے دو فربہ کوہان اونٹنیوں سے افضل ہیں۔

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ حفظ وتعلیم اور تعلم کے لئے مسجد کا ماحول زیادہ مفید و مناسب ہے اور ویسے بھی مسجد کے قیام میں اجر وثواب بھی ہے۔ (الکلمات الحسان ص ۱۲)

حفظ قرآن میں استاد کی اہمیت

سلف کا قول ہے "لاتاخذ العلم عن صحفی الاالقرآن عن مصحفی" یعنی نہ تو علم صرف ''کتابی عالم'' سے حاصل کرو اور نہ قرآن صرف ''قرآنی قاری'' سے اخذ

کرو۔ ''کتابی عالم'' وہ ہے جس نے علماء کی طرف مراجعت اور ان سے طلب کئے بغیر از خود صرف کتابوں سے علم حاصل کرلیا۔ اور ''قرآنی قاری'' وہ ہے جس نے کسی قاری کی طرف مراجعت کئے بغیر صرف قرآن دیکھ کر از خود قرآن سیکھ لیا ہو۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں واللہ! میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے براہ راست صرف ستر سے کچھ اوپر سورتیں حاصل کی ہیں۔ ان کے علاوہ باقی قرآن میں نے صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا ہے۔ (الفتح ص ۴۶، ۴۷، ج ۹)

حضرت معدیکربؓ کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہمیں دو سو آیتوں والی طٰسم یعنی سورۂ شعراء سنائیں، فرمایا یہ سورت میرے پاس نہیں ہے البتہ تم ایسے شخص کے پاس جاؤ جس نے یہ سورت براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حاصل کی ہے۔ اور وہ خباب بن ارتؓ ہیں چنانچہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور موصوف نے ہمیں یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ (الکلمات ص ۶۰)

استاد کے بغیر قرآن پڑھنے میں سنگین غلطیوں کے واقعات

(۱)......ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن الرومیؒ سے سنا کہ ایک شخص کسی بستی میں گیا وہاں کے خطیب نے اس کی مہمان نوازی کی، وہ شخص چند دن اس کے پاس قیام پزیر رہا، ایک روز خطیب نے اس سے کہا کہ میں مدت سے اس قوم کی امامت کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں لیکن مجھے عرصہ سے قرآن مجید کے چند مقامات میں اشکال درپیش ہے اس شخص نے کہا مجھ سے ان مقامات کے متعلق دریافت کرلو خطیب کہنے لگا ان میں سے ایک موقعہ تو سورۂ فاتحہ ہی میں ہے وہ یہ کہ '' ایاک نعبدو وایاک '' کے بعد تسعین ہے یا سبعین؟ یہ مجھے اشکال ہے، البتہ میں بطور احتیاط کے سبعین کی جگہ تسعین پڑھتا ہوں (کیونکہ تسعین نوے کے اور سبعین ستر کے معنی میں ہے اور نوے میں ستر بھی آجاتا ہے)

(الکلمات ص ۶۲)

(۲)......ابن کامل نے ابوالشیخ اصبہانی کے ذریعہ یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ عثمان ابی شیبہ

نے "واذابطشتم بطشتم جبارین" والی آیت کی تفسیر میں جبارین کی جگہ خبارین پڑھا۔

(۴)......قراء سبعہ میں چھٹے قاری امام حمزہ بچپن میں ایک مرتبہ قرآن پاک میں دیکھ کر تلاوت کر رہے تھے اور آپ کے والد صاحب سن رہے تھے، امام حمزہؒ نے یوں پڑھا: "الم ذلک الکتٰب لازیت فیه" اس پر آپ کے والد نے فرمایا: اس قرآن کو چھوڑ دو اور جاؤ کسی قاری سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو (چنانچہ پھر آپ نے بہت سے مشائخ سے فن قرأت حاصل کیا حتیٰ کہ امامت کے درجہ پر فائز ہو گئے)

(۴)......ایک صاحب نے "قیل ینوح اهبط بسلٰم" کی جگہ "بسلّم" اور "جعل السقایة رحل اخیه" کی جگہ "جعل السفینة فی رجل اخیه" ایک دوسرے باکمال قاری نے "فضرب بسور له باب" کی جگہ "بسنور ناب" اور ایک اور فاضل نے "الهٰکم التکاثر" کی جگہ "الاهکم التکاثو" پڑھا، الامان والحفیظ۔

(الکلمات ص ۶۲/۶۳)

مقدارِ حفظ، موافقِ تحمل

حفظ میں اس کا بطور خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اپنی طاقت اور برداشت سے زیادہ مقدار سبق یاد نہ کیا جائے ورنہ طلب الکل فوت الکل والا معاملہ ہو جائے گا۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں" لاتکره قلبک ان القلب اذا اکره عمی" دل پر زبردستی نہ کرو کیونکہ زبردستی کرنے سے دل نابینا ہو جاتا ہے۔

علی ابن طالبؓ فرماتے ہیں"ان هٰذه القلوب تمل کما تمل الابدان فابتغو لها طرائف الحکم" جس طرح بدن تھک جاتا ہے۔ اسی طرح دل بھی تھک جاتا ہے لہٰذا دل کی تازگی کے لئے حکمت آمیز خوش طبعی کی باتیں کیا کرو۔

خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں کہ باقی جسمانی اعضاء کی طرح دل ودماغ بھی ایک جسمانی عضو ہے پس جس طرح دیگر جسمانی اعضاء کے لحاظ سے انسانوں میں باہمی

تفاوت ہوتا ہے مثلاً بعض آدمی دومن وزن اٹھالیتے ہیں لیکن بعض دو سیر بھی نہیں اٹھا سکتے ہیں، کئی آدمی بیسیوں میل پیدل چل سکتے ہیں لیکن بعض آدمیوں کے لئے ایک میل چلنا بھی بھاری ہو جاتا ہے بعض آدمی کئی سیر کھانا کھا جاتے ہیں لیکن بعض آدمی ایک پاؤ بھی کھالیں تو بدہضمی کا شکار ہو جاتے ہیں اسی طرح دل ودماغ میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا دل ودماغ اتنا تیز اور مضبوط ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک گھنٹہ میں دسیوں صفحے حفظ کر لیتے ہیں لیکن اس کے برخلاف کئی آدمی دسیوں دن میں ایک صفحہ بھی حفظ نہیں کر سکتے ہیں۔ اب اگر یہ آدمی جس کا مقدار حفظ یومیہ ایک صفحہ بھی نہیں ہے یہ پہلے آدمی کی حرص کر کے دسیوں صفحے یاد کرنے کا خواب دیکھنے لگے تو ''کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔'' کے مصداق دس تو کجا ایک صفحہ سے کم سے بھی جائے گا۔ لہٰذا ہر شخص کو اپنی استطاعت کے مطابق سبق کی مقدار مقرر کرنی چاہئے۔ دیکھئے! جب ہم کوئی عمارت تعمیر کرتے ہیں تو روزانہ صرف چند چند گز ہی تعمیر کرتے ہیں تا کہ اس کے اندر خوب مضبوطی اور جماؤ پیدا ہوتا چلا جائے ورنہ اگر ایک ہی دن میں پوری عمارت کھڑی کر دینگے تو یا تو عمارت کمزور رہ جائے گی یا پھر دھڑام سے ساری عمارت نیچے آپڑے گی۔ اسی طرح طالب کو روزانہ ایک محدود مقدارِ سبق ہی یاد کرنی چاہئے تا کہ خوب رسوخ پیدا ہو جائے اور ساتھ ساتھ راحت رسانی بھی ہوتی رہے۔

محمد بن داؤدؒ کے استاد نے ایک دفعہ ان کی کتاب پر خون کے نشان دیکھے اور ان کے متعلق پوچھا۔ ابن داؤد نے بتایا کہ میں گرمی کی راتوں میں چراغ کی روشنی میں مطالعہ کرتا ہوں جس کی وجہ سے نکسیر بہہ پڑتی ہے یہ اس کے نشان ہیں۔ استاد صاحب نے فرمایا کہ تم علم کو نفس کے فائدہ کے لئے طلب کرتے ہو جب تمہارا نفس ہی ضائع ہو جائے گا تو پھر علم کا فائدہ کس کو حاصل ہوگا، اس لئے تحمل سے زیادہ مشقت نہ کیا کرو۔

ابوالعالیہ کا قول ہے ''تعلموا القرآن خمس آیات فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاخذھمن جبریل خمسا خمسا'' ابن ابی شیبہ، ابونعیم، شعیب الایمان)

تم قرآن کریم کو پانچ پانچ آیتیں کر کے سیکھو کیونکہ جبریل امین سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ پانچ آیتیں کر کے ہی قرآن سیکھا ہے۔ بعض علماء کا ارشاد ہے: مـــن

تعلم خمسا خمسا لم ینسه. (شعیب الایمان للبیہقی)

جس نے پانچ پانچ آیتیں کر کے قرآن حاصل کیا وہ اسے نہ بھولے گا۔

(الکلمات الحسان)

تکرار اور سبق کا بار بار دہرانا' حفظ کی بنیاد ہے

ابن شہاب زہریؒ کا قول ہے کہ شروع کی مثال گھاٹی کی طرح ہوتی ہے یعنی وہ چھوٹا سا ہوتا ہے جو زیادہ مسائل وابحاث کا تحمل نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کی مثال وادی ومیدان کی طرح ہو جاتی ہے پھر اس میں جو چیز بھی آتی ہے سما جاتی ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ ہر برتن ایسا ہے کہ اس میں جتنی زیادہ چیز ڈالو گے اتنا ہی تنگ ہوتا جائے گا لیکن صرف دل ایک ایسا برتن ہے کہ اس میں جتنا علم بھی ڈالتے جاؤ گے اتنا ہی وہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔

معاذ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ ہم ابن عون کے دروازے پر کھڑے تھے کہ اندر سے شعبہ اپنے ہاتھوں سے انگلیوں کے شمار کا نشان بناتے ہوئے نکلے۔ کسی نے ان سے کوئی بات کی تو فرمایا کہ بات مت کرو کیونکہ ابھی ابھی میں نے ابن عون سے دس حدیثیں حفظ کی ہیں ایسا نہ ہو کہ باتوں کی وجہ سے وہ حدیثیں بھول جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سبق سے فارغ ہونے کے فوراً بعد سبق کا تکرار کرنا زیادہ مفید ہے تاکہ فضول باتوں میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے وہ سبق بھول نہ جائے۔ (الکلمات الحسان ص ۷۲،۷۳)

قرآنی آیت کی حلاوت ولذت

بشر بن سریؒ کہتے ہیں کہ آیت کی مثال کھجور کی سی ہے کہ تم جس قدر اس کو چباؤ گے اسی قدر وہ شیرینی دے گی۔ اسی طرح قرآن پاک کی جس قدر تلاوت کی جائے اسی قدر زیادہ حلاوت ولذت حاصل ہوتی ہے، اسی لئے بقول ابی سلیمانؒ جب کوئی شخص کسی سورت کی ابتداء کرتا ہے تو بغیر ختم کئے تلاوت بند کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔

(البرھان فی علوم القرآن ص ۴۷۱ ج ۱)

دل کی طرف دوراستے آنکھ اور کان

دل کی طرف آنکھ اور کان دونوں کا راستہ جاتا ہے لیکن آنکھ سے دیکھنے والے راستہ کے مقابلہ میں کان سے سننے والا راستہ زیادہ مضبوط ہے، اس لئے بیناؤں کے مقابلہ میں نابیناؤں کا حفظ زیادہ قوی ہوتا ہے (کیونکہ وہ صرف کانوں سے سن کر یاد کرتے ہیں)

(الکلمات الحسان ص ۱۴۷)

آہستہ اور اونچی تلاوت کا ضابطہ

جس شخص کو اونچی آواز پڑھنے میں ریاکاری کا اندیشہ ہو اس کے لئے آہستہ پڑھنا افضل ہے۔ لیکن جس کو یہ خطرہ نہ ہو اس کے لئے اونچی آواز سے پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ اس میں عمل زیادہ کرنا پڑتا ہے نیز اس کا فائدہ دوسروں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ اور اس سے قاری کو دلی نشاط حاصل ہوتا ہے اور اس کی اہمیت مجتمع رہتی ہے۔ نیز اس پر نیند کا غلبہ نہیں ہونے پاتا۔ علاوہ ازیں اس سے سونے والے آدمی جاگ جاتے ہیں اور غافل کو نشاط حاصل ہوتا ہے اگر ان میں سے کوئی ایک نیت بھی ہو تو جہر افضل ہے اور اگر سب نیتیں اکٹھی ہو جائیں تو کئی گونہ ثواب حاصل ہوگا، لیکن اگر تلاوت کرنے والا مسجد میں یا کسی علمی حلقہ میں ہو یا وہ ایسا مقام ہو جہاں اس کے علاوہ بھی کوئی ذاکر یا نمازی یا قاری قرآن موجود ہو تو ان صورتوں میں سری تلاوت افضل ہے تاکہ وہ دوسرے بھائیوں کی اذیت رسانی کا باعث نہ بنے۔

(حواشی الکلمات الحسان)

حافظہ حائضہ عورت کان، دل، آنکھ سے کام لے

حائضہ عورت جو حافظہ ہو اس کے لئے ماہواری کے دنوں میں قرآن پاک کی دہرائی اور منزل پڑھنے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ ان دنوں میں بجائے پڑھنے کے قرآن پاک کو زیادہ سنا کرے تاکہ قرآن پاک تازہ رہے اور بھول نہ جائے۔ دوسری یہ کہ دل میں سوچ سوچ کر آیتوں کو دہراتی رہے۔ تیسری یہ کہ نہ زبان سے قرآن پاک کی تلاوت کرے

اورنہ ہاتھوں سے اس کو چھوئے بلکہ کسی کپڑے وغیرہ سے پکڑ کر قرآن پاک کو صرف دیکھتی رہے۔ (الکلمات ص۹۵)

متشابہ آیات کی اہمیت

"الله نزل احسن الحديث كتباً متشابها مثانی" اللہ نے بہترین کلام یعنی ایسی کتاب اتاری ہے جو آپس میں ملتی جلتی اور دوہرائی ہوئی ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ و معانی نیز کلمات و آیات میں تشابہ پایا جاتا ہے قرآن کریم کی تقریباً چھ ہزار آیات ہیں جن میں سے تقریباً دو ہزار آیات میں تشابہ پایا جاتا ہے جو کچھ کلمات کا فرق وتفاوت ہوتا ہے جس کی صرف چھ مثالیں حسب ذیل ہیں۔

(۱)......"تنزيل الكتاب من الله العزيز الحكيم" یہ آیت تین جگہ یعنی زمر جاثیہ احقاف کے شروع میں آئی ہے۔

(۲)......"يا يها النبی جاهد الكفار والمنفقين" یہ آیت دو جگہ توبہ وتحریم میں آئی ہے۔

(۳)......بقرہ میں" وادخلو الباب سجدا وقولو احطة" اوراعراف میں وقولو حطة وادخلو الباب سجدا آیا ہے۔

(۴)......بقرہ میں" ان الذين امنو والذين هادو او النصرٰی والصٰبئين" آیا ہے۔

(۵)......بقرہ وانعام میں" قل ان هدى الله هو الهدٰى" اورآل عمران میں "قل ان الهدٰى هدى الله" آیا ہے۔

(۶)......بقرہ میں "وما اهل به لغير الله" اور مائدہ، انعام، نحل میں" وما اهل به لغير الله" آیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ (الکلمات الحسان)

پابندی و باقاعدگی کے ساتھ تھوڑا حفظ کرنا بہتر ہے

(۱)......قوتِ حافظہ بھی دوسرے قویٰ واعضاء کی طرح ایک عضو ہی ہے لہٰذا اس

سے جس قدر حفظ کا کام زیادہ لیا جائے گا۔ اسی قدر اس کی قابلیت میں اضافہ ہوگا اور جس قدر اس کو بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔ اسی قدر اس کی قابلیت کم ہوتی جائے گی۔

(۲)......ایک خاتون امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ میں آئی آپ بہت لمبی تقریر فرما رہے تھے اس خاتون نے ایک فقہی مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب اور آپ کے تلامذہ سے اس کا صحیح جواب نہ بن سکا۔ وہ خاتون حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ کی خدمت میں آئی اور وہ مسئلہ دریافت کیا اور اس کا شافی جواب پایا پھر ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے پاس واپس آئی اور کہنے لگی۔ میں تو تمہاری ظاہری تقاریر سے دھوکہ کھا گئی، تمہاری یہ سب تقریریں کچھ بھی حیثیت و وقعت نہیں رکھتی ہیں، ابوحنیفہؒ اٹھے اور حضرت حمادؒ کے پاس آگئے، حماد نے دریافت کیا کیونکر آئے؟ عرض کیا فقہ حاصل کرنے کے لئے! فرمایا روزانہ صرف تین مسئلے سیکھا کرو تاکہ علم بخوبی حاصل ہو جائے چنانچہ امام صاحب روزانہ اسی طرح باقاعدگی کے ساتھ علم حاصل کرتے رہے اور حضرت حمادؒ کے حلقہ کو لازم پکڑے رہے۔ حتیٰ کہ فقہ میں امامت کے درجہ پر فائز ہو گئے۔ (الفقیہ والمتفقہ، اخرجہ الخطیب البغدادی)

(۳)......سعید بن جبیرؒ کا قول ہے "**لایزال الرجل عالما ما تعلم فاذا ترک کان اجهل مایکون**" یعنی جب تک آدمی علم سیکھتا رہے عالم رہتا ہے اور جب سیکھنا چھوڑ دے تو سب سے بڑا جاہل بن جاتا ہے۔

(۴)......اگر تم پوری باقاعدگی و پابندی کے ساتھ روزانہ صرف پانچ آیتیں بھی حفظ کرتے رہو تو بغیر کسی کلفت و دقت کے صرف چار سال کے عرصہ میں بہت آسانی سے حافظ قرآن بن سکتے ہو۔ "**واللہ الهادی والموفق الیٰ سبیل الرشاد**"

(الکلمات ص ۱۱۲ تا ص ۱۱۷)

حفظ کیلئے سنہری عمر اور بہترین ومناسب زمانہ ووقت

(۱)......یہ بات واضح وعیاں ہے کہ بڑی عمر کی نسبت چھوٹی عمر میں حفظ کرنا زیادہ پائیدار و مستحکم ہوتا ہے اسی لئے یہ مثال مشہور ہے "**الحفظ فی الصغر کالنقش فی**

الحجر والحفظ فی الکبر کالنقش علی الماء" ۔یعنی صغرسنی میں حفظ، پتھر میں لکیر کی طرح ہے اور بڑی عمر میں حفظ، پانی پر لکیر کھینچنے کی طرح ہے۔ (حسن بصریؒ وقتادہؒ)

(۲)......علم سیکھو! کیونکہ اگر تم آج کے اصاغر ہو تو کل کے اکابر ہو اور جو حفظ نہ کر سکے وہ تحریر کرے۔ (حسن ابن علیؓ)

(۳)......اے بیٹے! صغرسنی میں علم طلب کرلو کیونکہ کبرسنی میں تحصیل علم بہت مشکل ہے۔ (حکیم لقمانؒ)

(۴)......نوجوانی میں میں نے جو چیز حفظ کرلی وہ مجھے ایسے مستحضر ہے گویا میرے سامنے کسی کاغذ پر لکھی ہوئی ہے۔ (علقمہؒ)

(۵)......میں نے چودہ سال کی عمر میں قتادہ کی ہمنشینی اختیار کی اس وقت جو چیز میں نے ان سے سن لی وہ گویا میرے سینے میں کندہ ہے۔ (معمرؒ)

(۶)...... چھ سال کی عمر سے تیئیس سال کی عمر تک کا اٹھارہ سالہ عرصہ حفظ کے لئے بیحد سنہری اور بہترین زمانہ ہے۔ اس عمر کو بہت غنیمت سمجھنا چاہئے کیونکہ اس عمر میں انسان کا حافظہ ایسا تازہ اور مضبوط ہوتا ہے کہ جو چیز بھی یاد کرنا چاہے، بہت جلد یاد ہو جاتی ہے اور پھر بہت دیر سے بھولتی ہے۔ لیکن تیئیس سال کی عمر کے بعد حفظ بہت دیر سے ہوتا ہے البتہ بھول بہت جلد ہونے لگتی ہے کیونکہ اس عمر میں سمجھ تیز ہو جاتی ہے اور حافظہ کمزور ہو جاتا ہے جبکہ تیئیس سال کی عمر تک سمجھداری کا ملکہ کمزور اور اس کے مقابلہ میں حافظہ قوی ہوتا ہے۔

لہٰذا حفظ کے ان سنہری اٹھارہ اصولوں کی خوب قدر کرنی چاہئے۔ اگر کوئی خود اس پر عمل نہیں کر سکا ہے تو آگے اپنی اولاد کے بارے میں ان سنہری اصولوں کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ انسان بڑی عمر میں حفظ کی طاقت بالکل ہی کھو بیٹھتا ہے بلکہ یہ صرف مقصود ہے کہ صغرسنی میں حفظ بہ نسبت بڑی عمر کے حفظ کے زیادہ مستحکم ہوتا ہے۔ ویسے بڑی عمر میں بھی تحصیل علم سے ہرگز دریغ نہ کرنا چاہئے چنانچہ بہت سے صحابہ کرامؓ نے بڑی عمر ہی میں علم کو حاصل کیا اور آگے اس کو نقل کیا۔

ابن حزم ظاہریؒ نے چھبیس سال کی عمر میں تحصیل علم کی اور اتنے بڑے عالم بنے کہ

ابوالولید باجیؒ کے علاوہ (جو کبار فقہاء مالکیہ میں سے ہیں) کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی مناظرہ میں آپ کے سامنے ٹھہر نہ سکتا تھا، قفال مروزیؒ نے تیس یا چالیس برس کی عمر کے بعد علم حاصل کیا۔ حتیٰ کہ شافعی مذہب میں ماہر و کامل بن گئے اسی لئے امام بخاریؒ نے صحیح بخاری باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ میں عمر فاروقؓ کا ارشاد عالی "تفقهو قبل ان تسودوا" (مقتدا بننے سے پہلے پہلے فقہ اور علم حاصل کرلو) نقل کرنے کے بعد فرمایا:۔ "وبعد ان تسودوا وقد تعلم اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فی کبر سنهم" یعنی مقتدا بننے کے بعد بھی علم حاصل کرو کیونکہ صحابہ کرامؓ نے بڑی عمر ہی میں علم حاصل کیا ہے۔

ف...... حضرت عمر فاروقؓ کے ارشاد عالی کا مقصد یہ ہے کہ مقتدا بننے سے پہلے حصول علم کے زیادہ مواقع مہیا ہوتے ہیں لہٰذا انہیں ضائع نہ کرو بلکہ ان کی خوب قدر و قیمت پہچانو۔

(۷)...... جو جلدی سردار بن گیا اس نے اپنے علم کے بہت سے حصے کو نقصان پہنچایا اور جو سردار نہیں بنا اس نے طلب کیا اور مزید طلب کیا حتیٰ کے منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔

(۸)...... جب کوئی نوعمر بچہ، صدرِ قوم بن جائے گا تو علم کثیر سے محروم رہ جائے گا۔ (شافعیؒ)

(۹)...... اپنے نوعمر بچے ہمارے سپرد کرو کیونکہ ان کی دل کی تختی بالکل صاف اور خالی ہوتی ہے لہٰذا وہ جو بات بھی سنیں گے وہ انہیں خوب یاد ہو جائے گی پھر جس بچے کے متعلق اللہ تعالیٰ کو تکمیل کرانا منظور ہوگا اس کی تکمیل بھی کرادیں گے۔ (حسن بصریؒ)

(۱۰)...... حفظ کی پختگی و مضبوطی کے لئے یہ امر بیحد معاون ہے کہ انسان اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے جملہ اوقات فرصت اور دن رات کی ممکنہ گھڑیوں میں حفظ شدہ سورتوں کو بار بار دہرانے کا اہتمام کرے، نوافل و سنن، نماز تہجد اور فرض نمازوں کے اوقاتِ انتظار میں نیز نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی تلاوت جاری رکھے۔ اگر امام مسجد ہو تو سری و جہری سب فرض نمازوں میں بھی بالترتیب تلاوت کا سلسلہ جاری رکھے۔ اس طریقہ پر عمل درآمد

کرنے سے قرآن پاک بہت معیاری پیمانہ پر خوب یاد اور ذہن میں بیحد راسخ اور کالنقش فی الحجر ہو جائے گا۔ (عبدالرحمن عبدالخالقؒ)

(۱۱)......"اجود الاوقات للحفظ الاسحار وللبحث الابکار وللکتابة وسط النهار وللمطالعة والمذکرة اللیل" ۔جیدترین وقت حفظ کے لئے سحری کا، بحث وتلاوت کے لئے صبح کا، کتابت کے لئے دوپہر کا، اور مطالعہ و مذاکرہ کیلئے رات کا ہے۔ (بحوالہ تذکرہ السامع والمتکلم)

(۱۲)......اے بیٹے! میں تمہارے لئے ادب وعلم کے مطالعہ کے لئے رات کا وقت پسند کرتا ہوں کیونکہ دل، دن کو پرندہ اور رات کو ساکن ہوتا ہے لہٰذا اس وقت جو بات دل میں ودیعت رکھو گے وہ اس کو خوب سمجھ جائے گا (اور یادرکھے گا) (بعض علماء سلف)

(۱۳)......رات کی تاریکی......دل کو زیادہ روشن کرنے والی ہے۔ (شافعیؒ)

(الکلمات ص۱۷۹ تا ص۱۸۳)

قرآن پاک یاد کرنے کے بعد بھلا دینے کی وعیدیں

سخت عذاب

اسد بن موسیٰؒ کی کتاب میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کے درمیان ایک میدان ہے جس سے خود دوزخ بھی روزانہ سات مرتبہ پناہ مانگتی ہے، اس میدان میں ایک کنواں ہے جس کے شر سے وہ میدان اور دوزخ دونوں اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، اس کنویں میں ایک سانپ رہتا ہے (زہردار سخت آواز) اس سانپ کے شر سے دوزخ میدان، اور کنواں تینوں روزانہ سات مرتبہ پناہ مانگتے ہیں، اس کنویں میں اللہ تعالیٰ نے ان بد بخت حفاظِ قرآن کے لئے عذاب مقرر فرمایا ہے، جو اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ (تفسیر قرطبیؒ)

قرآن محفوظ رکھنے کا ذریعہ

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صاحب قرآن (حافظ) کی مثال رسی سے بندھے ہوئے اونٹ والے کی طرح ہے اگر وہ اپنے اونٹ کی دیکھ بھال رکھے گا تو اس کو روکے رکھے گا اور اگر اس کو آزاد چھوڑ دے گا تو وہ بھاگ کھڑا ہوگا (اسی طرح قرآن کی تلاوت بار بار کی جائے تو وہ حافظہ میں محفوظ رہے گا، ورنہ طاق نسیان کی نذر ہو جائے گا)۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کی خبر گیری کیا کرو (اور باقاعدگی سے اس کی منزل پڑھتے رہا کرو) قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اونٹ جس قدر تیزی کے ساتھ اپنی رسیوں سے نکل بھاگتا ہے اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ قرآن حافظہ اور سینے سے نکل جاتا ہے (یعنی آدمی اگر اپنے اونٹ سے غافل ہو جائے اور اونٹ اپنے پاؤں کی یا نکیل کی رسی ڈھیلی ہو جانے پر اس سے نکل جائے تو فوراً بھاگ جائے گا ذرا سی دیر بھی نہیں ٹھہرے گا، اس طرح قرآن پاک کو حفظ کر کے اگر باقاعدگی سے اس کی منزل نہ پڑھی جائے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا، بلکہ اونٹ سے بھی زیادہ جلدی حافظ کے سینے سے نکل کھڑا ہوگا اور وہ اسے فوری بھول جائے گا۔ (والعیاذ باللہ) (بخاری ومسلم)

سب سے بڑا گناہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ثواب میرے روبرو پیش کئے گئے یہاں تک کہ اس کوڑے اور خس وخاشاک کا ثواب بھی پیش ہوا، جس کو آدمی مسجد سے باہر نکالتا ہے، اور اسی طرح میری امت کے گناہ بھی مجھ پر پیش کیے گئے تو میں نے ان میں اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت یاد ہوا اور وہ اس کو بھول گیا ہو۔

(ترمذی، ابوداؤد)

سعد بن عبادہؓ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف کو پڑھے اور پھر اس کو بھول جائے قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوڑھی ہو کر حاضر ہوگا (کوڑھ وہ بیماری ہے جس سے ہاتھ پیر وغیرہ اعضاء گل سڑ جاتے ہیں اور انسانی بدن کا گوشت گل سڑ کر گر جاتا ہے۔) (ابوداؤد، دارمی)

قرآن یاد رکھنے کا عمل

دارمی نے اپنی مسند میں شعبیؒ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جو شخص رات کو سورہ بقرہ کی یہ دس آیتیں پڑھا کرے وہ کبھی قرآن نہیں بھولے گا، چار اول سے مفلحون تک (یہ کوفی شمار کے علاوہ کے لحاظ سے ہیں جس میں الم مستقل آیت نہیں) اور آیۃ الکرسی اور اس کے بعد کی دو آیتیں خلدون اور بقرہ کی آخری تین آیتیں **للہ ما فی السموات** سے ختم سورت تک۔ (مسند دارمی)

قرآن بھلا دینے والے کی محرومی

عکرمہ اور مجاہد دونوں کا قول ہے کہ جب کوئی قرآن سیکھے اور پھر اس کو بھلا دے قیامت کے دن قرآن پاک آئے گا اور اس کو کہے گا اگر تو مجھے یاد رکھتا تو میں تجھے اونچے درجہ پر پہنچا دیتا لیکن تو نے غفلت و کوتاہی برتی لہٰذا میں بھی آج تیری خدمت سے قاصر ہوں۔

نابیناؤں کے حفظ کی زیادہ پختگی کا اصل راز

نابیناؤں کا حفظ زیادہ قوی و پختہ ہوتا ہے، مزید غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بولنے اور ادا کرنے کا دارومدار ہی کانوں کے ذریعہ آواز کے سننے پر ہے، معلوم ہوا کہ تعلیم و تعلم میں اصل کان ہیں چنانچہ جو مادر زاد بہرہ ہوتا ہے وہ گونگا بھی ہو جاتا ہے، اس لیے کہ بچہ سن سن کر آوازیں نکالتا ہے اور جلد ہی زبان پر قابو حاصل کر لیتا ہے، مگر جب اس کے کان میں آواز ہی نہیں پہنچتی تو پھر وہ اپنے منہ سے نقل بھی نہیں کرتا اس لئے گونگا

ہو جاتا ہے، اس کا یہ گونگا پن ماہرین فن کی مدد سے دور کیا جا سکتا ہے، گونگوں اور بہروں کے لئے ہندو پاک کے مختلف بڑے شہروں میں مدارس قائم ہیں، آٹھ سال کی عمر میں عموماً ایک بچے کو مدرسے میں داخل کر لیتے ہیں اور آٹھ سال وہاں رکھتے ہیں، ایک آئینہ کے روبرو اس کو کھڑا کر کے استاد منہ پھاڑ کر آواز نکالتا ہے، استاد کی نقل کرتے ہوئے بچہ بھی ویسی ہی آواز نکالنے کی کوشش کرتا ہے، پہلی آ۔ای۔او کی مشق کرائی جاتی ہے، پھر دوسرے حروف نکالنے کے لئے زبان اور دہن کے مختلف مقامات پر انگلی رکھ کر اسے اشارے سے بتاتے ہیں کہ وہاں سے آواز نکالے، اس طرح پہلے حروف اور پھر الفاظ بولنا سکھلاتے ہیں، ساتھ ہی لکھنے کی مشق بھی کراتے ہیں غرض بہرہ آواز سننے سے محروم ہوتا ہے، لیکن اس طریقہ تعلیم کے بعد وہ بولنے والے کے ہونٹوں کی حرکت سے الفاظ سمجھنے لگتا ہے، ابتداء میں اس کے سامنے ٹھہر ٹھہر کے بولتے ہیں تاکہ وہ اچھی طرح ہونٹوں کی حرکت کو ذہن نشین کر لے، پھر ذرا جلدی بولتے ہیں۔

(تذکرہ قاریانِ ہند جلد ۱ ص ۱۸)

قرآنِ کریم کے تجویدی مراحل

زمانہ حال میں اس حالتِ زار کا مشاہدہ ہوا ہے، کہ اکثر علماء حفاظ اور عام مسلمان تلاوت کے ساتھ تجوید کا لحاظ نہیں رکھتے اور بغیر تجوید کے حفظ وتلاوت کرتے ہیں جبکہ تجوید کا وجوب قرآن وسنت، اجماع وقیاس فقہ اور اقوال علماء بھی سے ثابت ہے۔

اس لئے اس کا چھوڑنا کبیرہ گناہ ہے، اب تجوید کی اہمیت کے متعلق چند دلائل اور فضائل ذکر کیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

تلاوت میں ترتیل ضروری ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "الذین اتینھم الکتب یتلونہ حق تلاوتہ" جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حق تلاوت یہ ہے کہ تلاوت میں زبان وعقل اور دل تینوں شریک ہوں، پس زبان کا حصہ حروف کی تصحیح، عقل کا حصہ معانی ومطالب کی تفسیر، اور دل کا حصہ اطاعت ونصیحت قبول کرے۔

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں "ورتل القران ترتیلا" ای جود القرآن تجویدا" یعنی قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں "الترتیل هو تجوید الحروف ومعرفة الوقوف".

یعنی ترتیل نام ہے حروف کو تجوید سے (سنوار کر) ادا کرنے اور وقف وابتدا کے محل وطریقہ کے پہچاننے کا۔

فائدہ...... امام ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ام سلمہؓ سے حضور ﷺ کی تلاوت کی صفت یہ بیان کی ہے کہ آپ کی عادت ایک ایک حروف کو واضح کر کے پڑھنے کی تھی۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انسؓ سے حضور ﷺ کی تلاوت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "کانت مدا" آپ کی عادت حروف کو کھینچ کر پڑھنے کی تھی، پھر انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، اس میں اللہ کے لام کو کھینچا، اور رحمٰن میں میم کو کھینچا، اور رحیم، میں یاء کو کھینچا۔

حفظ کے ساتھ تجوید کی تعلیم

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"تعلموا اللحن تتعلمون حفظه"

"قرآن کریم کے پڑھنے کا طریقہ بھی سیکھو جیسے اس کے حفظ کو سیکھا کرتے ہو۔"

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کو سنا جب اس نے پڑھا تو لحن کی (یعنی غلط پڑھا) تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ارشدوا اخاکم" اپنے بھائی کی (صحیح تلاوت کرنے میں) رہنمائی کرو۔

قرآن کو تجوید سے پڑھنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں"**جردوا القران وزینوه باحسن الاصوات، واعربوه فانه عربی والله یحب ان یعرب به**"

قرآن کریم کو تجوید سے تلاوت کرو اور اس کو بہترین آواز سے مزین کرو اور اعراب (عربی انداز ولہجہ) سے پڑھو، کیونکہ قرآن عربی ہے اور اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں کہ قرآن کو عربی لہجہ میں پڑھا جائے۔

تجوید کی حفظ پر فضیلت

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ:"**لبعض اعراب القران احب الینا من حفظ حروفه**".

''قرآن کریم کے ایک حصہ کو اعراب کے ساتھ تلاوت کرنا ہمیں اس کے مکمل حروف حفظ کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

فائدہ......اس عنوان کے تحت درج شدہ سب احادیث سے قرآن پاک کو اعراب وتجوید سے تلاوت کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

تجوید کے ساتھ حفظ کرنے پر شہید کا ثواب

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"**من قراء القران باعراب فله اجر شهید**" (اخرجہ ابونعیم الاصبہانی فی حلیۃ الاولیاء)

''جس نے قرآن کریم کو تجوید سے پڑھا اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔''

فائدہ......تجوید سے تلاوت وحفظ پر کتنا عظیم اجر ہے اور فی نفسہ تجوید کے مطابق پڑھنا واجب بھی ہے تجوید کے مطابق حفظ وتلاوت کر کے دو فائدے حاصل کریں ایک بلا تجوید پڑھنے کے گناہ سے بچیں اور واجب پر بھی عمل کریں، دوسرے اس پر شہادت کا اجر بھی حاصل کریں۔

بہت سے قاریوں پر قرآن کی لعنت

''رب قارى للقران والقران يلعنه'' یعنی بہت سے لوگ قرآن کی تلاوت اس حال میں کرتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کر رہا ہوتا ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں تین طرح کے لوگ داخل ہیں، بے عمل، تحریف کرنے والا، غلط پڑھنے والا۔

ابن مسعودؓ ایک شخص کو قرآن پڑھا رہے تھے، اس نے ''انما الصدقت للفقراء'' کو مد کے بغیر پڑھا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح نہیں پڑھایا۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔ ''اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ تجوید کے قواعد کا جاننا فرض کفایہ ہے، اور اس کے موافق عمل کرنا ہر قرأت وروایت میں فرض عین ہے گو نفس تلاوت مسنون ہے نہ کہ فرض۔

علامہ شیخ مکیؒ القول المفید میں فرماتے ہیں۔

''امت معصومہ عن الخطاء (امت کا اجماع غلطی سے محفوظ ہے اس) نے حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک سے لے کر ہمارے اس زمانہ تک تجوید کے وجوب پر اتفاق کیا ہے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اور یہ اجماع (وجوب تجوید) قوی ترین دلیل ہے۔

قرآن عربی ہے اور تجوید کے قواعد کی مخالفت سے بعض دفعہ عجمی بن جاتا ہے، مثلاً صاد کی جگہ دال یا حرکتوں کو مجہول ادا کرنا (۲) قرآن لفظ و معنی دونوں کا نام ہے پس معنی کی طرح الفاظ کی تصحیح بھی ضروری ہے۔ (۳) تجوید سے تلاوت کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ فقہاء اسلام نے بھی لکھا ہے کہ قرآن مجید کا تجوید سے پڑھنا واجب ہے کیونکہ غلط پڑھنے سے معنی بعض دفعہ اس حد تک بدل جاتے ہیں، کہ قرآن محرف اور نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (کمال الفرقان شرح جمال القرآن)

اقوال علماء

تجوید وقرات کے مشہور امام جزریؒ لکھتے ہیں۔

والاخذ بالتجوید حتم لازم — من لم یجود القران اثم
لانه به الاله انزلا — وھکذا منه الینا وصلا

''قرآن مجید کو تجوید کے موافق ادا کرنا نہایت ضروری اور لازم ہے، اور جو شخص قرآن کریم کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گنہگار ہے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تجوید ہی کے ساتھ نازل کیا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ہم تک پہنچا ہے۔

فقیہ العصر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔

علم تجوید جس سے کہ تصحیح حروف کی ہو جائے کہ جس سے معانی قرآن شریف کے نہ بگڑیں، یہ فرض عین ہے مگر عاجز معذور، اور اس سے زیادہ علم قرأت وتجوید فرض کفایہ ہے۔ (فتاوی رشیدیہ (بیان القراۃ والتجوید)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث، اجماع وقیاس فقہ اور اقوال علماء کرامؒ کے نزدیک قرآن کی تعلیم تدریس وتحفیظ وغیرہ کے ساتھ تجوید کا لازم ہونا واجب ہے اور فرض ہے، حتی کہ اگر کوئی اس طرح تلاوت کرے کہ قرآن کریم میں تحریف واقع ہو (الفاظ بدل جائیں، مخرج بدل جائیں، اعراب بدل جائیں) تو اس کی تصحیح کرنا واجب ہے ورنہ قرآن کی تلاوت کرنا حرام ہے اس لئے کہ اس سے قرآن محرف ہو جاتا ہے اس مسئلہ کی تفصیل امداد الاحکام جلد اول از مولانا ظفر احمد عثمانیؒ میں ملاحظہ کریں۔

(قرات عشرہ کی مشہور کتاب) النشر میں ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ تلاوت کی کمی کے ساتھ ترتیل کرنی افضل ہے یا تلاوت کی کثرت کے ساتھ جلدی افضل ہے بعض علماء (فن قرأت) نے بہت خوب فرمایا کہ ترتیل سے تلاوت کا ثواب بیش قدر ہے، اور (بلا ترتیل) کثرت سے تلاوت کا ثواب بیش عدد ہے کیونکہ ہر حرف کے بدلہ

میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (الاتقان جلد اص ۱۴۰)

ایک وہم کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن بلا تجوید پڑھنے کا ابتلاء عام ہے، حتیٰ کہ اکثر علماء اور حفّاظ بھی تجوید سے نہیں پڑھتے اگر تلاوت اور نماز کے فساد کا حکم لگائیں تو اکثر مسلمانوں کی نمازیں خراب اور سب بلا تجوید پڑھنے والے گنہگار قابل تعذیب ہوں گے، اس لئے ان کی رعایت کرتے ہوئے اس پر جواز کا فتویٰ دینا چاہئے۔

اس وہم کا ازالہ اور جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا مضمون میں مذکور دلائل قاطعہ کے بعد اس میں رعایت کا کوئی پہلو باقی نہیں رہتا اور یہ عذر ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' کی مانند ہے خود تو تجوید پڑھنے سے اعراض کر کے گناہ کرتے ہیں اور الٹا حقیقت مسئلہ کو بھی بدلنے کی کوشش کرتے ہیں البتہ تجوید کے دو درجے ہیں ایک درجہ ضروری اور واجب ہے جو حروف کے مخارج اور ان کی صفات لازمہ سے تعلق رکھتا ہے اس کا ترک اور خلل موجب مواخذہ اور گناہ ہے، دوسرا درجہ مستحب ہے جو صفات حسنہ وغیرہ سے متعلق ہے اس کے خلل یا ترک سے کراہت لازم آتی ہے جس کی تفصیل حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جمال القرآن کے دوسرے لمعہ میں فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی اہمیت دلائے اور حفظ و تلاوت وغیرہ کو تجوید سے پڑھنے اور یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تجوید القرآن کی ضرورت و وجوبیت پر دلائل واقوال

(۱)......قرآن کے پڑھنے والوں میں سے اکثر حضرات کو معلوم ہے کہ " ورتل القرآن ترتیلا" میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے تمام امت کے لئے یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ وہ قرآن کو تجوید و ترتیل سے پڑھیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ سیدنا حضرت علیؓ نے ترتیل کے معنی تجوید الحروف و معرفۃ الوقوف بتائے ہیں یعنی حروف کو ان کے مخارج سے ان کی صفات سمیت ادا کرنا اور وقف کے موقعوں اور اس کے قواعد کا علم حاصل کرنا تا کہ وقف

بے موقع اور بے قاعدہ نہ ہونے پائے۔

(۲)......حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے " ورتل القران ترتیلا" کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا قرآن کو خوب ظاہر کر کے پڑھو اور اس کو ردی کھجور کی طرح پھینک نہ دے یعنی اس کی بے قدری نہ کر اور اس کو شعر کی طرح گھما گھما کر نہ پڑھ۔

(۳)......ارشاد ہے کہ قرآن کو اپنی آوازوں کے ذریعہ خوب صورت بناؤ۔

(مشکوٰۃ عن ابی داؤد وغیرہ)۔

(۴)......لیکن گانے کے طریق پر پڑھنا جس سے حروف میں کمی یا زیادتی آجائے حرام ہے۔ (مرقاۃ)

(۵)......حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ قرآن کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل ہوا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

(۶)......جزریہ میں ہے کہ جو قرآن کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گنہگار ہے اس سے مسئلہ سمجھ میں آیا کہ تجوید کا ترک حرام ہے کیونکہ حرام وہ فعل ہے جس کے کرنے پر عذاب ہوتا ہے اور اس کے ترک پر ثواب ملتا ہے اور علماء نے تجوید کے واجب ہونے کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ قرآن تجوید ہی کی صفت کے ساتھ نازل ہوا ہے (یعنی جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح عمدگی کے ساتھ پڑھ کر سنایا ہے) پس جو تلاوت تجوید کے خلاف ہوگی وہ قرآن کی تلاوت نہ ہوگی کیونکہ قرآن تو تجوید کے ساتھ اترا ہے۔

(درۃ الفرید شرح جزریہ للشیخ عبدالحق الدہلویؒ)

(۷)......جو اپنی قراءت میں تجوید کے قواعد کا لحاظ نہ رکھے وہ اپنی اس نافرمانی کے سبب گنہگار ہے۔ (الحواشی الازہریہ للجزریہ للعلامۃ خالد)

(۸)......ہر ایک حرف اپنے مخرج اور اپنی صفت کے ذریعہ زیادتی اور کمی سے محفوظ رہتا ہے اور جب حرف کو ان دونوں کسوٹیوں پر پرکھتے ہیں تو اس کا صحیح اور غلط ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ (شرح شاطبیہ للقاری ص۴۲۰)

(۹)......جب کسی حرف کو اس کے مخرج کے سوا کسی اور مخرج سے نکالتے ہیں تو اس

کی ادا میں (کچھ نہ کچھ) تغیر آ جاتا ہے اور صفات حروف کی طبیعتیں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے (رعایہ لابی محمد مکی ص)

(۱۰)......حق تعالیٰ نے قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کو لوگوں پر واجب کر دیا ہے اور فقہ کی کتابیں اس کے بیان سے پُر ہیں۔ (تفسیر احمد سورۂ مزمل)

(۱۱)......یہ بھی فرض عین ہے کہ قرآن کے حروف کا جو حصہ نماز سے باہر بھی پڑھے اس کو بھی جہاں تک ہو سکے صحیح طور پر پڑھے پس حروف کی تجوید کا خیال رکھے کہ ان کو ان کے مخارج سے نکالے اور ان کی صفات کو ادا کرے اور حرکات کو بھی صحیح کرنے کی کوشش کرے اور جو حروف کے صحیح ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس پر فرض ہے کہ رات کی ساعتوں اور دن کے حصوں میں (یعنی اکثر اوقات) حروف کے صحیح کرنے میں محنت کرتا رہے۔ پس اگر کسی کو کوشش کے باوجود حروف کی درستی میسر نہ آئے تو وہ اس بارے میں معذور ہے۔ اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنی طاقت بھر کوشش کر ڈالی۔ (بحوالہ فرائض اسلام)

(۱۲)......تجوید کا فرض ہونا ان فرائض میں سے نہیں ہے۔ جو نماز کے ساتھ مخصوص ہیں (یعنی یہ نہیں ہے کہ نماز میں تو قرآن کا تجوید سے پڑھنا فرض ہو اور نماز سے الگ فرض نہ ہو) بلکہ یہ (تلاوت کا) مستقل فرض ہے کہ نماز میں پڑھے خواہ باہر ہو ہر حال میں تجوید سے پڑھنا ضروری ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے رمضان کے دنوں میں ظہر کی نماز پڑھی لیکن روزہ نہیں رکھا تو یہ روزہ نہ رکھنے کے سبب گنہگار تو ہوگا لیکن اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن نماز میں خلل نہیں آئے گا۔ پس معلوم ہوا کہ نماز سے باہر بھی تجوید سے پڑھنا فرض ہے) پس تجوید کا حکم نماز ہی کی تلاوت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر تلاوت کے لئے عام ہے۔ (قطب الارشاد ص۲۳۴،۲۳۵)

(۱۳)......حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ ورتل القرآن کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لغت کی رو سے ترتیل کے معنی ہیں واضح اور صاف پڑھنا اور شریعت میں ان سات چیزوں کی رعایت رکھنے کا نام ترتیل ہے۔

نمبرا......ہر حروف کو اس کے مخرج سے (صفات سمیت) ادا کیا جائے تاکہ ہر حرف

کی آواز دوسرے سے بالکل جدا رہے اور طا کی جگہ تے اور ضاد کی جگہ دال ادا نہ ہو۔

نمبر۲......وقوف کی رعایت تاکہ وصل وقطع ہو کر کلام کے مطلب میں تبدیلی کا وہم نہ ہو۔

نمبر۳......تینوں حرکتوں کو اس طرح صاف صاف ادا کرنا کہ ایک کی جگہ دوسری کا وہم نہ ہو۔

نمبر۴......آواز کا ذرا بلند کرنا تاکہ قرآن کے الفاظ زبان سے کان تک اور وہاں سے دل تک پہنچ کر دل میں کوئی کیفیت شوق وذوق اور خوف ودہشت کی پیدا کریں اس لئے کہ تلاوت سے غرض یہی ہے۔

نمبر۵......اپنی آواز کو ذرا عمدہ بنانا تاکہ اس میں دردمندی پائی جائے اور دل میں جلدی اثر کرے اور مقصد جلد از جلد برآئے کیونکہ جو مضمون خوش آوازی سے دل تک پہنچتا ہے اس سے روح کو لذت حاصل ہوتی ہے اور قُویٰ بھی اس کو جلدی سے جذب کر لیتے ہیں اسی لئے طبیبوں نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر پہنچانا منظور ہو اس کو خوشبو میں ملا کر دینا چاہئے کیونکہ دل خوشبو کو جلد جذب کرتا ہے اس کے ساتھ دوا کو بھی جلد کھینچ لے گا اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو اس کو میٹھے میں ملا کر دینا چاہئے کیونکہ جگر میٹھے پر عاشق ہے اس لئے میٹھے کے ساتھ ساتھ دوا کو بھی جذب کرے گا۔

نمبر۶......تشدید ومد کا ان کے موقعوں پر پورا لحاظ رکھنا کیونکہ ان دونوں سے کلام الٰہی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں بھی مددگار ہوتے ہیں۔

نمبر۷......دوزخ کے اور عذاب کے خوف کی اور جنت اور اس کی نعمتوں کے شوق کی آیتیں پڑھے یا سنے تو وہاں ذرا ٹھہرے اور دوزخ سے پناہ مانگے اور جنت کا سوال کرے اور جن آیتوں میں دعا کا ذکر کا حکم ہو ان پر بھی ذرا ٹھہرے اور کم از کم ایک مرتبہ اس ذکر اور دعا کو زبان سے پڑھ لے جیسے "رب زدنی علما" اور ان سات چیزوں سے مقصود ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت میں غور وتدبر میسر آئے اور ان سات چیزوں کے بغیر اس کا حاصل ہونا ممکن نہیں۔

اور تدبر اور غور کے تین درجے ہیں۔

نمبر ا...... ہر خطاب اور قصہ میں سمجھے کہ یہ حکم خود مجھی کو ہو رہا ہے اور اس قصہ میں میرے ہی حال کا بیان ہے اور یہ تدبر کا سب سے کم تر درجہ ہے۔

نمبر ۲...... یہ خیال ہو جائے کہ میں اس کلام کو بلا واسطہ خود حق تعالیٰ سے سن رہا ہوں۔

نمبر ۳...... اس کلام میں متکلم یعنی حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کا مشاہدہ کرے یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے بہت سے خاص بندے ایسے بھی ہیں جو تدبر کے اس اعلیٰ ترین مرتبہ سے مشرف ہیں اور یہاں تو پہلا مرتبہ بھی نصیب نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ایک رات تہجد کی نماز میں صبح تک ایک ہی آیت کو بار بار پڑھتے رہے اور وہ آیت ان تعذبھم الخ ہے اس تکرار سے مقصود تدبر کے سوا اور کچھ نہ تھا زیادہ طول کا موقع نہیں حق تعالیٰ شانہٗ توفیق عطا فرمائے۔ (ماخوذ از ترجمہ مقدمہ جزریہ)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کی اہمیت اور اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور ﷺ کی تشریح کے مطابق اس قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

دوسرا باب

قرآن کریم کی تلاوت کے آداب وشرائط

ا...... طہارت

قرآنِ پاک خدائے قدوس کا نہایت مقدس اور باعظمت کلام ہے۔اس کو ہاتھ لگانے اور تلاوت کرنے کے لئے طہارت اور پاکی کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔اگر وضو نہ ہو تو وضو کر لینا چاہئے اور اگر غسل کی حاجت ہو تو غسل کر لینا چاہئے۔خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: لایمسه الاالمطهرون. (واقعہ آیت نمبر ۷۹)

''اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو نہایت پاک ہیں۔''

حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں قرآن سننا تو جائز ہے، لیکن پڑھنا اور چھونا ممنوع ہے، وضو کے بغیر پڑھنا تو صحیح ہے لیکن چھونا مناسب نہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں تلاوت فرمایا کرتے تھے باوضو بھی اور بے وضو بھی، البتہ جنابت کی حالت میں کبھی تلاوت نہ فرماتے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''حیض والی خاتون اور جنابت والا آدمی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھے۔''

(ترمذی شریف)

(یعنی ناپاکی کی حالت میں قرآنِ حکیم کو ہاتھ نہ لگائے۔)

۲......اخلاصِ نیت

قرآن کی تلاوت کے وقت اخلاصِ نیت کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہیے تلاوت کا

مقصود محض خدا کی رضا اور طلبِ ہدایت ہونا چاہئے۔ لوگوں کو اس کے ذریعے اپنا گرویدہ بنانا، اپنی خوش الحانی پر فخر کرنا اور اپنی دینداری کی دھاک بٹھانا اور لوگوں سے تعریف کی خواہش رکھنا، انتہائی گھٹیا مقاصد ہیں۔ ایسے ریاکار اور دنیا پرست قرآن خواں، قرآن سے ہرگز ہدایت نہیں پاتے۔ یہ لوگ قرآن پاک کی تلاوت کے باوجود قرآن سے بہت دور رہتے ہیں۔ دراصل جو لوگ گندے خیالات، رکیک جذبات اور ناپاک مقاصد سے آلودہ ہوتے ہیں ان کو نہ تو قرآن کی عظمت وشان کا شعور ہی ہوسکتا ہے اور نہ وہ قرآن کے معارف وحقائق میں سے حصہ پاسکتے ہیں۔

۳...... پابندی اور احترام

قرآن کی تلاوت روزانہ پابندی کے ساتھ کرنی چاہئے، بلاناغہ روزانہ قرآنِ پاک کا کچھ حصہ پڑھنا مستحب ہے، تلاوت کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے۔ لیکن موزوں ترین وقت صبح کا ہے، اور جن خوش نصیبوں کو خدا نے حفظِ قرآن کی سعادت سے نوازا ہے ان کے لئے تو روزانہ پڑھتے رہنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر قرآنِ پاک یاد نہیں رہتا اور قرآن پاک یاد کرنے کے بعد بھول جانا سخت گناہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس شخص نے قرآن پاک کو حفظ کرلیا اور پھر بھلا دیا وہ قیامت کے دن جذامی ہوگا۔" (صحیح بخاری شریف)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قرآن کی فکر رکھو ورنہ یہ تمہارے سینوں سے نکل جائے گا۔ خدا کی قسم! جس طرح اونٹ بھاگ جاتا ہے، جس کی رسی ڈھیلی ہوگئی ہو، ٹھیک اسی طرح معمولی غفلت اور لاپرواہی کے باعث قرآن سینے سے بھاگ نکلتا ہے۔" (صحیح مسلم شریف)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی کے ساتھ تلاوت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

''جس شخص نے قرآن پڑھا، اور روزانہ پابندی کے ساتھ اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے مشک سے بھری ہوئی زنبیل کہ اس کی خوشبو چار سو مہک رہی ہے۔ اور جس نے قرآن پڑھا لیکن وہ اس کی تلاوت نہیں کرتا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشک سے بھری ہوئی بوتل کہ اس کو ڈاٹ لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔''

(ترمذی شریف)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کا ارشاد ہے:

''جو بندہ قرآن کی تلاوت میں اس قدر مشغول ہو کہ وہ مجھ سے دعا مانگنے کا موقع نہ پا سکے، تو میں اس کو مانگنے بغیر ہی مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔'' (ترمذی شریف)

۴.......تجوید و خوش الحانی

ذوق و شوق، خوش الحانی اور دل بستگی کے ساتھ تجوید کا لحاظ کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہئے۔ اس سے پڑھنے والے کے دل پر بھی اثر ہوتا ہے اور سننے والے کو بھی روحانی سرور ملتا ہے اور جذبہ عمل بیدار ہوتا ہے۔ بے دلی کے ساتھ پڑھنا اور صحت حروف کا لحاظ نہ رکھنا مکروہ ہے، اور صحیح صحیح قرآن پڑھنا واجب ہے۔ ش، ق، اور ح، خ، ع، ء وغیرہ حروف کو صحیح مخارج سے ادا کرنا، اور وقف و ملانے کے مواقع کو جاننا اور صاف صاف ہر آیت کو الگ الگ کر کے پڑھنا ضروری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سکون کے ساتھ ایک ایک حروف کو واضح اور ایک ایک آیت کو الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اپنے لہجہ اور حُسنِ آواز سے قرآن کو آراستہ کرو''

(لیکن اس کا لحاظ رہے کہ تصنع اور بناوٹ نہ ہونے لگے بلکہ فطری انداز میں سادگی کے ساتھ پڑھنا چاہئے تاکہ دل خدا کی طرف متوجہ رہے اور نمود و نمائش کا جذبہ نہ پیدا ہونے پائے۔)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔''

(دارمی)

اور خوش الحانی کے ساتھ تلاوتِ قرآن کے بے پایاں اجر وانعام کا ذکر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا۔ جس ٹھہراؤ اور جس خوش الحانی کے ساتھ تم دنیا میں قرآن کو بنا سنوار کر پڑھا کرتے تھے اسی طرح قرآن پڑھو اور ہر آیت کے صلے میں ایک درجہ بلند ہوتے جاؤ، تمہارا ٹھکانا تمہاری تلاوت کی آخری آیت کے قریب ہے۔'' (دارمی)

البتہ پڑھنے میں گانے کی طرح زیر و بم پیدا کرنا، اور راگ کا سا انداز اختیار کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

۵......قرآن سننے کا اہتمام

قرآن پاک ذوق وشوق کے ساتھ سننے کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ حضرت خالد بن معدانؓ کی روایت ہے کہ ''قرآن سننے کا اجر وثواب قرآن پڑھنے سے دہرا ہے۔''

(دارمی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں سے قرآن پڑھوا کر سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو سناؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو قرآنِ پاک نازل ہوا ہے۔''

ارشاد فرمایا: ''ہاں سناؤ، مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا پڑھے اور میں سنوں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سورۂ نساء پڑھنا شروع کی۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے: **فکیف اذا جئنامن کل امۃ بشھیدو جئنابک علی ھؤلاءِ شھیداo**

"پھر سوچو اس وقت کیا حال ہوگا۔ جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔"

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بس۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔" (صحیح بخاری شریف)

حضرت ابو موسیٰؓ نہایت عمدہ قرآن پڑھتے تھے، حضرت عمرؓ کی ملاقات جب کبھی حضرت ابو موسیٰؓ سے ہوتی تو فرماتے ابو موسیٰ! ہمیں اپنے پروردگار کی یاد دلاؤ اور ابو موسیٰ قرآن کی تلاوت شروع کردیتے۔ (سنن دارمی)

۶......غور وتدبر

قرآنِ پاک کو سوچ سمجھ کر پڑھنے، اس کی آیات پر غور وفکر کرنے اور اس کی دعوت وحکمت کو جذب کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے اور اسی عزم وجذبے کیساتھ تلاوت کرنی چاہیئے کہ اس کے اوامر کو بجالانا ہے اور اس کی نواہی سے بچنا ہے۔ خدا کی کتاب اسی لیے نازل ہوئی ہے کہ اس کو سوچ سمجھ کر پڑھا جائے اور اس کے احکام پر عمل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کتاب انزلناہ الیک مبٰرک لیدبروا ایتہ ولیتذکر اولوا الالباب o

"کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے بڑی برکت والی ہے تاکہ وہ اس کی آیات پر غور وفکر کریں۔ اور اہل عقل اس سے نصیحت حاصل کریں۔"

قرآنِ پاک کا تھوڑا سا حصہ سوچ سمجھ کر پڑھنا، اور اس کے حقائق ومعارف پر غور وفکر کرنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی غفلت کے ساتھ فر فر کئی کئی سورتیں پڑھ جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:

"میں "القارعة" اور "القدر" جیسی چھوٹی چھوٹی سورتوں کو سوچ سمجھ کر پڑھنا اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ "البقرة" اور "ال عمران" جیسی بڑی بڑی سورتیں فرفر پڑھ جاؤں اور کچھ نہ سمجھوں۔"

نفل نمازوں میں یہ بھی جائز ہے کہ آدمی ایک ہی سورت یا آیت بار بار دہرائے، اس کی حقیقت و حکمت پر غور کرے، اس سے اثر لے اور والہانہ انداز میں بار بار اس کی تلاوت کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ساری رات۔

ان تعذبهم فانهم عبادک و ان تغفر لهم فانک انت العزيز الحكيم○ (المائدۃ:۱۱۸)

"اے خدا! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تُو انتہائی زبردست اور نہایت حکمت والا ہے۔"

ایک ہی آیت کو دہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

بلاشبہ قرآن کے معانی اور مطالب جانے بغیر تلاوت کا بھی بڑا اجر و ثواب ہے لیکن وہ تلاوت جس سے قلب و روح کا تزکیہ ہو اور جذبۂ عمل میں بیداری پیدا ہو، وہی ہے جو سمجھ سمجھ کر کی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یہ قلوب زنگ آلود ہو جاتے ہیں، جس طرح لوہا پانی سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔"

صحابہؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر اس زنگ کو دور کرنے کی کیا تدبیر ہے؟

فرمایا: "(۱) کثرت سے موت کو یاد کرنا (۲) قرآن کی تلاوت کرنا۔"

تورات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"میرے بندے تجھے شرم نہیں آتی کہ اگر سفر کے دوران تیرے بھائی کا خط تیرے پاس سرِ راہ پہنچتا ہے تو تُو ٹھہر جاتا ہے، یا راستے سے الگ ہو بیٹھتا ہے، اور اس کے

ایک ایک حروف کو پڑھتا اور اس میں غور وفکر کرتا ہے، اور یہ کتاب (تورات) میرا فرمان ہے جو میں نے تجھے لکھا ہے کہ تو اس میں برابر غور وفکر کرتا رہے اور اس کے احکام پر عمل کرے، لیکن تُو تو اس سے انکار کرتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے جی چراتا ہے اور اگر پڑھتا بھی ہے تو غور وفکر نہیں کرتا۔" (کیمیائے سعادت صفحہ ۴۱۱)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

"اسلاف کو پورا پورا یقین تھا کہ قرآن خدا کا فرمان ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے، چنانچہ وہ راتوں کو غور وفکر کے ساتھ اس کی تلاوت کرتے اور دن کو اس کے احکام پر عمل کرتے، تم لوگوں کا حال یہ ہے کہ بس اس کے الفاظ پڑھتے ہو، اس کے حروف کے زیر وزبر درست کرتے ہو اور رہا عمل تو اس میں نہایت سست اور کوتاہ ہو۔"

۷...... یکسوئی اور عاجزی

تلاوت نہایت توجہ، آمادگی، عاجزی اور یکسوئی کے ساتھ قبلہ رُخ بیٹھ کر کرنی چاہیے۔ تلاوت کے وقت غفلت اور لاپرواہی کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھنا، یا کسی سے بات چیت کرنا یا کسی اور ایسے کام میں مشغول ہونا، جس سے یکسوئی میں خلل پڑتا ہو، مکروہ ہے۔

۸...... تعوذ وتسمیہ

تلاوت شروع کرتے وقت سب سے پہلے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" پڑھنی چاہیے اور اگر درمیان میں کسی دوسرے کام کی طرف توجہ کرنی پڑ جائے یا کسی سے بات چیت کرنی پڑ جائے تو پھر تعوذ "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" دہرالینی چاہئیے۔ نماز سے باہر ہر سورت کے شروع میں تسمیہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" مستحب ہے اور سورۃ "بَرَاءَۃ" کے شروع میں تسمیہ نہیں پڑھنی چاہئیے۔

۹......اثر پذیری

تلاوت کے دوران قرآنِ پاک کے مضامین سے اثر لینا اور اس کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ جب انعام واکرام اور جنت کی لازوال نعمتوں کا ذکر ہو اور مؤمنوں کو رحمت ومغفرت، فلاح وکامرانی اور خدا کی رضا اور دیدار کی بشارت دی جارہی ہو تو مسرت اور سرور کا اظہارِ خیال کرنا چاہیے۔ اور جب خدا کے غیظ وغضب، جہنم کے ہولناک عذاب، اہل جہنم کی چیخ وپکار کا تذکرہ اور وعید کی آیتیں پڑھی جارہی ہوں تو اس پر غمزدہ ہوکر رونا چاہیے، اور اگر اپنی غفلت اور سنگدلی کی وجہ سے رونا نہ آئے تو بہ تکلف رونے اور غمزدہ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوتِ قرآن کے وقت جب عذاب کی آیت پڑھتے تو حق تعالیٰ سے رحمت کی دعا فرماتے اور جب تنزیہہ کی آیت پڑھتے تو تسبیح پڑھتے۔ (کیمیائے سعادت)

۱۰......آواز میں اعتدال

تلاوت نہ تو انتہائی بلند آواز سے کیجئے اور نہ نہایت پست آواز سے بلکہ اعتدال کے ساتھ ایسی درمیانی آواز سے پڑھئے کہ آپ کا دل بھی متوجہ رہے اور سننے والوں کے شوق میں بھی اضافہ ہو اور غور وفکر کی طرف بھی طبیعت متوجہ ہو۔ قرآن کی ہدایت ہے:

"ولاتجهر بصلاتک ولاتخافت بها وابتغ بين ذلک سبيلا" ٥

(بنی اسرائیل:۱۱۰)

"اور اپنی نماز میں نہ تو زیادہ زور سے پڑھیے اور نہ بالکل دھیرے دھیرے بلکہ دونوں کے درمیان کا انداز اختیار کیجئے۔"

۱۱......تہجد میں تلاوت کا اہتمام

تلاوت جب بھی کی جائے، باعثِ اجر وثواب ہے اور موجبِ رشد وہدایت ہے۔ لیکن خاص طور پر تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت، تلاوتِ قرآن کی فضیلت کا سب

سے اونچا درجہ ہے اور مومن کی تمنا ہونی چاہیئے کہ وہ فضیلت کا اونچے سے اونچا درجہ حاصل کرے۔ تہجد کا سہانا وقت نمود ونمائش اور ریا و تصنع سے حفاظت اور خلوص وللّٰہیت اور توجہ الی اللہ کا موزوں ترین وقت ہے۔ بالخصوص جب آدمی خدا کے حضور کھڑے ہوکر یکسوئی اور طبیعت کی آمادگی کے ساتھ کتاب اللہ کی تلاوت کررہا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تہجد میں طویل تلاوت کا اہتمام فرماتے تھے۔

۱۲......قرآن میں دیکھ کر تلاوت کا اہتمام

نماز کے باہر تلاوت کرتے وقت قرآنِ پاک میں دیکھ کر تلاوت کرنا زیادہ موجب اجر وثواب ہے، ایک تو تلاوت کا اجر اور دوسرے کلام اللہ کو ہاتھ میں لینے اور اس کی زیارت سے مشرف ہونے کا اجر وثواب ہے۔

۱۳......ترتیب کا لحاظ

قرآنِ پاک کی سورتوں کو اسی ترتیب سے پڑھنا چاہیے جس ترتیب سے قرآن میں ہیں۔ البتہ چھوٹے بچوں کے پیش نظر اس ترتیب کے خلاف پڑھنا جیسا کہ آج کل تیسواں پارہ "سورۃ الناس" سے پڑھایا جاتا ہے جو کہ کسی کراہت کے بغیر جائز ہے، البتہ آیتوں کو قرآن کی ترتیب کے خلاف پڑھنا بالاتفاق ممنوع ہے۔

۱۴......دل بستگی اور انہماک

بعض لوگ دوسرے وظائف اور اذکار تو بڑی دل بستگی اور انہماک کے ساتھ پڑھتے ہیں اور گھنٹوں پڑھتے رہتے ہیں لیکن قرآن کی تلاوت اس دل بستگی اور انہماک کے ساتھ نہیں کرتے، درانحالیکہ قرآن سے بڑھ کر نہ کوئی ذکر و وظیفہ ہوسکتا ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی عبادت ہوسکتی ہے۔ قرآن پر دوسرے اذکار و وظائف کو ترجیح دینا فہم دین کی کوتاہی بھی ہے اور گناہ بھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"بندہ تلاوتِ قرآن ہی کے ذریعے سے خدا سے سب سے زیادہ قرب حاصل

کرتا ہے۔" اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"میری امت کے لیے سب سے بہتر عبادت قرآن کی تلاوت ہے۔"

۱۵......تلاوت کے بعد دُعا

تلاوت سے فارغ ہو کر مندرجہ ذیل دعا پڑھنا مسنون ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تلاوت سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:۔

"اللهم ارحمني بالقران واجعله لي اماماو نوراوهدى ورحمة اللهم ذكرني منه مانسيت وعلمني منه ماجهلت وارزقني تلاوته اناء الليل واطراف النهار واجعله لي حجة يارب العلمين٥

"اے اللہ! تو مجھ پر اس قرآن کے صدقے میں رحم فرما، اور اس کو میرا پیشوا، میرے لئے نور و ہدایت اور رحمت بنادے، اے اللہ! میں اس میں سے جو کچھ بھول جاؤں وہ مجھے یاد کرادے، اور جو کچھ میں نہیں جانتا وہ سکھادے اور مجھے توفیق دے کہ میں شب کے کچھ حصے میں اور صبح وشام اس کی تلاوت کروں، اور اے رب العالمین تو اس کو میرے حق میں حجت بنادے۔"

قرآن کریم کی تلاوت کے دس ظاہری آداب

پہلا ادب قاری کے سلسلے میں

قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ باوضو ہو، اور ادب واحترام کے ساتھ تلاوت کرے خواہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر۔ قبلہ رخ ہو، سر جھکائے رکھے، چارزانو ہو کر نہ بیٹھے۔ نہ تکیہ لگائے، اور نہ متکبرین کی نشست اختیار کرے، بلکہ اس طرح بیٹھے جیسے اساتذہ کے سامنے بیٹھا جاتا ہے۔ افضل یہ ہے کہ مسجد میں نماز کے دوران کھڑے ہو کر تلاوت کی جائے اگر بلا وضو لیٹ کر تلاوت کی جائے، تب بھی ثواب ملے گا، لیکن باوضو کھڑے ہو کر تلاوت کرنے کے مقابلے میں اس کا ثواب کم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض. (پ:۴، ع۱۱ آیت:۱۹۱)

وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہوکر بیٹھنے کی حالت میں اور لیٹ کر اور آسمان وزمین کے پیدا ہونے میں غور وفکر کرتے ہیں۔

اس آیت میں ہر حالت میں تلاوت کرنے کی تعریف کی گئی ہے لیکن ذکر میں قیام کا نمبر پہلا ہے دوسری حالتیں بعد کی ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں کھڑے ہوکر قرآن پاک کی تلاوت کرے گا اسے ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں حاصل ہوں گی، اور جو شخص نماز میں بیٹھ کر قرآن پڑھے اسے ہر حرف کے بدلے پچاس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص نماز نہ پڑھنے کی حالت میں باوضو ہوکر قرآن پاک کی تلاوت کرے اسے پچیس نیکیاں حاصل ہوں گی، اور جو بلا وضو ہوکر قرآن پاک کی تلاوت کرے اسے دس نیکیاں حاصل ہوں گی، رات کا قیام افضل ترین عبادت ہے اس لئے کہ رات کو یکسوئی ہوتی ہے اور دل ہر طرح کے تفکرات سے آزاد ہو جاتا ہے حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ سجدوں کی کثرت دن میں ہوتی ہے، اور طولِ قیام رات میں ہوتا ہے۔

دوسرا ادب پڑھنے کی مقدار کے سلسلے میں

مقدارِ قرات کے سلسلے میں لوگوں کی عادتیں جدا جدا ہیں، بعض لوگ دن رات میں ایک قرآن ختم کر لیتے ہیں بعض دو اور بعض دوسرے لوگ تین بھی ختم کر لیتے ہیں، بعض لوگ ایک مہینے میں ایک قرآن ختم کر لیتے ہیں۔ مقدار کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی طرف رجوع کرنا زیادہ بہتر ہے۔

من قرا القرآن فی اقل من ثلاث لم یفقہ. (اصحاب سنن۔ عبداللہ بن عمرؓ)

جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا اس نے سمجھا نہیں ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اس سے کم مدت میں ختم کرنے سے تلاوت کا حق ادا نہیں ہوتا۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جلدی جلدی قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے نہ قرآن پڑھا ہے اور نہ قرآن چپکا رہا ہے۔ ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے فرمایا کہ سات دن میں ایک قرآن ختم کیا کرو۔ (بخاری و مسلم۔ عبداللہ ابن عمرؓ)

حضرات صحابہ عثمانؓ زید ابن ثابتؓ ابن مسعودؓ اور ابی ابن کعبؓ وغیرہ کا یہی معمول تھا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ختم کے چار درجے ہیں۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ دن رات میں ایک ختم ہو، یہ صورت بعض لوگوں نے مکروہ قرار دی ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ ہر روز ایک پارہ پڑھا جائے، اور مہینے بھر میں ایک ختم کیا جائے، جس طرح پہلا درجہ کثرت میں مبالغے پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح دوسرا درجہ اختصار میں مبالغے پر دلالت کرتا ہے، ان دونوں کے درمیان دو معتدل درجے اور بھی ہیں۔

ایک یہ کہ ہفتہ میں ایک ختم کیا جائے۔

اور دوسرا یہ ہے کہ ہفتہ میں دو ختم کیے جائیں اس طرح تقریباً تین دن میں ایک ختم ہوگا بہتر یہ ہے کہ ایک ختم دن میں کرے اور ایک رات کو دن کا ختم پیر کے دن فجر کی سنتوں میں یا بعد میں کرے اور رات کا ختم جمعرات کو مغرب کی سنتوں میں یا بعد میں کرے، تا کہ دن اور رات کے دونوں ابتدائی حصوں میں ختم قرآن ہو جایا کرے اس لئے کہ اگر رات میں ختم ہوتا ہے تو صبح تک فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں، اور اگر دن میں ہو جاتا ہے تو رات تک فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

مقدارِ قرات کے سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تلاوت کرنے والا عابد و زاہد ہو اور عمل کے ذریعے راہ آخرت طے کر رہا ہو تو اسے ایک ہفتے میں دو قرآن ختم کرنے چاہئیں، اور اگر وہ سالک ہو اور دل کے اعمال کے ذریعے آخرت کی راہ طے کر رہا ہو یا تعلیم و تعلم میں مشغول ہو تو ایک ہفتہ میں ایک ختم کرے اور اگر وہ عالم ہو اور رات دن قرآن کے معنی و مضامین میں غور فکر کرنا اس کا مشغلہ ہو تو اس کے لئے ایک مہینہ میں ایک قرآن ختم کرنا بھی

کافی ہے۔

تیسرا ادب قرآنی سورتوں کی تقسیم کے بارے میں

جو شخص ہفتے میں ایک قرآن ختم کرے اسے قرآنی سورتوں کو سات منزلوں میں تقسیم کر لینا چاہئے روایات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عثمانؓ جمعہ کی شب میں قرآن پاک شروع کرتے اور سورہ مائدہ کے آخر تک تلاوت فرماتے سنیچر کی شب میں سورۂ انعام سے سورۂ ہود تک اتوار کی شب میں سورۂ یوسف سے سورۂ مریم تک پیر کی شب میں سورۂ طٰہ سے سورۂ قصص تک، منگل کی شب میں سورۂ عنکبوت سے سورۂ صاد تک، بدھ کی شب میں سورۂ زمر سے سورۂ رحمٰن تک اور جمعرات کی شب میں (یعنی شب جمعہ) میں سورۂ واقعہ سے ختم تک تلاوت فرماتے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بھی قرآن کی سات منزلیں کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کی تقسیم اس تقسیم سے مختلف تھی، کہتے ہیں کہ قرآن کی سات منزلیں ہیں پہلی منزل میں تین، دوسری منزل میں پانچ، تیسری منزل میں سات، چوتھی منزل میں سات، پانچویں منزل میں گیارہ، چھٹی منزل میں تیرہ، ساتویں منزل میں سورۂ ق سے آخر تک تمام سورتیں ہیں صحابہ کرامؓ نے قرآنی منزلوں کی اسی طرح تقسیم کی ہے اور منزل بہ منزل ہی ان کی تلاوت کا معمول بھی تھا خمس، عشرہ اور اجزاء وغیرہ کی تقسیم بعد کے دور میں ہوئی، دور صحابہ میں صرف منزلوں کی تقسیم تھی۔

چوتھا ادب کتابت کے سلسلے میں

قرآن پاک صاف اور خوش خط لکھنا چاہئے۔ سرخ روشنائی سے نقطے اور علامات لگانے سے بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس طرح لکھنے میں قرآن کی زینت بھی ہے اور غلطی سے روکنے میں مدد ملتی ہے۔ حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ وغیرہ اکابر قرآن میں خمس، عشر اور جزو کی تقسیم ناپسند کرتے تھے۔ شعبیؒ اور ابراہیمؒ سے سرخ روشنائی سے نقطے لگانے اور علامتیں لکھنے پر کراہت بھی منقول ہے۔ یہ حضرات کہا کرتے تھے کہ قرآن پاک

کو صاف ستھرا رکھو غالباً یہ حضرات ان چیزوں کو اس لئے برا سمجھتے تھے کہ اس طرح قرآن میں دوسرے اضافے شروع نہ ہو جائیں۔ فی نفسہ ان چیزوں میں کوئی برائی نہ تھی لیکن قرآن کو تغیر اور تبدیلی سے محفوظ رکھنے کے لئے ان حضرات نے یہ اقدام کیا۔ ہاں اگر اس طرح نقطے وغیرہ لکھنے سے یہ خرابی لازم نہ آئے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کسی چیز کو نو ایجاد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز خراب ہے، بہت سی نو ایجاد چیزیں بڑی مفید ہیں تراویح کی جماعت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے۔ کیا واقعی اسے بدعت کہا جائے گا۔ ہرگز نہیں یہ تو بدعت حسنہ ہے مذموم بدعت وہ ہے جو کتاب وسنت سے متصادم ہو، یا اس سے کتاب وسنت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی لازم آئے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ہم منقوط (نقطہ دار) مصحف میں تلاوت کر لیتے ہیں، لیکن خود نقطے نہیں لگاتے اوزاعیؒ یحییٰ ابن کثیرؒ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مصاحف میں قرآن نقطوں اور اعراب سے خالی تھا سب سے پہلے جونئی بات ہوئی وہ یہ کہ قرآنی حروف (ب،ت) وغیرہ پر نقطے لگائے گئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ قرآن کا نور ہیں۔ پھر آیات کے اختتام پر ختم کی علامت متعین کی گئی ہیں اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس سے آیت کی ابتداء اور انتہا معلوم ہوتی ہے۔

ابوبکر ہذلیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے مصاحف میں نقطے لگانے کے متعلق سوال کیا فرمایا! نقطوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟ میں نے عرض کیا! آیات پر اعراب وغیرہ لگائے جاتے ہیں۔ فرمایا قرآنی آیات پر اعراب لگانا کوئی حرج نہیں ہے۔ خالد ابن حذا کہتے ہیں کہ میں ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اعراب دیئے ہوئے مصحف میں تلاوت کر رہے ہیں حالانکہ آپ اعراب لگانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اعراب حجاج کی ایجاد ہے، اس نے قاریوں کو جمع کیا اور ان سے قرآنی آیات کو اجزاء میں اور اجزاء سے ربع، نصف اور ثلث میں تقسیم کرایا۔

پانچواں ادب ترتیل کے سلسلے میں

قرآن پاک کو اچھی طرح پڑھنا مستحب ہے، قرات کا مقصد تدبر اور تفکر ہے۔ اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کے پڑھنے سے تدبر پر مدد ملتی ہے، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ نے نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کے متعلق بیان فرمایا کہ آپ ایک ایک حرف کو واضح کر کے پڑھا کرتے تھے۔ (ابوداؤ، نسائی، ترمذی)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پورا قرآن جلدی جلدی پڑھنے کے مقابلے میں میرے نزدیک یہ زیادہ بہتر ہے کہ میں صرف بقرہ اور آل عمران کی تلاوت کروں، اسی طرح بقرہ اور آل عمران کو گھسیٹ کر پڑھنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اذا زلزلت اور القارعۃ پر اکتفا کروں اور ان دونوں سورتوں میں غور وفکر کروں۔

حضرت مجاہدؒ سے دو ایسے آدمیوں کے متعلق دریافت کیا گیا جو نماز میں ہیں ان دونوں کا قیام برابر ہے لیکن ایک نے سورۂ بقرہ تلاوت کی ہے اور دوسرے نے پورا قرآن پڑھا ہے، فرمایا دونوں اجر وثواب میں برابر ہیں۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہئے کہ ترتیل صرف تدبر کی وجہ سے مستحب نہیں ہے بلکہ اس عجمی کے لئے بھی ترتیل مستحب ہے جو قرآن کے معنی نہ سمجھتا ہو، اس لئے کہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے میں قرآن کا ادب اور احترام زیادہ ہے، اور جلد پڑھنے کے مقابلے میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے دل میں بھی زیادہ اثر ہوتا ہے۔

چھٹا ادب تلاوت کے دوران رونے کے سلسلے میں

تلاوت کے دوران رونا مستحب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ السلم ارشاد فرماتے ہیں:

اتلو القرآن وابکو فان لم تبکو فتبا کو۔ (ابن ماجہ۔ سعد ابن ابی وقاصؓ)

قرآن پڑھو اور روؤ اگر نہ روسکو تو رونی صورت ہی بنالو۔

صالح مریؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کے سامنے قرآن پڑھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اے صالح! یہ تو قرات ہوئی، رونا کہاں ہے؟ ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم سجدے کی آیت تلاوت کرو تو سجدہ کرنے میں جلدی نہ کرو بلکہ اپنے

اوپر گریہ طاری کرلو۔ اگر تمہاری آنکھیں آنسو نہ بہاسکیں تو دل سے آہ و بکا کرو۔ بتکلف رونے کا طریقہ یہ ہے کہ دل پر غم طاری کرلو اس لئے کہ غم ہی سے رونے کو تحریک ملتی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

ان القرآن آن نزل بحزن فاذاقر اتموه فتحازنوا. (ابویعلی، ابونعیم۔ ابن عمرؓ)

قرآن غم کے ساتھ نازل ہوا ہے، جب تم اس کی تلاوت کرو تو غمگین ہو جایا کرو۔

دل پر غم طاری کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی وعید اور تہدید پر غور کرے اور یہ دیکھے کہ قرآن نے مجھے کس چیز کا حکم دیا ہے اور کس چیز سے روکا ہے۔ اس کے بعد قرآنی اوامر و نواہی کی تعمیل میں اپنی کوتاہی پر نظر ڈالے۔ اس سے یقیناً غم پیدا ہوگا۔ اور غم سے رونا آئے گا۔ اسکے باوجود گریہ طاری نہ ہوسکے تو اپنے دل کی اس سختی پر ملال کرے اور یہ سوچ کر رودے کہ اس کا دل صاف نہیں رہا۔

ساتواں ادب آیات کا حق ادا کرنے کے سلسلے میں

آیات کے حقوق کی رعایت کرے۔ جب کسی آیت سجدہ سے گزرے یا کسی دوسرے سے سجدہ کی آیت سنے تو سجدہ کرے بشرطیکہ طاہر ہو۔ قرآن پاک میں چودہ سجدے ہیں۔ کم سے کم سجدہ تلاوت یہ ہے کہ اپنی پیشانی زمین پر لگادے اور مکمل سجدہ یہ ہے کہ تکبیر کہہ کر سجدہ کرے۔ سجدہ تلاوت میں ایسی دعا مانگنی چاہئے جو آیت سجدہ کے مناسب ہو۔ مثلاً جب یہ آیت پڑھے۔

خروا سجداوسبحوا بحمد ربهم و هم لا يستكبرون .

وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔

تو سجدے میں حسب ذیل دعا مانگے۔

اے اللہ! تو مجھے اپنی ذات کے لئے سجدہ کرنے والوں میں سے کر اور ان لوگوں میں سے کر جو تیری حمد بیان کرتے ہیں۔ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تیرے امر

سے تکبر کرنے والا یا تیرے دوستوں پر بڑائی جتانے والا ہوں۔

جب یہ آیت پڑھے:

ویخرون للا ذقان یبکون ویزیدھم خشوعا. (پ:۱۵ر۱۲آیت۱۰۹)

اور ٹھوریوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے۔

تو یہ دعا کرے۔

اللھم اجعلنی من الباکین الیک الخاشعین لک۔

اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر جو تیرے سامنے روتے ہوں اور تیرے لئے فروتنی کرتے ہوں۔

ہر آیت سجدہ کے مضمون کے مطابق اسی طرح دعا کرے، سجدہ تلاوت کی وہی شرائط ہیں جو نماز کی ہیں۔ یعنی ستر عورت، قبلہ رو ہونا، کپڑے اور جسم کی طہارت وغیرہ۔ اگر کوئی شخص سجدہ سننے کے وقت پاک نہ ہو تو پاک ہونے کے بعد یہ سجدہ ادا کرے۔

کمال سجدہ کے سلسلے میں یہ کہا گیا ہے کہ سجدہ کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہے۔ پھر سجدے میں جائے سجدے سے اٹھتے ہوئے پھر تکبیر کہے، پھر سلام پھیرے۔ بعض لوگوں نے تشہد کا اضافہ بھی کیا ہے، لیکن یہ زیادتی بے اصل معلوم ہوتی ہے۔ غالباً ان لوگوں نے سجدۂ تلاوت کو نماز کے سجدوں پر قیاس کیا ہوگا یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ نماز کے سجدوں میں تشہد کا حکم آیا ہے اس لئے اس حکم کی اتباع ضروری ہے۔ ہاں سجدے میں جانے کے لئے تکبیر کہنا مناسب ہے، باقی جگہوں پر بعید معلوم ہوتا ہے، اگر کوئی شخص مقتدی ہو تو امام کی اقتداء میں سجدہ کرے۔ خود اپنی تلاوت پر سجدہ نہ کرے۔

آٹھواں ادب تلاوتِ قرآن کی ابتداء کے سلسلے میں

جب تلاوت شروع کرے اس وقت یہ الفاظ کہے اور سورۂ قل اعوذ برب الناس اور سورۂ فاتحہ پڑھے:

اعوذباللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم رب اعوذ بک من همزات الشیاطین واعوذبک رب ان یحضرو ن.

میں پناہ چاہتا ہوں کہ جو سننے والا ہے جاننے والا ہے شیطان مردود کی۔اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔شیطان کے وسوسوں سے اور اے اللہ! تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

ہر سورت کے اختتام پر یہ الفاظ کہیے۔

''صدق اللہ تعالیٰ وبلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انفعنا بارک لنافیه الحمدللّٰہ رب العالمین واستغفر اللّٰہ الحی القیوم''.

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: اور رسول اکرم ﷺ نے اسے ہم تک پہنچایا اے اللہ! اس سے ہمیں نفع عطا کیجئے اور ہمارے لئے اس میں برکت دیجئے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے، میں مغفرت چاہتا ہوں اللہ سے جو زندہ ہے عالم کو قائم رکھنے والا ہے۔

تسبیح کی آیت تلاوت کرے تو سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہے، دعا اور استغفار کی آیت گزرے تو دعا اور استغفار کرے۔رجا اور امید کی آیت پڑھے تو دعا مانگے، خوف کی آیت سامنے آئے تو پناہ مانگے، چاہے دل ہی دل میں پناہ مانگ لے اور چاہے زبان سے یہ الفاظ کہہ لے۔

''نعوذباللّٰہ اللھم ارزقنااللھم ارحمنا''.

ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اے اللہ! ہمیں رزق عطا کیجئے اے اللہ! ہم پر رحم فرمائیے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی آپ ؐ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی۔میں نے دیکھا کہ آپ آیت رحمت پر دعا کرتے ہیں، آیت عذاب پر اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور آیت تنزیہہ پر اللہ کی حمد وثنا بیان فرماتے ہیں۔

(مسلم شریف)

تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللھم ارحمنی بالقرآن واجعله لی اماماً ونور اوھدی ورحمة اللھم ذکرنی منه مانسیت وعلمنی منه ماجھلت ورزقنی تلاوته آناء اللیل واطراف النھار وجعله لی حجة یارب العالمین.

اے اللہ! قرآن کے واسطے سے مجھ پر رحم فرمایئے اور اسے میرے لئے راہ نما، نور ہدایت اور رحمت کا ذریعہ بنا دیجئے۔ اے اللہ! قرآن میں سے جو کچھ میں بھول گیا ہوں مجھے یاد کرا دیجئے، اور جو نہ جانتا ہوں اس کا مجھے علم عطا کیجئے رات کی ساعتوں میں اور دن کے اطراف یعنی صبح مجھے قرآن پاک کی تلاوت کی توفیق دیجئے، اے جہانوں کے رب! قرآن کو میرے لئے حجت بنا دیجئے۔

نواں ادب آواز کے ساتھ تلاوت کرنا

اتنی آواز کے ساتھ تلاوت کرنا ضروری ہے کہ خود سن سکے۔ اس لئے کہ پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ آواز کے ذریعہ حروف ادا ہوں۔ اس لئے آواز ضروری ہے اور آواز کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ خود سن سکے۔ لیکن اگر اس طرح تلاوت کی کہ خود بھی نہیں سن سکا تو نماز صحیح نہیں ہوگی، جہاں تک بلند آواز کے ساتھ تلاوت کرنے کا معاملہ ہے کہ یہ محبوب بھی ہے اور مکروہ بھی۔ روایات دونوں طرح کی ہیں۔ آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر یہ روایت دلالت کرتی ہے۔

(۱)......**فضل قراءة السر علی قراءة العلانیة کفضل صدقة السر علی صدقة العلانیة۔** (ابوداؤد، ترمذی، نسائی۔ عقبہ ابن عامرؓ)

آہستہ پڑھنے کی فضیلت زور سے پڑھنے کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے پوشیدہ طور پر صدقہ دینے کی فضیلت علی الاعلان صدقہ دینے کے مقابلے میں ہے۔

(۲)......**الجاھر بالقرآن کالجاھر بالصدقة وامسر بالقران کالمسر بالصدقة.** (ترمذی۔ عقبہ۔ ابن عامرؓ)

قرآن کو زور سے پڑھنے والا ایسا ہے جیسے ظاہر کر کے صدقہ دینے والا اور آہستہ

پڑھنے والا ایسا ہے کہ جیسے پوشیدہ طور پر صدقہ دینے والا۔

(۳)......یفضل عمل السر علی عمل العانیة بسبعین ضعفا.

(بیہقی فی الشعب۔ عائشہؓ)

خفیہ عمل اعلانیہ عمل سے ستر گنا افضل ہے۔

(۴)......خیر الرزق مایکفی و خیر الذکر الخفی۔

(احمد، ابن حبان، سعد ابن ابی وقاصؓ)

بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو اور بہترین ذکر، ذکر خفی ہے۔

(۵)...... لایجهر بعضکم علی بعض فی القراة بین المغرب والعشاء.

مغرب اور عشاء کے درمیان قرات میں ایک دوسرے پر با آواز بلند مت پڑھو۔

سعید ابن المسیبؒ ایک رات مسجد میں پہنچے حضرت عمر بن العزیزؒ اس وقت نماز میں با آواز بلند تلاوت فرما رہے تھے، آپ کی آواز خوبصورت تھی سعید ابن المسیبؒ نے اپنے غلام سے کہا کہ اس شخص سے جا کر کہو کہ آہستہ پڑھے، غلام نے عرض کیا یہ مسجد ہماری ملکیت نہیں کہ ہم منع کریں، ہر شخص یہاں آکر پڑھنے کا حق رکھتا ہے، حضرت ابن المسیبؒ نے خود ہی با آواز بلند کہا! اے نمازی! اگر نماز سے تیرا مقصد اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنا ہے تو اپنی آواز پست کرلے اور اگر لوگوں کو دکھانا مقصود ہے تو یاد رکھ خدا کے یہاں یہ ریاکاری کام نہ آئے گی، حضرت عمر ابن العزیزؒ یہ سن کر خاموش ہو گئے، جلدی سے رکعت پوری کی، اور سلام پھیر کر مسجد سے باہر چلے گئے اس زمانے میں حضرت عمر ابن العزیزؒ مدینہ کے حاکم تھے۔

جہری قرات (پکار کر پڑھنے) کے سلسلے میں حسب ذیل روایات دلالت کرتی ہیں۔

(۱)......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو جہری قرات کرتے ہوئے سنا تو آپ نے اس کی تصویب فرمائی۔

(۲)......قال رسول الله صلی علیه وسلم اذا قام احد کم من اللیل

یصلی فلیجھر بالقراءۃ فان الملائکۃ و عمار الدار یستمعون قراءتہ ویصلون بصلاتہ. (ابوبکر بزار ومعاذ ابن جبلؓ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی رات کو نماز کے لئے کھڑا ہو تو جہری قرات کرے اس لئے کہ فرشتے اور جنات اس کی قرات سنتے ہیں اور اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

(۳)......ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے تین اصحاب کے قریب سے گزرے آپ نے دیکھا کہ ابوبکر بہت آہستہ آہستہ تلاوت کر رہے ہیں۔ وجہ معلوم کرنے پر حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ جس ذات پاک سے مناجات کر رہا ہوں وہ میری سن رہا ہے۔ حضرت عمرؓ بلند آواز میں تلاوت کر رہے تھے سرکار دوعالم ﷺ نے اس کی وجہ معلوم کی جواب دیا کہ میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگا رہا ہوں، اور شیطان کو جھڑک رہا ہوں حضرت بلالؓ مختلف سورتوں سے انتخاب کر کے پڑھ رہے تھے آپ نے وجہ دریافت کی عرض کیا کہ عمدہ کو عمدہ سے ملا رہا ہوں۔ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

کلکم قد احسن و اصاب. (ابوہریرہؓ۔ ابوداؤد)

ان مختلف احادیث میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آہستہ پڑھنے میں ریاکاری اور تصنع کا اندیشہ نہیں ہے۔ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہو تو اسے آہستہ پڑھنا چاہئے لیکن اگر ریاکاری اور تصنع کا خوف نہ ہو اور دوسرے کی نماز میں یا کسی دوسرے عمل میں خلل کا اندیشہ بھی نہ ہو تو بلند آواز میں پڑھنا بھی افضل ہے۔ کیونکہ اس میں زیادہ عمل ہے۔ اور اس تلاوت کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے یقیناً وہ خیر زیادہ بہتر ہے۔ جس کا نفع ایک ہی فرد تک محدود نہ ہو۔ جہری قرات کے دوسرے اسباب بھی ہیں مثلاً دل کو بیدار کرتی ہے۔ اس کی افکار مجتمع کرتی ہے۔ نیند دور کرتی ہے پڑھنے میں زیادہ لطف آتا ہے سستی دور ہوتی ہے، تھکن کم ہو جاتی ہے، اور اس کی امید بھی رہتی ہے کہ کوئی خوابیدہ شخص غفلت سے بیدار ہو جائے، اور اس کی قرات سن کر وہ بھی اجر و ثواب کا مستحق قرار پائے۔ بعض غافل اور سست لوگ بھی اس کی آواز سن کر متوجہ ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قاری کی کیفیت کا اثر

ان کے دلوں پر بھی ہو۔ اور وہ بھی عبادت کے لئے کمر بستہ ہو جائیں، بہر حال اگر یہ سب اسباب یا ان میں سے کوئی ایک اثر پایا جائے تو جہر افضل ہے، قاری کو جہر کرتے ہوئے ان سب کی نیت کر لینی چاہئے نیتوں کی کثرت سے بھی اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی ایک کام میں دس نیتیں ہوں تو دس گنا اجر ملے گا اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی تلاوت مصحف میں رکھ کر کرنی چاہئے، کیونکہ اس میں آنکھ سے دیکھنا بھی ہے، مصحف اٹھانا بھی ہے، اور اس کا احترام بھی ہے۔ ان اعمال کی وجہ سے تلاوت کا ثواب کئی گنا زیادہ ہوگا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ مصحف میں دیکھ کر پڑھنے سے سات گنا ثواب ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ مصحف میں دیکھ کر تلاوت کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ کثرتِ تلاوت کی وجہ سے ان کے پاس دو مصحف پھٹ گئے تھے۔ اکثر صحابہؓ مصاحف میں دیکھ کر تلاوت کیا کرتے تھے۔ انہیں یہ بات پسند نہ تھی کہ ان کی زندگی کا کوئی دن ایسا بھی گزرے جس میں وہ مصحف کھول کر نہ دیکھیں۔

مصر کے ایک فقیہ فجر کے وقت امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ اس وقت قران پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ امام صاحب نے فقیہ مصر سے فرمایا کہ فقہ نے تمہیں قرآن پاک کی تلاوت سے روک دیا ہے، مجھے دیکھو میں عشاء کی نماز کے بعد قرآن کھولتا ہوں اور فجر کی نماز تک بند نہیں کرتا۔

دسواں ادب تحسین قرات کے سلسلے میں

قرآن خوش الحانی کے ساتھ پڑھا جائے تحسین قرات پر پوری توجہ دی جائے لیکن حروف اتنے نہ کھینچے جائیں کہ الفاظ بدل جائیں اور نظم میں خلل واقع ہو جائے، اگر یہ شرائط ملحوظ رکھی جائیں تو تحسین قرات سنت ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

زینو القرآن باصواتکم. (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان)

قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔

ایک حدیث میں ہے ماأذن الله لشئي ماأذن النبي يتغني بالقرآن.

(بخاری ومسلم۔ابوہریرہؓ)

اللہ تعالیٰ نے کسی اور چیز کا اس قدر حکم نہیں دیا ہے جتنا قرآن کے ساتھ خوش آوازی کے لئے کس نبی کو حکم دیا ہے۔

اس سلسلے کی ایک روایت ہے۔ليس منامن لم يتغن بالقرآن. (بخاری۔ابوہریرہؓ)

جو شخص خوش الحانی کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

بعض لوگوں کی رائے میں تغنی سے مراد یہاں استغناء ہے۔ کچھ لوگ تغنی سے تحسین صوت اور ترتیل مراد لیتے ہیں۔ لغوین کی رائے سے بھی مؤخر الذکر معنی کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ میرا انتظار کررہے تھے آپ نے دریافت فرمایا: اے عائشہ دیر کیوں ہوگئی؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں خوش الحان کی قرات سن رہی تھی اس لئے دیر ہوگئی، یہ سن کر آپ اس جگہ تشریف لے گئے جہاں وہ شخص پڑھ رہا تھا، کافی دیر کے بعد تشریف لائے اور فرمایا: ھذاسالم مولی ابی حذيفة الحمد لله الذی جعل امتی مثله.

(ابن ماجہ۔عائشہؓ)

یہ ابوحذیفہ کا مولی سالم ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں سالم جیسا شخص پیدا کیا۔

ایک رات آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی قرات سنی آپ کے ساتھ اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ تینوں حضرات ابن مسعودؓ کے پاس دیر تک ٹھہرے، اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:

من ارادان يقر االقرآن غضا كما انزل فليقر ا ه على قراة ابن ام عبد

(احمد نسائی۔عمرؓ)

جو شخص قران کو اسی طرح آہستہ اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہے جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اسے مسعود کی طرح پڑھنا چاہئے۔

ایک مرتبہ سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کو تلاوت کلام پاک کا حکم دیا ابن مسعود نے عرض کیا: آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے، بھلا آپ کو کیا سناؤں؟ فرمایا: ''مجھے دوسروں سے سننا اچھا معلوم ہوتا ہے''۔ ابن مسعود نے حکم کی تکمیل کی، راوی کہتے ہیں۔ **فکان یقراء وعینا رسول اللہ وسلم تفیضان.** (بخاری ومسلم۔ابن مسعودؓ)

ابن مسعودؓ پڑھے رہے تھے، اور آنحضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی قرات سن کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

لقد اوتی هذامن مزامیر ال دائود .

اس شخص کو آل داؤد کی مزامیر میں سے کچھ عطا ہوا ہے۔

کسی نے حضور اکرم ﷺ کے یہ الفاظ مبارک ابوموسیٰ الاشعری سے نقل کیے، سن کر خوشی سے بے قابو ہو گئے اور خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا:۔

یارسول اللہ ! لو علمت انک تسمع لخبر ته لک تحبیرا.

(بخاری ومسلم۔ابوموسیٰؓ)

یارسول اللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور اچھی طرح پڑھتا۔

قاری ہشیمؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضور ﷺ کی زیارت کی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا ہشیم تو ہی ہے جو قرآن کو آواز سے زینت دیتا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرات صحابہؓ جب بھی کہیں جمع ہوتے تو کسی ایک سے تلاوت کے لئے کہا جاتا۔ حضرت عمرؓ صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے کہتے ابوموسیٰ! ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ۔ حضرت ابوموسیٰ تلاوت شروع کرتے، اور دیر تک پڑھتے رہتے جب نماز کا وقت آدھا گزر جاتا تو لوگ کہتے ''یاامیرالمومنین! الصلواۃ الصلواۃ'' حضرت عمرؓ فرماتے کیا ہم نماز میں نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم قرآن پڑھ رہے ہیں، اور قرآن کی تلاوت ارشاد ربانی ہے۔ **ولذکر اللہ اکبر۔**

(پ۲۱،۱آیت:۴۵)

اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔

ایک حدیث ہے "من استمع الی آیة من کتاب الله کتاب له حسنة مضاعفة ومن تلاھا کانت له نو ر ایوم القیامة۔ (احمد۔ابوہریرہؓ)

جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت سنے اسے بہت زیادہ ثواب ملے گا اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔

(بحوالہ جستہ جستہ از احیاء العلوم جلد......۱)

قرآن کریم کی تلاوت کے دس باطنی آداب

کلام اللہ کی عظمت اور علو شان کا اعتراف

پہلا ادب ...... یہ ہے کہ کلام اللہ کی عظمت اور علو شان کا اعتراف کرے اور یہ یقین کرے کہ نزولِ قرآن بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا ایک نمونہ ہے کہ اس نے عرش بریں سے اپنا کلام اس طرح نازل کیا کہ بندوں کی سمجھ میں آسکے، باری تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ اس نے بندوں تک اپنے اس کلام کے معانی پہنچادیئے، جو اس کی ازلی صفت ہے، اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، غور کیجئے کس طرح یہ صفت الٰہیہ حروف اور آواز کے پردے میں ظاہر ہوگئی۔ سب جانتے ہیں حروف اور آواز بشر کی صفات ہیں لیکن کیونکہ انسان الٰہی صفات کی معرفت اپنی صفات کے ذریعے ہی حاصل کرسکتا ہے۔ اس لئے کلام الٰہی کو بھی انسانی آوازوں اور حرفوں کے ذریعہ ظاہر کیا گیا، اگر کلام الٰہی آواز اور حروف کے پردے میں چھپا ہوا نہ ہوتا نہ آسمان کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ کلام الٰہی سن سکے، اور نہ زمین کے لئے ممکن تھا بلکہ اس کی عظمت وجبروت کے خوف سے اور اس کی نورانی شعاعوں کی تپش سے آسمان سے زمین تک ہر چیز پارہ پارہ ہوجاتی، ہر چیز جل کر خاک ہوجاتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب باری تعالیٰ ہم کلام ہوئے تو انہیں سننے کی طاقت عطا کی گئی، ورنہ انہیں بھی سننے کی تاب نہ ہوتی۔ جس طرح پہاڑ کلام کی تاب نہ لاسکا، اور ریزہ ریزہ ہوکر بکھر گیا۔ بعض عارفین فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ میں جو کلام الٰہی ہے اسکا ہر حرف

کوہ قاف سے بڑا ہے، اگر تمام ملائکہ مل کر کوئی ایک حرف اٹھانا چاہیں۔ تو ان کے لئے یہ ممکن نہ ہو مگر اسرافیلؑ جو لوح محفوظ کے فرشتے ہیں یہ حروف اٹھا لیتے ہیں اپنی طاقت سے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت خاص کے ذریعہ وہ یہ عظیم کام انجام دیتے ہیں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ کلام الٰہی حد درجہ باعظمت، اور اعلیٰ قدر ہے، یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان بے مایہ اور کم رتبہ ہونے کے باوجود اس عظیم کلام کے معانی کس طرح سمجھ لیتا ہے؟ ایک دانشور نے ایک بہترین اور مکمل مثال کے ذریعہ اس سوال کا جواب دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس دانشور نے کسی بادشاہ سے درخواست کی وہ انبیاء علیہم السلام کی شریعت اختیار کر لے بادشاہ نے دانشور سے کچھ سوال کئے۔ دانشور نے جواب میں وہ باتیں کہیں جو بادشاہ کی سمجھ میں آسکیں جوابات سننے کے بعد بادشاہ نے کہا۔ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ جو کلام انبیاء پیش کیا کرتے ہیں وہ اللہ کا کلام ہے، بندوں کا کلام نہیں ہے کلام الٰہی یقیناً اس درجہ عظیم ہوتا ہے کہ بندے اس کے متحمل نہیں ہو سکتے لیکن یہ ہم دیکھتے ہیں کہ بندے آسانی سے تمہارے انبیاء کا لایا ہوا کلام سمجھ لیتے ہیں، دانشور نے جواب دیا کہ اس سلسلے میں آپ زیادہ دور نہ جائیں بلکہ لوگوں کی حالت پر نظر ڈالیں جب ہم چوپایوں اور پرندوں کو کھانے پینے، آنے جانے، آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کا حکم دیتے ہیں کونسا کلام استعمال کرتے ہیں؟ یقیناً پرندوں اور جانوروں کے بس کی بات نہیں کہ وہ ہمارے نور عقل سے تربیت پایا ہوا کلام سمجھ سکیں، بلکہ ان کے لئے ان کے فہم کے مطابق کلام کرنا ضروری ہے کبھی سیٹی بجاتے ہیں کبھی ٹخ ٹخ کرتے ہیں، کبھی دوسری آوازیں نکالتے ہیں، یہی حال انسان کا ہے کیونکہ انسان کلام الٰہی کو اس کی ماہیت اور صفات کمال کے ساتھ سمجھنے سے قاصر ہے اس لئے انبیاء نے اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو انسان جانوروں کے ساتھ کرتا ہے۔

یہاں ایک مسئلہ اور بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ کلام الٰہی کے حکیمانہ معانی آوازوں اور حروف میں پوشیدہ رہتے ہیں معانی کی عظمت اور تقدیس مسلم ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اصوات و حروف بھی معانی کی طرح معظم اور مقدس ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آواز حکمت کا جسم اور مکان ہے اور حکمت آواز کے لئے روح اور جان ہے اور مکان ہے جس

طرح انسانی جسموں کی عزت ان کی روحوں کی وجہ سے کی جاتی ہیں اسی طرح آوازیں اور حروف بھی ان معانی کا مکان بننے کی وجہ سے قابل تعظیم ہیں۔

کلام الٰہی کے مرتبے اور منزلت کی رفعت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ یہ غلبے میں زبردست ہے۔حق و باطل میں حکم نافذ کرنے والا ہے۔منصف حاکم ہے، یہی حکم دیتا ہے یہی منع کرتا ہے جس طرح سایہ سورج کے سامنے نہیں ٹھرتا اسی طرح باطل کو بھی حکمت الٰہی کے سامنے ٹھرنے کی تاب نہیں ہے۔جس طرح انسانوں کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اپنی نگاہیں سورج کے پار کردیں اسی طرح ان کے بس میں یہ بھی نہیں کہ وہ حکمت کے سمندر کی شناوری کریں اور بحرِ حکمت کے پار ہوجائیں بلکہ انہیں سورج سے اسی قدر روشنی حاصل ہوتی ہے جس سے آنکھوں کو نور حاصل ہو اور اس روشنی میں وہ اپنی ضرورتیں پوری کرسکیں۔کلام الٰہی اس بادشاہ کی طرح ہے جو سامنے نہیں ہے لیکن ملک میں اس کا قانون نافذ ہے اور اس کا سکہ جاری ہے۔یا آفتاب کی طرح ہے جس کی شعاعوں سے روشنی پھوٹ رہی ہے، لیکن اس کا عنصر نگاہوں سے پوشیدہ ہے یا اس ستارے کی طرح ہے جس کی چال سے واقف نہ ہونے کے باوجود گم کردہ راہ کو راستہ مِل جاتا ہے۔کلام الٰہی قیمتی خزانوں کی چابی ہے۔یہ وہ شرابِ زندگی ہے جس کو پینے والا مرتا نہیں ہے۔یہ وہ دوا ہے جسے استعمال کرنے والا کبھی بیمار نہیں ہوتا۔"

دانشور نے بادشاہ کو سمجھانے کے لئے جو کچھ بیان کیا ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگرچہ کلام کے معنی سمجھنے کے لئے یہ ایک مختصر گفتگو ہے۔مگر اس سے زیادہ گفتگو کرنا علم معاملہ کے مناسب نہیں ہے۔

صاحبِ کلام کی عظمت

دوسرا ادب......دوسرے ادب کا تعلق صاحبِ کلام کی عظمت سے ہے، جب تلاوت کرنے والا تلاوت کرے تو اپنے دل میں متکلم کی عظمت کا استحضار ضرور کرلے اور یہ یقین رکھے کہ یہ کسی آدمی کا کلام نہیں ہے بلکہ خالق کائنات کا کلام ہے۔اسکے کلام کی

تلاوت کے بہت سے آداب ہیں اور بہت سے تقاضے ہیں اور تلاوت میں بہت سے خطرات ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لا یمسه الا المطهرون" (پ:۲۷،۱۶آیت:۷۹)

" اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔

جس طرح ظاہر مصحف کو چھونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی پاک ہو اسی طرح اس کے سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ آدمی کا دل پاک ہو اور عظمت و توقیر کے نور سے منور ہو۔ جس طرح ہر ہاتھ قرآن کی جلد اور ورق کو چھونے کا اہل نہیں ہے اسی طرح ہر زبان بھی قرآنی حروف کی تلاوت کا اہل نہیں ہے اور نہ ہر دل اس کا اہل ہے کہ قرآن کی حکمتوں اور اس کے عظیم الشان معانی کا متحمل ہو سکے، یہی وجہ ہے کہ جب عکرمہ بن ابی جہل قرآن پاک کھولتے تو بے ہوش ہو جاتے اور فرماتے "یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے۔" کلام کی تعظیم دراصل متکلم کی تعظیم ہے اور متکلم کی تعظیم کا حق اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک کہ قاری اس کی صفات اور افعال میں غور و فکر نہ کرے اور اسکے دل میں عرش، کرسی، آسمان، زمین، انسان، جنات، شجر و حجر، اور حیوانات کا تصور نہ ہو اور وہ یہ نہ جانے کہ ان سب کا پیدا کرنے والا ان سب کو رزق دینے والا اور ان سب پر قدرت رکھنے والا ایک ہے۔ باقی سب چیزیں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ ہر بندہ اس کے فضل و رحمت اور عذاب و غضب کے درمیان لٹکا ہوا ہے۔ اگر اس پر فضل و رحمت ہوگی تو یہ بھی اس کا عدل ہوگا اور اگر وہ عذاب کا مستحق قرار پائے گا تو یہ بھی اس کا عدل ہوگا وہ تو یہ کہتا ہے "یہ لوگ جنت کے لئے ہیں مجھے ان کی پرواہ نہیں ہے یہ لوگ دوزخ کے لئے ہیں مجھے ان کی پرواہ نہیں ہے" اور اس کی عظمت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اسے کسی چیز کی پرواہ نہ ہو وہ بے نیاز ہو۔ سب اس کے محتاج ہوں...... یہ وہ باتیں ہیں جن سے متکلم کی عظمت پیدا ہوتی ہے۔

دل حاضر رہے

تیسرا ادب......: یہ ہے کہ دل حاضر ہو ارشاد خداوندی ہے "یـا یـحـیـیٰ خـذ

الکتاب بقوۃ"۔ (پ:۱۶ آیت:۱۲)

اس آیت میں قوت سے مراد کوشش اور جد و جہد ہے کتاب کی کوشش اور جد و جہد سے لینے کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اسکی تلاوت کرو تو اسی کے ہو رہو تمہارے دل میں بھی تلاوت کے علاوہ کوئی خیال باقی نہ رہے، چہ جائیکہ تم کسی اور کام میں مصروف رہو۔

ایک بزرگ سے کسی نے دریافت کیا کہ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو آپ کے دل میں کس طرح کے خیال ہوتے ہیں فرمایا قرآن سے بھی زیادہ کوئی چیز اتنی محبوب ہوسکتی ہے کہ تلاوت کے وقت دل میں اس کا خیال رہے۔

بعض بزرگوں کا طریقہ یہ تھا کہ اگر تلاوت کے وقت اتفاقاً ان کا دل حاضر نہ رہتا تو وہ ان آیتوں کو دوبارہ پڑھتے جنکی تلاوت کے دوران دل حاضر نہیں رہا تھا یہ ادب پہلے ادب کا نتیجہ ہے اگر دل میں کلام اور صاحب کلام کی عظمت ہوگی تو یہ صفت خود بہ خود پیدا ہوجائے گی کہ تلاوت کے وقت قاری کا دل ہر طرح کے خیالات سے خالی ہو کیونکہ وہ جس کلام کی تلاوت کر رہا ہے اس کی تعظیم کرے گا تعظیم سے انسیت بڑھے گی یہ انسیت اسے غافل نہ ہونے دے گی۔ قرآن پاک میں وہی باتیں ہیں جن میں انس ہو اور دل لگے اگر قاری قرآن کی تلاوت کا اہل ہے تو وہ اس کو چھوڑ کر دوسرے امور سے انس حاصل نہیں کرے گا۔ قرآن کی تلاوت اس کے لئے تفریح بن جائے گی وہ اس بامقصد تفریح پر کسی دوسری تفریح کو ہرگز ترجیح نہیں دے گا۔

آیات میں غور وفکر کیا جائے

چوتھا ادب...... یہ ہے کہ آیات میں غور وفکر کرے یہ حضورِ قلب سے الگ ادب ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دل پوری طرح حاضر ہوتا ہے اور پڑھنے والا ہمہ تن تلاوت میں مشغول رہتا ہے لیکن غور نہیں کرتا جب کہ تلاوت کا مقصد ہی تدبر ہے اسی وجہ سے ترتیل مسنون قرار دی گئی ہے، کیونکہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے سوچنے کا موقع ملتا ہے اور غور وفکر میں آسانی ہوتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ سمجھ سے خالی عبادت اور تدبر سے خالی تلاوت میں خیر نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اعادہ کے بغیر تدبر نہ کر سکے تو اسے اعادہ کرنا چاہئے۔ تاہم امام کے پیچھے کھڑے ہو کر اعادہ نہ کرے، یہ ٹھیک نہیں کہ امام آگے بڑھ جائے اور مقتدی پچھلی آیتوں میں غور وفکر کرتا رہے ایسے شخص کی مثال یہ ہوگی کہ کوئی شخص کسی کے کان میں کوئی بات کہے اور سننے والا ایک ہی لفظ سے حیرت میں پڑ جائے، باقی گفتگو نہ سنے اور نہ سمجھے، چنانچہ اگر امام رکوع میں چلا جائے اور مقتدی کسی آیت میں غور وفکر کرتا رہے، تسبیح رکوع نہ پڑھے تو یہ شیطانی وسوسہ سمجھا جائے گا۔

عامر ابن عبد قیسؒ نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہا کہ مجھے نماز میں وسوسے آتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا دنیاوی معاملات کا وسوسہ ہوتا ہے؟ فرمایا دنیاوی وسوسوں سے تو بہتر یہ ہے کہ نیزے میرے جسم میں گھسا دیئے جائیں بلکہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے کے بعد میرا دل یہ سوچتا ہے کہ اس جگہ سے کیسے ہٹوں، غور کیجئے، عامر ابن عبد قیسؒ نے اس نیک خیال کو بھی وسوسہ قرار دیا کیونکہ اس طرح کے خیالات سے آدمی وہ نہیں پڑھ سکتا جو اسے پڑھنا چاہئے یہ بھی شیطانی عمل ہے۔ وہ لوگوں کو دینی اعمال میں مشغول کر کے افضل عمل سے روک دیتا ہے جب یہ واقعہ حضرت حسن بصریؒ کے سامنے نقل کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس انعام سے ہمیں محروم رکھا ہے۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیس مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اتنی مرتبہ پڑھنے کی وجہ یہی تھی کہ آپ بسم اللہ الرحمٰن لرحیم کی معنی میں غور فرما رہے تھے۔

ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شب آپ ہمیں نماز پڑھا رہے تھے نماز میں رات بھر ایک ہی آیت تلاوت کرتے رہے وہ آیت یہ تھی:

"ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین آمنوا وعملوا الصالحات سوآء محیاھم ومماتھم ساء مایحکمون.

(پ:۲۵،۱۸آیت:۲۱)

یہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر

رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے، یہ برا حکم لگاتے ہیں۔

سعید ابن جبیرؒ نے اس آیت کی تلاوت کرتے کرتے صبح کر دی۔

''وامتازوا الیوم ایھا المجرمون'' (پ:۲۳،۳ آیت:۵۹)

اور اے مجرمو آج (اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ۔

ایک عارف باللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سورت شروع کرتا ہوں تلاوت کے دوران مجھ پر کچھ ایسے حقائق اور معارف منکشف ہوتے ہیں کہ میں سورت ختم ہی نہیں کر پاتا اور تمام رات کھڑے کھڑے گزر جاتی ہے۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ میں ان آیتوں کے اجر و ثواب کی امید نہیں رکھتا جن میں میرا دل نہیں لگا۔ یا جن کی معانی میں نہیں سمجھا۔

ابوسلیمان دارانیؒ سے ان کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میں ایک آیت میں چار چار راتیں گزار دیتا ہوں، اگر میں خود سلسلہ فکر ختم نہ کروں تو دوسری آیت کی نوبت ہی نہیں آئے۔

کسی بزرگ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ چھ مہینے تک سورۂ ہود کی تلاوت کرتے رہے اور اسی سورت کے معنی میں غور فکر کرتے رہے۔

ایک عارف فرماتے ہیں کہ میں چار قرآن ختم کرتا ہوں، ایک ہفتہ وار اور دوسرا ماہانہ، تیسرا سالانہ اور چوتھا تیس برس سے شروع ہے لیکن ختم نہیں ہوا۔ میں اپنے آپ کو مزدور سمجھتا ہوں اس لئے روزینہ پر بھی کام کرتا ہوں ہفتہ وار ماہانہ اور سالانہ اجرتوں پر بھی اپنا فرض انجام دیتا ہوں۔

ہر آیت سے اس کے مطابق معنی و مفہوم اخذ کرے

پانچواں ادب...... یہ ہے کہ ہر آیت سے اس کے مطابق معنی و مفہوم اخذ کرے اور قوت فکر استعمال کرے، قرآن مختلف مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات

اور افعال کا ذکر بھی ہے انبیاء کے حالات بھی ہیں اور ان قوموں کے حالات بھی ہیں جنہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی خدا تعالیٰ کے اوامر اور نواہی بھی ہیں۔ اور ان ثمرات کا ذکر بھی ہے جو اوامر ونواہی کی تعمیل پر مرتب ہوں گے۔

آیات صفات......مثلاً یہ ہیں۔

ا......'لیس کمثله شئی وهو السمیع البصیر۔ (پ:۲۵،۳، آیت:۱۱)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔

۲......الملک القدوس السلام المومن المهیمن العزیز الجبار المتکبر۔ (پ۲۸،۶ آیت۲۳)

وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، زبردست ہے خرابی کا درست کر دینے والا بڑی عظمت والا ہے۔

مذکورہ بالا اسماء اور صفات کے معنی میں غور وفکر کرے تا کہ ان کے اسرار اور حقائق منکشف ہوں یہ وہ اسرار وحقائق ہیں جو صرف ان لوگوں کو معلوم ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق عطا ہوئی ہو۔

حضرت علیؓ نے اپنے ارشاد گرامی سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے آنحضرت ﷺ نے مجھے کوئی ایسی بات نہیں بتلائی جو آپ نے لوگوں سے مخفی رکھی ہو، ہاں اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو فہم عطا کر دیتا ہے۔ مومن کو اسی فہم کی جستجو رہنی چاہئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اولین اور آخرین کا علم حاصل کرنا چاہے وہ قرآن کو ذریعہ بنائے۔'' قرآن پاک میں علوم کا بڑا حصہ ان آیات کے اندر پوشیدہ ہے جو اسماء اللہ اور صفات اللہ سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ علوم اتنے ہمہ گیر ہیں کہ جن لوگوں نے بھی اس کی جستجو کی ہے انہیں کچھ نہ کچھ ضرور ملا ہے لیکن کوئی تہہ کو نہیں پہنچ سکا۔

آیات افعال......آسمان اور زمین پیدا کرنا مارنا جلانا وغیرہ اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں۔ تلاوت کرنے والا جب آیاتِ افعال کی تلاوت کرے تو اسے باری تعالیٰ کی صفات کا علم حاصل کرنا چاہئے اس لئے کہ فعل فاعل پر دلالت کرتا ہے اور فعل کی عظمت سے فاعل کی

عظمت سمجھ میں آتی ہے، قاری کو چاہئے کہ وہ فعل میں فاعل کا بھی مشاہدہ کرے صرف فعل ہی مشاہدہ نہ کرے جس شخص کو حق کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ ہر شے میں حق کا عکس دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ ہر چیز کا منبع بھی وہی ذات برحق اور مرجع بھی وہی ہر شے کا مقصد اسی کی ذات ہے اور شے قائم بھی اس کی ذات سے ہے۔ عارف کے نزدیک حق کے علاوہ ہر چیز باطل ہے یہ نہیں کہ آئندہ کبھی باطل ہو جائے گی بلکہ اگر کسی چیز پر اسی حیثیت سے نظر ڈالیں تو ہر چیز اسی وقت فانی ہے۔ لیکن اگر یہ نقطہ نظر ہو کہ ہر شئی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے باعث موجود ہے تو بطریق تبعیت اس شئی کے لئے ثبات ہوگا۔ یہ خیال علم مکاشفہ کا نقطہ آغاز ہے اس لئے جب قاری تلاوت کرے اور باری تعالیٰ کے یہ ارشادات پڑھے۔

افرایتم ماتمنون افرایتم ماتحرثون افرایتم الماء الذی تشربون افرایتم النار اللتی تورون. (پ:۲۷،۱۵ آیت:۵۸،۶۳،۶۸،۷۱)

اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو منی پہنچاتے ہو الخ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جو کچھ بولتے ہو الخ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو الخ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو۔

تو صرف کھیتی، منی، پانی اور آگ ہی پر نظر نہ رکھے۔ بلکہ ان سب کی ماہیت، آغاز اور انتہا اور درمیان کے تمام مراحل پر اچھی طرح نظر ڈالے، مثلاً منی کے بارے میں یہ سوچے کہ یہ ایک رقیق سیال مادہ ہے جس کے تمام اجزاء مشترک ہیں بعد میں رقیق اور سیال مادے سے ہڈیاں بنتی ہیں گوشت رگیں اور پٹھے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر مختلف شکلیں تیار ہوتی ہیں سر، ہاتھ، پاؤں، دل جگر اور دوسرے اعضاء تشکیل پاتے ہیں، جب انسانی ڈھانچا مکمل ہو جاتا ہے تو اس میں اچھے اور برے اوصاف پیدا کئے جاتے ہیں۔ اچھے اوصاف میں مثلاً عقل گویائی بینائی اور سماعت وغیرہ برے اوصاف میں مثلاً غضب شہوت وغیرہ۔ بعض لوگوں میں جہالت، کفر انبیاء کی تکذیب، اور ان سے جدال کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**اولم یر الانسان انا خلقناهُ من نطفة فاذاهو ا خصیم مبین**". (پ:۲۳ آیت:۷۷)

کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا، سو وہ علانیہ اعتراض

کرنے والا ہے۔

قاری کو چاہئے کہ ان سب عجائب پر غور کرے، اپنی فکر کو وسعت دے۔ اور اعجب العجائب تک اپنے فکر کا سلسلہ دراز کرے یہ وہ صفت ہے جو ان تمام عجائب کا منبع اور مبداء ہے۔ مرجع اور منتہاء ہے۔

انبیاء کے حالات...... جب قرآن میں انبیاء کا تذکرہ آئے اور یہ معلوم ہو کہ ان کی کس طرح تکذیب کی گئی تھی اور کس طرح انہیں ایذاء دی گئی تھی یہاں تک کہ بعض انبیاء اپنے نافرمان امتیوں کے ہاتھوں شہید کئے گئے تو اللہ تعالیٰ کی صفت استغناء پر نظر رکھے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں نہ انہیں پیغمبروں کی ضرورت ہے اور نہ ان لوگوں کی جن کے پاس انبیاء بھیجے گئے۔ اگر سب لوگ ہلاک ہو جائیں تو اس کی سلطنت پر کوئی اثر نہ پڑے گا جب انبیاء کی مدد اور نصرت کے قصے سامنے آئیں تو یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ حق کا حامی و ناصر ہے۔

مکذبین کے حالات...... جب عاد، ثمود وغیرہ بدقسمت قوموں کی تباہی اور بربادی کی کہانی سنے تو خدا تعالیٰ تعالیٰ کی پکڑ اور انتقام سے ڈرے اور ان قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کرے کہ اگر اس نے بھی غفلت کی، ظلم کیا اور اس چندروزہ مہلت کو غنیمت نہ سمجھا تو کیا عجب ہے مجھ پر بھی یہ عذاب نازل ہو اور باری تعالیٰ کے انتقام سے بچنے کی کوئی صورت نہ رہے، جنت، دوزخ اور دیگر آسمانی مقامات کے تذکرے بھی اسی نقطۂ نظر سے سننے چاہئیں اور ان میں بھی اپنے لئے عبرت کا پہلو تلاش کرنا چاہئے، یہ چیزیں بطور نمونہ ذکر کی گئی ہیں۔ ورنہ قرآن کی ہر آیت میں بیش قیمت معانی پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ ان معانی کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ اس لئے ان کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین". (پ۷،۱۳ آیت ۵۹)

اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

ایک جگہ فرمایا۔

"قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد

کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا"۔ (پ:۱۶،۳ آیت:۱۰۹)

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر کا پانی روشنائی کی جگہ ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرے سمندر اس کی مدد کے لئے آئیں۔

حضرت علیؓ کا یہ ارشاد بھی قرآن کریم کی معنی کی وسعت پر دلالت کرتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں۔ یہاں جو کچھ بیان کیا گیا وہ صرف اس لئے بیان کیا گیا ہے تاکہ فہم کا دروازہ کھلے احاطہ مقصود نہیں ہے اور نہ یہ ممکن ہے۔ جو شخص قرآن مجید کے مضامین سے معمولی واقفیت بھی نہ رکھتا ہو وہ ان لوگوں کے زمرے میں آتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"ومنهم من يستمع اليک حتى اذا خرجوا من عندک قالو اللذين اوتو االعلم ماذا قال آنفا اولئک الذين طبع الله على قلوبهم۔

(پ:۲۶ آیت:۱۶)

اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے انکے دلوں پر مہر کر دی ہے۔

طابع (مہر) دراصل وہ موانع ہیں جنہیں ہم ذیل میں بیان کریں گے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرید اس وقت تک صحیح معنی میں مرید نہیں ہوتا جب تک وہ جو چیز چاہے قرآن کریم میں نہ پالے نقصان اور فائدے میں فرق نہ کرلے اور بندوں سے بے نیاز نہ ہو جائے۔

فہم قرآن کی راہ میں موانع

چھٹا ادب...... یہ ہے کہ قاری ان امور سے خالی رہے جو فہم قرآن کی راہ میں مانع ہوں۔ اکثر لوگ قرآن کریم کی معانی اس لئے نہیں سمجھ پاتے کہ شیطان نے ان کے

دلوں پر غفلت کے دبیز پردے ڈال رکھے ہیں۔ ان پردوں کی وجہ سے ان کو قرآنی عجائب اور اسرار نظر نہیں آتے، آنحضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لو لا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی الملکوت. (مسند احمد، ابو ہریرہؓ)

اگر شیطان بنی آدم کے دلوں کے ارد گرد نہ گھومے تو لوگ ملکوت کا مشاہدہ کرلیا کریں۔

جو امور حواس سے پوشیدہ ہوں اور اور نور بصیرت کے بغیر نظر نہ آئیں وہ ملکوت ہیں۔ قرآن کریم کے معانی بھی ملکوت میں داخل ہیں کیونکہ وہ بھی نور بصیرت ہی سے سمجھ میں آتے ہیں۔ فہم قرآن کے چار موانع ہیں۔

پہلا مانع...... یہ ہے کہ پڑھنے والا اپنی تمام تر توجہ حروف کی صحیح ادائیگی پر صرف کردے اس کا ذمہ دار بھی شیطان ہے وہ قراء حضرات کو یہ باور کراتا رہتا ہے کہ ابھی حروف مخرج سے ادا نہیں ہوئے ہیں پڑھنے والے شیطانی وسوسے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ایک ایک آیت کو بار بار دہراتے ہیں تا کہ ہر حرف اپنے مخرج سے نکلے۔ اس کوشش میں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ قرات کا اصل مقصد فہم ہے اور حروف کی ادائیگی پر پوری توجہ صرف کرتے ہیں۔

دوسرا مانع...... یہ ہے کہ پڑھنے والا شخص کسی ایسے مذہب کا مقلد ہو جس کا علم اسے صرف سننے سے حاصل ہوا ہو۔ بصیرت اور مشاہدہ کے ذریعے نہیں یہ وہ شخص ہے جسے تقلید کی زنجیروں نے اتنا جکڑ رکھا ہے کہ وہ جنبش بھی نہیں کرسکتا۔ جو عقائد تقلید کی راہ سے اس کے دل و دماغ میں جڑ پکڑ چکے ہیں ان سے سر موانحراف بھی اس کے لیے ممکن نہیں ہے اگر کبھی کہیں دور سے کوئی روشنی کی کرن چمکتی ہے یا ایسے معنی ظاہر ہوتے ہیں جو اس کے سنے ہوئے عقائد سے مختلف ہوں تو تقلید کا شیطان اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ معنی تیرے دل میں کیسے پیدا ہوئے یہ تو تیرے آباو اجداد کے عقیدے کے مخالف معنی ہیں چنانچہ وہ شخص شیطانی وسوسوں کا شکار ہو کر اس معنی سے انکار کرتا ہے، غالباً اسی لئے

صوفیا اکرام علم کو حجاب کہتے ہیں۔علم سے مراد ان کے نزدیک مطلق علم نہیں ہے بلکہ ان عقائد کا علم ہے جن پر لوگ تقلید کی راہ سے چلتے ہیں یا ان معاندانہ جذبات کے زیر اثر ان کی اتباع کرتے ہیں جو مذہبی متعصبین نے ان کے دلوں میں پیدا کردیئے ہیں ورنہ علم حقیقی نام ہی کشف اور نور بصیرت کا ہے۔اسے حجاب کس طرح کہہ سکتے ہیں۔منتہائے مقصد ہی وہ ہے۔

اس طرح کی جامدانہ تقلید کبھی باطل بھی ہوتی ہے۔باطل ہونے کی صورت میں تقلید بھی فہم قران کے لئے مانع بن جاتی ہے۔مثلاً استواء علی العرش کے سلسلے میں کسی شخص کا اعتقاد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہے اور ٹھہرا ہوا ہے اب اگر اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی صفت قدوسیت کا ذکر ہو۔اور یہ بیان کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس صفت سے پاک ہے جس کا تعلق مخلوق سے ہوتا ہے تو اس کا دل اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرے گا۔کیونکہ وہ اس سلسلے میں دوسرا عقیدہ رکھتا ہے اور اس پر سختی سے جما ہوا ہے اگر کبھی کوئی بات اس عقیدہ کے خلاف پیش آئے گی تو اپنی باطل تقلید کی وجہ سے وہ اسے اپنے دل سے نکال پھینکے گا۔

کبھی وہ عقیدہ حق بھی ہوتا ہے اور اس کے باوجود فہم کی راہ میں مانع بن جاتا ہے اس لئے کہ مخلوق کو جس حق کے اعتقاد کا مکلف قرار دیا گیا ہے اس کے بہت سے مراتب اور درجات ہیں اس کا ظاہری بھی ہے اور باطن بھی،مبداء بھی ہے۔اور منتہا بھی کبھی کبھی طبیعت کا جمود اس حق کے باطن تک پہنچنے نہیں دیتا۔

تیسرا مانع...... یہ ہے کہ گناہ زیادہ کرتا ہو کبر میں مبتلا ہو لالچی ہو،دنیا کی محبت میں گرفتار ہو،یہ تمام امور دل کو تاریک اور زنگ آلود کردیتے ہیں۔جس طرح آئینے کی آب باقی نہ رہنے کی صورت میں چہرہ دیکھنا مشکل ہے اسی طرح زنگ آلود دلوں میں حق کی روشنی ظاہر نہیں ہوتی یہ سب سے بڑا مانع ہے اکثر لوگ اسی مانع کی وجہ سے فہم قرآن سے محروم رہتے ہیں،جس قدر شہوات کی تہیں دبیز ہوتی ہیں اسی قدر معانی قرآن مخفی ہوجاتے ہیں۔ دل سے گناہوں کا بوجھ جس قدر ہلکا ہوگا مانع قرآن اسی قدر واضح ہوں گے۔دل آئینے کے طرح ہے شہوات کی حیثیت زنگ کی ہے اور معانی قرآن اس صورت کی طرح جو آئینے

میں نظر آتی ہے قلب کے لئے ریاضت کی وہی حیثیت ہے جو حیثیت زنگ آلود آئینے کے لئے صیقل کی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اذا عظمت امتی الدینار والدرہم نزع منها هيبة الاسلام اذا تركوا الامر بالمعروف حزموا بركة الوحي۔ (ابن ابی الدنیا فی الامر بالمعروف)

جب میری امت درہم ودینار کو اہمیت دینے لگے گی تو اس سے اسلام کی ہیبت چھن جائے گی، اورلوگ جب امر بالمعروف چھوڑ دیں گے تو وحی کی برکت سے محروم ہو جائیں گے۔

فضیل ابن عیاضؒ کہتے ہیں کہ وحی کی برکت سے فہم القرآن مراد ہے۔ یعنی لوگ فہم قرآن سے محروم ہو جائیں گے۔ قرآن پاک میں فہم قرآن اور تذکیر بالقرآن کے لئے انابت الی اللہ کی شرط لگائی ہے۔

"تبصرة وذكرى لكل عبد منيب" (پ:۲۶ آیت:۸)

جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے۔

"وما يتذكر الا من ينيب"۔ (پ:۲۴،۷ آیت:۱۳)

اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو خدا کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ انما يتذكر اولو الالباب. (پ:۲۳،۱۵ آیت:۹)

وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔

جو شخص دنیا کی محبت کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دے، وہ صاحب عقل وفہم نہیں ہے۔ اسی لئے کتاب اللہ کے اسرار اس پر منکشف نہیں ہوتے۔

چوتھا مانع...... یہ ہے کہ اس شخص نے قرآن کی کوئی ظاہری تفسیر پڑھی ہو۔ اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ قرآنی کلمات کی بس وہی تفسیر ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباس اور مجاہد وغیرہ اکابر سے منقول ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ تفسیر بالرائی کی حیثیت رکھتا ہے اور تفسیر بالرائی کے بارے میں یہ وعید آئی ہے۔

"من فسر القرآن برأيه فقد تبوأ مقعده من النار"

جو شخص اپنی رائے سے قرآن پاک کی تفسیر کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یہ اعتقاد بھی فہم قرآن کے لئے مانع ہے۔ ہمارے خیال میں یہ اعتقاد حضرت علیؓ کے اس قول کے خلاف بھی ہے کہ کسی بندے کو کتاب اللہ کی سمجھ عطا کر دی جاتی ہے۔ اگر تفسیر سے ظاہر منقول تفسیر ہی مراد ہوتی تو یہ اختلافات ہی سامنے نہ آتے جو تفسیر قرآن کا اہم موضوع ہیں۔

قرآن کریم کے ہر خطاب کو اپنے لئے خاص سمجھا جائے

ساتواں ادب...... یہ ہے کہ قرآن کریم کے ہر خطاب کو اپنے لئے خاص سمجھے جب کوئی آیت نہی یا آیت امر سامنے آئے تو یہ سوچے کہ مجھے ہی حکم کر دیا گیا ہے اور مجھے ہی منع کیا جا رہا ہے وعدہ، وعید کی آیت تلاوت کرے تو انہیں اپنے حق میں فرض کرے۔ انبیاء کے قصے پڑھے تو یہ سمجھے کہ یہاں قصے مقصود نہیں بلکہ ان سے عبرت حاصل کرنا مقصود ہے کیونکہ پچھلے انبیاء کے جتنے قصے قرآن کریم میں مذکور ہیں ان کے مضامین کا فائدہ محمد ﷺ اور امت محمد ﷺ کو حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ "مانثبت به فؤادک" (پ:۱۲ آیت ۱۲۰)
جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔

تلاوت کرنے والے کو فرض کر لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی آزمائش صبر، نصرت اور ثابت قدمی کے جو واقعات اپنی کتاب میں بیان کئے ہیں، ان سے ہماری ثابت قدمی مقصود ہے قرآنی خطابات کو اپنے فرض کرنے کی وجہ سے یہ کہ قرآن پاک آنحضور اکرم ﷺ ہی کے لیے نازل نہیں ہوا۔ بلکہ وہ تمام دنیا کے لئے، شفا، ہدایت، رحمت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو نعمت کتاب پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔

وذکر وانعمة الله علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمة یعظکم به. (پ:۲ آیت:۲۳۱)

اور حق تعالیٰ کی جو نعمتیں تم پر ہیں ان کو یاد کرو اور خصوصاً اس کتاب اور مضامین حکمت

کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں کہ تم کو ان کے ذریعے نصیحت فرماتے ہیں۔

ذیل کی آیت کریمہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

لقد انزلنا الیکم کتاباً فیه ذکر کم افلاتعقلون (پ:۱۷آیت:۴۴)

ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ اس میں تمہاری نصیحت (کافی موجود ہے) کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

انزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیهم۔

اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تا کہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں۔

کذلک یضرب الله للناس امثالهم۔ (۲۶آیت:۳۵)

اللہ تعالیٰ اسی طرح کے لوگوں کے لئے ان کے حالات بیان فرماتے ہیں۔

واتبعوا احسن ماانزل الیکم من ربکم. (پ۲۴آیت:۵۵)

اور تم کو چاہئے کہ اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو۔

هذا بصائر من ربکم وهدی ورحمة لقوم یومنون.

یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

هذابیان للناس وهدی وموعظة للمتقین (پ:۴آیت:۱۳۸)

یہ بیان کافی ہے تمام لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لئے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ تمام لوگ قرآن کے مخاطب ہیں اس اعتبار سے یہ خطاب تلاوت کرنے والوں سے بھی ہے اس لئے ہر شئے کو یہ فرض کرنا چاہئے کہ قرآن کا مقصود میں ہوں۔

ارشاد ربانی ہے۔

"واوحی الی هذا القرآن آن لانذر کم به ومن بلغ۔ (پ:۷آیت:۱۹)
اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔

محمد ابن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ جس شخص نے قرآن پاک کی تلاوت کی گویا اس حق تعالیٰ سے کلام کیا، اگر تلاوت کرنے والا خود کو قرآن کا مخاطب سمجھے تو پڑھ لینے ہی کو اپنا عمل قرار نہ دے بلکہ اس طرح پڑھے جیسے کوئی غلام اپنے آقا کا خط پڑھتا ہے۔ اس کے ہر لفظ پر غور کرتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

اسی لئے علماء کہتے ہیں کہ قرآن کریم پیغامات کا نام ہے یہ پیغامات ہمارے رب کے پاس سے آئے ہیں تاکہ ہم نمازوں میں ان پر غور کریں۔ خلوتوں میں ان کے معانی سمجھیں اور ان کی تعمیل کریں۔

حضرت مالک ابن دینارؒ فرمایا کرتے تھے "اے قرآن والو! قرآن نے تمہارے دل میں کیا بویا ہے قرآن مؤمن کے حق میں بہار ہے جس طرح بارش زمین کے حق میں بہار ہے۔

قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ وہ فائدہ حاصل کرتا ہے یا نقصان اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين الا خسارا.

(پ:۱۵آیت:۸۲)

وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہے اور ناانصافوں کا اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے۔

قرآنی آیات کا اثر دل پر ہو

آٹھواں ادب...... یہ ہے کہ قرآنی آیات سے متاثر ہو۔ جس طرح کی آیت تلاوت کرے اسی طرح کا تاثر دل میں ہونا چاہئے اگر آیتِ خوف ہے تو خوف طاری

کرلے آیت حزن ہے تو غمگین ہو جائے، آیت رجا ہے تو وہ کیفیت دل میں پیدا کرے جو امید سے ہوتی ہے۔ غرض کہ جس مضمون کی آیت ہو اسی مضمون کے مطابق کیفیت اور حال پیدا ہونا ہی تلاوت کا کمال ہے۔ جب انسان کو معرفتِ کاملہ حاصل ہو جاتی ہے تو دل پر خوف کا غلبہ زیادہ رہتا ہے۔ اس لئے کہ قرآنی آیات میں تنگی بہت ہے مثال کے طور پر رحمت اور مغفرت کا ذکر ایسی شرطوں کے ساتھ کیا گیا ہے کہ عارف کے لئے جن کی تکمیل دشوار ہے۔ ذیل کی آیت میں مغفرت کے لئے چار شرطیں لگائی ہیں۔

وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاثم اهتدی۔

(پ:۱۶،۱۴،آیت:۸۲)

اور میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کرلیں، اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں پھر اسی راہ پر قائم بھی رہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر. (پ:۳۰،۲۸،آیت:۲-۳)

قسم ہے زمانے کہ انسان بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے دوسرں کے اعتقاد حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اعمال کی پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

اس آیت میں بھی چار شرطوں کا ذکر ہے جس جگہ تفصیل نہیں ہے وہاں ایک ایسی شرط کا ذکر ہے جو تمام شرطوں کا جامع ہے۔ مثلاً

ان رحمة الله قریب من المحسنین . (پ:۸،۱۴،آیت:۵۶)

بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں سے قریب ہے۔

اس آیت میں احسان کی شرط لگائی گئی۔ یہ صفت دوسری تمام صفات کا جمع ہے۔ قرآن کریم میں اس طرح کی بے شمار آیات ملیں گی۔ جو شخص یہ حقیقت سمجھ لے گا اس پر غم اور خوف کے علاوہ کوئی دوسرا تاثر قائم نہیں ہوگا۔ اسی لئے حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے

تھے کہ جو بندہ قرآن پڑھتا ہے اس پر ایمان رکھتا ہے اس کا غم بڑھتا ہے اس کی خوشی کم ہوجاتی ہے رونا زیادہ ہوجاتا ہے ہنسنا کم ہوجاتا ہے کام بڑھ جاتا ہے بیکاری کم ہوجاتی ہے تکلیف زیادہ ہوجاتی ہے۔ راحت کم ہوجاتی ہے۔

وہیب ابن الوردؒ کہتے ہیں کہ ہم نے احادیث کا مطالعہ بھی کیا اور وعظ بھی سنے لیکن تلاوت قرآن اور تدبر فی القرآن سے زیادہ دل کو نرم کرنے والی چیز ہمیں نہیں ملی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مومن کو تلاوت کے دوران ہر آیت کے مضمون کے مطابق اس طرح متاثر ہونا چاہئے کہ اس کی صفت کے ساتھ متصف ہوجائے مثلاً آیات کی تلاوت کے وقت جن میں تہدید و وعید ہے اور مغفرت کی مشکل شرائط کا ذکر ہے اتنا ڈرے کہ گویا ڈر کی وجہ سے مرجائے گا۔ جہاں مغفرت کا وعدہ مذکور رہے وہاں اتنا خوش ہو کہ گویا خوشی کے مارے اڑنے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات پر مشتمل آیات کی تلاوت کے دوران باری تعالیٰ کی عظمت اور تقدس کے سامنے سرنگوں ہوجائے۔ جب کفار کا تذکرہ ہو اور ان کے اقوال بیان کئے جائیں جو باری تعالیٰ کے حق میں محال ہیں تو اپنی آواز آہستہ کرلیں اور دل ہی دل میں کفار کی ان شرمناک دروغ بیانیوں پر شرمندہ ہو، جب جنت کا ذکر ہو تو دل میں اس کا شوق ہوجانا چاہئے، دوزخ کے بیان پر اتنا خوف زدہ ہوجانا چاہئے کہ دل دہل جائے اور جسم لرز جائے۔ روایات میں ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا قرآن سناؤ۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہنچا۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بک علیٰ هولاء شهیداً

(پ:۵، ۳، آیت:۴۱)

سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر ہر امت میں ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر لادیں گے۔

تو سرکار دوعالم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے آپ نے فرمایا۔

"حسبک الان" (بخاری و مسلم۔ ابن مسعودؓ)

بس اب رہنے دو۔

آپ ﷺ کی یہ کیفیت اس لئے ہوئی کہ آپ کا قلب مبارک پوری طرح اس منظر کے مشاہدے میں مشغول تھا جو مذکورہ بالا آیت میں مذکور ہے۔ بعض لوگ وعید وانزار کی آیات کی تلاوت کے وقت بے ہوش ہوکر گر جاتے تھے اور ایسے بھی گزرے ہیں جو اس طرح کی آیات سنتے ہوئے انتقال کر گئے۔

اصل بات یہ ہے کہ جو شخص تلاوت کے وقت اپنے اوپر مضامین تلاوت کے مطابق کیفیات طاری کر لیتا ہے۔ وہ محض نقال نہیں رہتا۔ مثلاً جب یہ آیات پڑھے۔

انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ (پ:۷،۸آیت:۱۵)

میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اور دل میں خوف نہ ہو تو یہ صرف نقالی ہے حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس طرح جب یہ آیت پڑھے۔

علیک تو کلنا والیک انبنا والیک المصیر. (پ:۲۸،۷آیت:۴)

ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اور توکل اور انابت نہ پائی جائے تو یہ تلاوت زبانی حکایت کے علاوہ کچھ بھی نہیں جب یہ آیت تلاوت کرے۔

"ولنصبرن علیٰ ما اذیتمونا". (پ:۱۳،۱۴آیت:۱۲)

اور تم نے جو کچھ ہم کو ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے۔

تو دل میں صبر ہونا چاہیے تا کہ آیت کی حلاوت اور لذت محسوس کرے۔ اگر یہ مختلف کیفیات طاری نہ ہوں گی اور دل ہر طرح کے تاثر سے خالی ہوگا تو اس تلاوت سے وہ صریح طور پر اپنے آپ کو لعنت ملامت کرے گا۔ مثلاً جب کوئی شخص دلی جذبات وتاثرات سے خالی ہو کر ذیل کی آیات پڑھے گا۔ تو یہی ظاہر ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو ان لوگوں کے زمرے میں شامل کر رہا ہے جن کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ الا لعنة اللـه علی الظالمین کبر مقتا عندالله ان تقولو امالا تفعلون. (پ:۱۸،۹آیت:۳)

خبردار ظلم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

وهم فی غفلة معرضون. (پ:۱۷،۱ آیت:۱)

اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں (پڑے ہیں اور) اعراض کئے ہوئے ہیں۔

فاعرض عمن تولیٰ عن ذکرنا ولم یرد الا الحیواۃ الدنیا.

(پ:۲۷،۶ آیت:۲۹)

تو آپ ایسے شخص سے خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کا کوئی مقصود نہیں ہو۔

ومن لم یتب فاولئک هم الظالمون. (پ:۲۶،۱۴ آیت:۱۱)

اور جو ان حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔

ایسا قاری ان آیات کا مصداق بھی بنے گا۔

ومنهم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی. (پ:۱،۹ آیت:۸۷)

اور آئیں میں بہت سے ناخواندہ (بھی) ہیں جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن دل خوش کن باتیں (بہت یاد ہیں)

وکاین من آیة فی السموات والارض یمرون علیها وهم عنها معرضون. (پ:۱۳،۶ آیت:۱۰۵)

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

قرآن کریم میں یہ علامات واضح طور پر بیان کی گئی ہیں۔ اگر پڑھنے والا ان علامات سے متاثر نہ ہو اور سرسری طور پر پڑھ کر گزر جائے تو بلاشبہ یہ شخص ان لوگوں میں شامل ہے جو کلام اللہ سے روگردانی کرتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ قرآنی اخلاق سے متصف نہ ہونے والا شخص جب قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو ندا آتی ہے۔ ”اے بندے! تجھے میرے کلام سے کیا واسطہ تو تو مجھ سے روگردانی کر رہا ہے اگر تو میری طرف رجوع نہیں کرتا

تو میری کتاب کی تلاوت مت کر"۔

اس گنہگار آدمی کی جو قرآن پاک کی بار بار تلاوت کرتا ہے مثال ایسی ہے جیسے کوئی قانون شکن انسان دن بھر میں کئی مرتبہ شاہی فرمان پڑھے لیکن اس فرمان کی تکمیل نہ کرے اگر ایسا شخص فرمان شاہی نہ پڑھتا تو غالباً عتاب کم ہوتا پڑھ کر عمل نہ کرنے کی صورت میں وہ زیادہ عتاب کا مستحق ہے، اسی لئے یوسف ابن اسباطؒ کہتے ہیں کہ میں تلاوت قرآن کا ارادہ کرتا ہوں لیکن جب اس کے مضامین یاد آتے ہیں اور اپنی کوتاہ عملی کا خیال آتا ہے۔ تو تلاوت سے ڈر لگنے لگتا ہے اور تسبیح واستغفار میں مشغول ہو جاتا ہوں۔

جو شخص قرآن کریم پر عمل کرنے سے گریز کرے وہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہے۔

فنبذوہ وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلاً فبئس مايشترون.

(پ:۴،ع:۱۰، آیت:۱۸۷)

سو ان لوگوں نے اس کو اپنے پس پشت پھینک دیا اور اس کے مقابلے میں کم حقیقت معاوضہ لے لیا، سو بری چیز ہے۔ جس کو وہ لے رہے ہیں۔

جب تلاوت سے دل بھر جائے تو پڑھنے سے موقوف کر دینا چاہئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اقروا القرآن ماائتلفت عليه قلوبكم فاذا اختلفتم فقوموا عنه.

(بخاری ومسلم)

قرآن پاک اس وقت تک پڑھو جب تک کہ تمہارے دل اس سے مانوس رہیں اگر یہ حال نہ ہو تو تلاوت موقوف کر دو۔

دل کی انسیت کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے والے پر اثرات مرتب ہوں جو اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں۔

الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم واذاتليت عليهم آياته زادتهم ايماناً وعلىٰ ربهم يتوكلون۔ (پ:۹،ع:۱۵، آیت:۲)

وہ لوگ ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور

جب اللہ کی آتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

ان احسن الناس صوتا بالقرآن ان الذی سمعة یقرء رایت انه یخشی الله تعالیٰ. (ابن ماجہ)

لوگوں میں خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنے والا وہ شخص ہے جسے تم قرآن پڑھتے ہوئے سنو تو یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت کا مقصد ہی یہ ہے کہ یہ احوال دل پر وارد ہوں اور جو کچھ قرآن میں بیان کیا گیا ہے اس پر عمل کیا جائے، ورنہ صرف زبان ہلانے میں کیا محنت ہے اصل محنت تو عمل کرنے میں ہے۔ اور اس محنت پر اجر وثواب بھی ملتا ہے۔

ایک قاری صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد کو قرآن سنایا انہوں نے سن لیا، دوسری بار جب میں نے قرآن سنانے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے سختی سے کہا کہ تم میرے سامنے پڑھنے کو عمل سمجھتے ہو۔ جاؤ اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کر پڑھو اور یہ دیکھو کہ وہ تمہیں کیا حکم دیتا ہے اور کس چیز سے منع کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت تقریباً بیس ہزار صحابی حیات تھے، لیکن صرف چھ افراد نے قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ ان میں سے بھی دو کے بارے میں روایات مختلف ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ زیادہ تر احوال اور اعمال کی توجہ میں مشغول رہتے تھے۔ اکثر صحابہؓ ایک دو سورتیں یاد کر لیا کرتے تھے بقرہ اور الانعام جیسی سورتیں یاد کر لینے والے حضرات علماء کہلاتے تھے۔ روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں قرآن پاک سیکھنے کے لئے حاضر ہوا جب وہ شخص اس آیت پر پہنچا۔

فمن یعمل مثقال ذرة خیر ایره و من یعمل مثقال ذرة شر ایره.

(پ:۳۰، ۱۴، آیت: ۷۔۸)

سو جو شخص دنیا میں ذرا برابر نیکی کرے گا وہ وہاں اس کو دیکھ لے گا، اور جو شخص ذرا

برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

تو عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے اور واپس چلا گیا۔

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انصرف الرجل وھو فقیہ. (ابوداؤد، نسائی، عبداللہ ابن عمرؓ)

یہ شخص فقیہ ہو کر واپس گیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ صرف وہی حالت پسندیدہ اور محبوب ہے جو قرآن پاک کی آیت سمجھنے کے بعد باری تعالیٰ کی طرف سے بندے کو عطا کی جائے محض زبان ہلا دینا زیادہ مفید نہیں ہے بلکہ وہ شخص جو زبان سے تلاوت کرے عملاً روگردانی کرے اس آیت کا مصداق ہے۔

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ قال رب لم حشرتنی اعمیٰ وقد کنت بصیراً قال کذالک اتتک آیاتنا فنسیتھا وکذلک الیوم تنسیٰ۔ (پ:۱۶، ۱۶آیت:۱۲۴، ۱۲۶)

اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے قبر سے اٹھائیں گے وہ تعجب سے کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا، ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی تیرا آج کچھ خیال نہ کیا جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ تو نے قرآن میں غور وفکر نہیں کیا اور نہ پورے اہتمام سے تلاوت کی کسی بھی معاملے میں کوتاہی کرنے والے کے متعلق یہی کہا جاتا ہے کہ اس نے فلاں معاملہ فراموش کر دیا قرآن کا حق ادا نہ کرنے والا بھی اس لقب کا مستحق ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس میں زبان عقل اور دل تینوں شریک ہوں۔ زبان کا کام یہ ہے کہ وہ قرآن کے ارشادات سے متاثر ہو اور تعمیل حکم کا عہد کرے گویا زبان واعظ ہے، عقل مترجم ہے اور دل نصیحت قبول کرنے والا ہے۔

تلاوت کے تین درجے ہیں

نواں ادب...... یہ ہے کہ تلاوت میں اتنی ترقی کرے کہ اپنے بجائے خود متکلم سے اس کا کلام سنے۔ پڑھنے کے تین درجے ہیں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ یہ فرض کرے کہ میں باری تعالیٰ کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو کر تلاوت کر رہا ہوں۔ اور باری تعالیٰ میری طرف دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔ اس صورت میں تلاوت کرنے والا ان لوگوں میں شمار ہوگا جو کسی سے عاجزی اور انکساری کے ساتھ کچھ مانگتے ہیں اور مسئول کی مدح سرائی کرتے ہیں۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ دل میں یہ احساس کرے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں اپنے لطف و کرم سے اسے مخاطب کر رہے ہیں اور اپنے انعام و احسان کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اس صورت میں تلاوت کرنے والے کی حالت اس شخص کی سی ہوگی جو کسی بڑے کی گفتگو سن رہا ہے اس حالت میں حیاء بھی ہوتی ہے اور تعظیم بھی۔ سننا بھی ہوتا ہے اور سمجھنا بھی۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ کلام میں متکلم کا اور کلمات میں صفات متکلم کا مشاہدہ کرے اور نہ اپنے آپ کو دیکھے نہ اپنی قرات پر نظر رہے نہ خیال رہے کہ وہ منعم علیہ ہے۔ بلکہ فکر و خیال کا مرکز باری تعالیٰ کی ذات ہونی چاہئے گویا وہ متکلم کے مشاہدے میں اس قدر مشغول ہے کہ اس کے علاوہ ہر شے اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی ہے۔ یہ مقربین کا درجہ ہے پہلا اور دوسرا درجہ اصحاب یمن کا تھا۔ ان درجات سے اگر کوئی کم درجہ ہے تو غافلین کا ہے۔ مقربین کے درجے کے بارے میں حضرت جعفر ابن محمد صادق ؒ فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ اپنی مخلوق کے لئے اپنے کلام میں تجلی فرماتے ہیں لیکن وہ تجلی کا مشاہدہ نہیں کر پاتے۔

حضرت جعفر صادقؒ ایک روز نماز کے دوران بے ہوش ہوگئے جب افاقہ ہوا تو لوگوں نے اس حالت کے متعلق سوالات کئے فرمایا کہ میں دل ہی دل میں ایک آیت کو بار بار پڑھ رہا تھا اچانک مجھے ایسا لگا کہ جیسے وہ آیات خداوند قدوس سے سن رہا ہوں۔ اس

قدرت کے مشاہدے کا تحمل میرے بس سے باہر تھا اس لئے اس لئے مجھ پر غشی طاری ہوگئی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ پہلے مجھے قرآن پاک کی تلاوت میں لذت نہیں ملتی تھی یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے کچھ اس طرح کا احساس بخشا کہ جیسے میں آنحضور ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن شریف سن رہا ہوں۔ پھر ایک درجہ اور بڑھا اور یہ محسوس ہونے لگا کہ حضرت جبرائیل سرکار دوعالم ﷺ کو قرآن سکھلا رہے ہیں اور میں یہ سن رہا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کیفیت عطا فرمائی گویا میں متکلم قرآن یعنی باری تعالیٰ سے سن رہا ہے۔ اس کیفیت سے مجھے وہ کیفیت اور حلاوت اور لذت حاصل ہوئی جسے میں برداشت نہیں کرسکا۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اگر دل پاک ہو، صاف ہوتو قرآن کی تلاوت سے سیری نہ ہو۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ قلب کی طہارت سے انسان کو کلام متکلم کے مشاہدے کی قوت حاصل ہوجاتی ہے۔

ثابت بنانیؒ کا یہ تجربہ بھی غالباً اسی حقیقت پر مبنی ہے کہ میں نے بیس برس تک قرآن کی تلاوت میں سخت محنت کی لیکن بیس برس سے مجھے تلاوت سے ناقابل بیان لذت حاصل ہورہی ہے۔ اگر انسان کلام میں متکلم کا مشاہدہ کرے اور ماسوا پر اس کی نظر نہ ہوتو وہ درحقیقت ان ارشادات کی تعمیل کررہا ہے۔

ففروا الی الله. (پ:۲۷،ع۲آیت:۵۰)

توتم اللہ ہی کی توحید کی طرف دوڑو۔

ولاتجعلوا مع الله لها آخر. (پ:۲۷،ع۲آیت:۵۱)

اور خدا کے ساتھ کوئی اور معبود مت قرار دو۔

جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ رہے وہ غیر اللہ کی طرف متوجہ رہے گا اور جو شخص غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوگا اس کے عقائد میں شرک خفی کا عنصر ضرور شامل ہوگا۔ توحید خالص یہ ہے کہ ہر شے میں حق کا جلوہ نظر آئے۔

تلاوتِ قرآن کے وقت عاجزی ضروری ہے

دسواں ادب...... یہ ہے کہ طاقت وقوت سے برأت کرتا رہے اور کسی بھی لمحے اپنی نفس کو اہمیت نہ دے مثلاً قرآن پاک کی وہ آیت پڑھے جن میں نیک بندوں کی مدح کی گئی ہے اور ان سے جنت ومغفرت کے وعدے کئے گئے ہیں تو یہ خیال نہ کرے کہ میں بھی ان صالحین میں شامل ہوں بلکہ یہ سمجھے کہ یہ درجہ بہت بلند ہے اور اہل یقین اور صدیقین کے شایان شان ہیں۔ البتہ خود کو ان آیات کا مخاطب قرار دے اور یہ سمجھے کہ تشریق وترغیب کے لئے اسے مخاطب بنایا جارہا ہے جب وہ آیات پڑھے جن میں گنہگاروں کے لئے خدا کے غضب اور عذاب الیم کا ذکر ہے تو یہ سمجھے کہ ان آیات سے میں مخاطب ہوں۔ اس موقع پر خدا کے غیظ وغضب سے ڈرے اور کفر وشرک اور فسق وفجور میں مبتلا نہ ہونے کی دعا مانگے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ اس طرح کی تلاوت کے وقت یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ "اے اللہ! میں اپنے ظلم وکفر کی مغفرت چاہتا ہوں۔" لوگوں نے عرض کیا ظلم تو معلوم ہے لیکن کفر معلوم نہیں ہے، فرمایا یہ کفر وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے اور کوئی شخص بھی اس سے خالی نہیں۔

ان الا نسان لظلوم کفار. (پ:۱۳، ۱۷، آیت:۳۴)

مگر سچ یہ ہے کہ آدمی بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

یوسف ابن اسباطؒ سے کسی نے پوچھا کہ جب تم قرآن پڑھتے ہو تو کیا دعا مانگتے ہو فرمایا دعا کیا مانگتا ہوں ستر مرتبہ اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں۔ اگر کوئی شخص تلاوت کے دوران کوتاہیوں پر نظر رکھے اور یہ خیال کرے کہ میں سرتا پا تقصیر ہوں تو اسے حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ جو شخص قریب میں دوری سمجھتا ہے اسے خوف عطا کیا جاتا ہے اس خوف سے دوری کا ایک درجہ ختم ہو جاتا ہے اور قرب میں اضافہ ہوگا اور جو شخص دوری میں قرب سمجھتا ہے تو اسے خوف حاصل نہیں ہوتا بے خوفی سے دوری بڑھ جاتی ہے، قرب کم ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی نفس کو اچھا سمجھے گا تو اسرار محجوب ہو جائیں گے اور خود اس کا

نفس حجاب بن جائے گا۔ نفس کو حقیر سمجھنے کی صورت میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ ہوگا اور اس کے قلب پر عالم ملکوت کے اسرار منکشف ہوں گے۔

ابوسلیمان دارانیؒ کہتے ہیں کہ ابن ثوبانؒ نے اپنے ایک بھائی سے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ افطار کریں گے، لیکن وہ صبح تک نہیں آئے اگلے دن ان کے بھائی نے شکایتاً کہا کہ آپ وعدہ کرنے کے بعد تشریف نہ لائے میں صبح تک انتظار کرتا رہا۔ فرمایا میں نے اگر تم سے آنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو نہ آنے کی وجہ ہرگز نہ بتلاتا۔ وجہ یہ ہوئی کہ جب میں نے رات عشاء کی نماز پڑھ لی تو خیال آیا کہ وتر بھی پڑھ لوں کبھی موت مہلت نہ دے۔ جب وتر کی دعا پڑھ رہا تھا تو اچانک میرے سامنے ایک ہرا بھرا باغ آ گیا اس میں طرح طرح کے پھول تھے۔ میں اس باغ کو دیکھنے میں اس قدر محو ہوا کہ صبح ہوگئی یہ مکاشفات اسی وقت ہوتے ہیں جب آدمی اپنی نفس سے اور اس کی خواہشات سے قطع نظر لیتا ہے۔ پھر یہ مکاشفات صاحب کشف کے حالات کے مطابق پیش آتے ہیں اگر رجاء وامید پر مشتمل آیات کی تلاوت کے وقت اس پر انبساط کی کیفیت طاری ہو جائے تو اس کے سامنے جنت کا منظر پیش کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح مشاہدہ کرتا ہے گویا جنت اس کی نگاہوں کے سامنے ہے اگر خوف کا غلبہ ہو تو دوزخ منکشف ہوتی ہے اور دیکھنے والا عذاب کے مختلف مناظر دیکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں لطافت اور نرمی بھی ہے سختی اور درشتی بھی ہے۔ امید ورجاء بھی ہے انزار وتخویف بھی، کلام کے مضامین متکلم کے اوصاف کے مطابق ہیں پڑھنے والے پر وہی کیفیت طاری ہوگی جو کلمات اور صفات کی کیفیت ہوگی اور اسی کیفیت کے مطابق اسرار منکشف ہوں گے۔ یہ ممکن نہیں کہ سننے والے کی حالت میں کوئی تغیر نہ آئے اور کلام بدلتا رہے کلام میں رجا وانس، غیظ وغضب انعام واکرام وانتقام ہر چیز کا ذکر ہے ضروری ہے کہ سننے والے پر اسی مضمون کا اثر ہو جو وہ پڑھ رہا ہے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از احیاء العلوم جلد......۱)

قرآن والو قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ

حضرت عبیدہ ملیکیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کیا ہے قرآن والو قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اس کی تلاوت شب وروز ایسی کرو جیسا کہ اس کا حق ہے کلام پاک کی اشاعت کرو اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو اور اس کے معنی میں تدبر کرو تا کہ تم فلاح کو پہنچو اور اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اس کے لئے بڑا اجر و بدلہ ہے۔

ف...... حدیث بالا میں چند امور ارشاد فرمائے ہیں۔

(۱)...... قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ۔ قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں۔ اول یہ کہ اس پر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلاف ادب ہے۔ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک پر تکیہ لگانا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس کی طرف پشت کرنا، اس کو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دوسرے یہ کنایہ ہے غفلت سے کہ کلام پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہے جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا کہ قبر کے سرہانے برکت کے واسطے رحل پر رکھا رہتا ہے۔ یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے۔

(۲)...... اور اس کی تلاوت کرو جسا کہ اس کا حق ہے یعنی کثرت سے آدابؒ کی رعایت رکھتے ہوئے۔ خود کلام پاک میں بھی اس کی طرف متوجہ فرمایا گیا۔ ارشاد ہے **الـذیـن اتینا ھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ** (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے) یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسی طرح پڑھنا چاہئے۔

(۳)...... اور اس کی اشاعت کرو یعنی تقریر سے تحریر سے ترغیب سے عملی شرکت سے جس طرح ہو سکے اس کی اشاعت جتنی ہو سکے کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام پاک کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کا حکم فرماتے ہیں۔ لیکن ہمارے روشن دماغ اس کے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی حب رسول ﷺ اور حب اسلام کے لمبے چوڑے

دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جاتے۔ آقا کا حکم ہے کہ قرآن پاک کو پھیلاؤ مگر ہمارا عمل ہے کہ جو کوشش اس کی رکاوٹ میں ہو سکے دریغ نہ کریں گے۔ جبریہ تعلیم کے قوانین بنوائیں گے تاکہ بچے بجائے قرآن پاک کی پرائمری پڑھیں۔ ہمیں اس پر غصہ ہے کہ مکتب کے میاں جی بچوں کی عمر ضائع کر دیتے ہیں اس لئے ہم وہاں نہیں پڑھانا چاہتے۔ یقیناً وہ کوتاہی کرتے ہیں مگر ان کی کوتاہی سے آپ سبکدوش ہو جاتے ہیں یا آپ پر سے قرآن پاک کی اشاعت کا فریضہ ہٹ جاتا ہے؟ اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے۔ وہ اپنی کوتاہیوں کے جواب دہ ہیں۔ مگر ان کی کوتاہی سے آپ بچوں کو جبراً قرآن پاک کے مکاتب سے ہٹا دیں اور ان کے والدین پر نوٹس جاری کرائیں کہ وہ قرآن پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور ہوں اور اس کا وبال آپ کی گردن پر رہے، یہ دق کا علاج سنکھیا سے نہیں تو اور کیا ہے۔ عدالت عالیہ میں اپنے اس جواب کو اس لئے جبراً تعلیم قرآن سے ہٹا دیا کہ مکتب کے میاں جی بہت بری طرح سے پڑھاتے تھے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ کتنا وزن رکھتا ہے۔ بنیئے کی دکان پر جانے کے واسطے یا انگریزوں کی چاکری کے واسطے ہر ۳ کی تعلیم اہمیت رکھتی ہو مگر اللہ کے یہاں تعلیم قرآن سب سے اہم ہے۔

(۴)......خوش آوازی سے پڑھو۔

(۵)......اور اس کا بدلہ دنیا میں نہ چاہو۔ یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ نہ لو، کہ آخرت میں اس کا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے۔ دنیا میں اگر اس کا معاوضہ لے لیا جائے گا تو ایسا ہے جیسا کہ روپیوں کے بدلے کوئی شخص کوڑیوں پر راضی ہو جاوے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی، اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکت وحی سے یعنی فہم قرآن سے محروم ہو جائے گی۔ (بحوالہ از فضائل اعمال)

سجدۂ تلاوت کا حکم

قرآن مجید میں چودہ آیتیں ایسی ہیں جن کو پڑھنے یا سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو

جاتا ہے، چاہے پوری آیت پڑھی جائے یا سجدہ والے لفظ کو اگلے پچھلے الفاظ کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو سجدہ واجب ہو جاتا ہے، اس سجدہ کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک گوشے میں بیٹھ کر آہ وبکا کرنے لگتا ہے، اور کہتا ہے ہائے افسوس! آدمؑ کی اولاد کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور جنت کی مستحق ہوگئی، اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کر دیا اور میں نارِ جہنم کا مستحق ہوا۔''

سجدۂ تلاوت کے مقامات

قرآنِ پاک میں ایسی آیتیں جن کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے، کل چودہ ہیں، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱...... سورۂ اعراف، آیت نمبر ۲۰۶۔

ان الذین عند ربک لا یستکبرون عن عبادته ویسبحونه <u>وله یسجدون</u>o

''بلاشبہ جو فرشتے آپ کے رب کے حضور تقرب کا مقام رکھتے ہیں۔ وہ کبھی اپنی بڑائی کے غرور میں آکر اس کی بندگی بجالانے سے منہ نہیں موڑتے، وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز رہتے ہیں۔''

۲...... سورۂ الرعد، آیت نمبر ۱۵۔

ولله یسجد من فی السموات والارض طوعاو کرھاوظللھم بالغدو <u>والاصال</u>o

''اور اللہ ہی ہے جس کو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز چارو ناچار سجدہ کر رہی ہے، اور ان سب چیزوں کے سائے صبح وشام اس کے آگے جھکتے ہیں۔''

۳...... سورۂ النحل، آیت نمبر ۴۹-۵۰۔

وللہ یسجد مافی السموات ومافی الارض من دابۃ والملائکۃ وھم لا یستکبرون٥ یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون مایؤمرون٥

''اور اللہ ہی کے حضور سجدہ ریز ہیں آسمانوں اور زمین کے سارے جاندار اور فرشتے، اور وہ ہرگز (اس کی بندگی سے) سرتابی نہیں کرتے، وہ اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے رہتے ہیں اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کام کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔''

۴......سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۱۰۹۔

ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا٥

''اور وہ (قرآن سن کر) روتے ہوئے منہ کے بل گر جاتے ہیں اور ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔''

۵......سورۂ مریم، آیت نمبر ۱۸۔

اذاتتلی علیھم ایت الرحمن خروا سجداوبکیا٥

''جب ان کو رحمٰن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔''

۶...... سورۂ الحج، آیت نمبر ۱۸۔

الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ط ان اللہ یفعل مایشاء.

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کے حضور وہ ساری مخلوق سربسجود ہے، جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور سورج اور چاند اور تارے، اور پہاڑ، اور درخت، اور جانور بہت سے انسان، اور بہت سے وہ لوگ ہیں جن پر خدا کا عذاب لازم ہو چکا ہے اور جس کو خدا ذلیل کر دے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ جو چاہتا ہے

کرتا ہے۔"

۷......سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۶۰۔

واذاقیل لھم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادھم نفوراo

"اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس رحمٰن کو سجدہ کرو، تو جواب دیتے ہیں یہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ کیا بس جسے تم کہہ دو اسی کو ہم سجدہ کرنے لگ جائیں، اور یہ دعوت ان کی نفرت اور بیزاری میں الٹا اور اضافہ کر دیتی ہے۔"

۸......سورۃ النمل، آیت نمبر ۲۵-۲۶

الا یسجدوا للّٰہ الذی یخرج الخبء فی السموات والارض ویعلم ماتخفون وما تعلنونo اللّٰہ لا الہ الا ھو رب العرش العظیمo

"کہ وہ اس اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے۔ اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔ جسے تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو، اللہ جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، جو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔"

۹......سورۃ السجدہ، آیت نمبر ۱۵

انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجدا وسبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون o

"ہماری آیات پر تو بس وہ لوگ ایمان لاتے ہیں، جنہیں یہ آیتیں سنا کر جب یاددہانی کرائی جاتی ہے تو سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور غرور میں آ کر (اس کی بندگی سے) سرتابی نہیں کرتے۔"

۱۰......سورۃ صٓ، آیت نمبر ۲۴-۲۵

وخر راکعا واناب oفغفرنا لہ ذلک ط وان لہ عندنا لزلفٰی وحسن ماٰبo

"اور (داؤد علیہ السلام) سجدہ میں گر گئے اور رجوع کر لیا، تب ہم نے ان کا وہ

قصور معاف کر دیا اور یقیناً ہمارے ہاں ان کے لئے تقرب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔"

۱۱......سورۂ حٰم السجدہ، آیت نمبر ۳۸

فان استکبروا فالذین عندربک یسبحون له باللیل والنهار وهم لایسئمون○

"اگر یہ لوگ غرور میں دین سے بے نیازی دکھائیں تو (کوئی پرواہ نہیں) جو فرشتے آپ کے رب کے حضور مقرب ہیں وہ شب و روز اس کی تسبیح میں لگے ہوئے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔"

۱۲......سورۂ النجم، آیت نمبر ۶۲

فاسجدوا لله واعبدوا○

"پس سجدہ کرو واسطے اللہ تعالیٰ کے اور (اسی کی) عبادت کرو۔"

۱۳......سورۂ انشقاق، آیت نمبر ۲۰-۲۱

فمالهم لایؤمنون○ واذاقرئ علیهم القرآن لایسجدون○

"تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے، اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔"

۱۴......سورۂ العلق، آیت نمبر ۱۹

واسجد واقترب○

"اور سجدہ کرو اور (خدا کا) قرب حاصل کرو۔"

سجدۂ تلاوت کی شرطیں

سجدۂ تلاوت کی چار شرطیں ہیں (یعنی جو شرطیں نماز کی ہیں وہی سجدۂ تلاوت کی ہیں اور جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے انہیں چیزوں سے سجدۂ تلاوت بھی فاسد ہوتا ہے۔)

۱۔طہارت......جسم کا پاک ہونا، یعنی جسم نجاستِ غلیظہ سے بھی پاک ہو اور نجاستِ حکمیہ

سے بھی، اگر وضو نہ ہو تو وضو کر لینا اور غسل کی حاجت ہو تو غسل کر لینا ضروری ہے۔

☆ لباس کا پاک ہونا۔

☆ جائے نماز کا پاک ہونا۔

۲...... ستر چھپانا۔

۳...... قبلے کی طرف منہ کرنا۔

۴...... سجدۂ تلاوت کی نیت کرنا۔

لیکن یہ نیت کرنا شرط نہیں ہے کہ یہ سجدہ فلاں آیت کا ہے اور اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھ کر کیا جائے تو نیت بھی شرط نہیں ہے۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ

قبلہ رو کھڑے ہو کر سجدۂ تلاوت کی نیت کرے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے اور سجدہ کر کے اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہو، نہ تشہد میں بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی سلام پھیرنے کی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے: جب تم سجدہ کی آیت پر پہنچو، تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جاؤ اور جب سجدہ سے سر اٹھاؤ تو اللہ اکبر کہو۔ (ابوداؤد)

سجدۂ تلاوت بیٹھے بیٹھے بھی کر سکتے ہیں لیکن کھڑے ہو کر سجدے میں جانا مستحب ہے۔

سجدۂ تلاوت میں "**سبحان ربی الاعلی**" کے علاوہ دوسری مسنون تسبیحیں بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن فرض نمازوں میں سجدۂ تلاوت کیا جائے تو "**سبحان ربی الاعلی**" پڑھنا بہتر ہے۔

البتہ نوافل میں اور نماز کے باہر آیتِ سجدہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت میں جو تسبیحیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں، مثلاً یہ تسبیح پڑھ سکتے ہیں:

اسجد وجھی للذی خلقہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ

فتبارک اللہ احسن الخالقین. (ابوداؤد، ترمذی وغیرہ)

''میرا چہرہ اس کے حضور سجدہ ریز ہے۔ جس نے اسے حسین پیدا کیا۔ اور اس میں کان اور آنکھ وضع کیے یہ سب اسی کی طاقت وقوت سے ہے، اللہ رفعت وبرکت کا سرچشمہ ہے، جو بہترین پیدا کرنیوالا ہے۔''

سجدۂ تلاوت کے مسائل

۱......سجدۂ تلاوت انہی لوگوں پر واجب ہے جن پر نماز واجب ہے، حیض ونفاس والی خاتون اور نابالغ بچے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں، اور ایسے مدہوش پر بھی واجب نہیں ہے جس کی مدہوشی پر ایک دن رات سے زیادہ گزر چکا ہو۔

۲......اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھی ہے تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے، تاخیر کرنے کی اجازت نہیں اور اگر نماز کے باہر سجدہ کی آیت پڑھی تو بہتر ہے کہ فوراً سجدہ کرلیا جائے لیکن تاخیر میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ بلاوجہ زیادہ تاخیر کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

۳......اگر نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی ہے تو یہ سجدہ اسی نماز میں ادا کرنا واجب ہے۔ نہ نماز کے باہر ادا کرنا جائز ہے اور نہ کسی دوسری نماز میں یہ سجدہ کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی آیتِ سجدہ پڑھ کر اس نماز میں سجدہ کرنا بھول جائے تو اس کی تلافی کی شکل اس کے سوا کچھ نہیں کہ توبہ واستغفار کرے۔ ہاں اگر یہ نماز فاسد ہو جائے تو یہ سجدہ نماز کے باہر ادا کیا جاسکتا ہے۔

۴......اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو یا پڑھا رہا ہو اور کسی دوسرے سے آیت سنے چاہے وہ دوسرا آدمی نماز میں پڑھ رہا ہو یا نماز کے باہر تو اس سننے والے نمازی یا امام پر نماز کی حالت میں سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے نماز سے فارغ ہو کر سجدۂ تلاوت ادا کرے اور اگر نماز ہی میں یہ سجدہ کرلیا تو سجدہ بھی نہ ہوگا اور نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

۵......اگر مقتدی نے سجدہ کی آیت پڑھی تو نہ امام پر سجدہ واجب ہے اور نہ مقتدی

پر۔

۶......کسی نے امام سے سجدہ کی آیت سنی لیکن وہ اس وقت جماعت میں شامل ہوا جب امام سجدہ ادا کر چکا تھا، اب اگر اس کو وہ رکعت مل گئی جس میں امام نے سجدۂ تلاوت ادا کیا ہے تو گویا اس کا سجدہ بھی ادا ہو گیا اور اگر دوسری رکعت میں شامل ہوا ہے تو پھر نماز کے بعد اس کو سجدہ ادا کرنا چاہئے۔

۷......اگر کوئی شخص دل میں سجدہ کی آیت پڑھے زبان سے نہ پڑھے یا صرف لکھے یا ایک ایک حرف الگ الگ کر کے پڑھے تو سجدہ واجب نہ ہوگا۔

۸......اگر ایک ہی جگہ پر سجدہ کی ایک ہی آیت بار بار پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اور اگر کوئی کئی آیتیں پڑھی جائیں تو جتنی آیتیں پڑھیں، اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے اور ایک ہی آیت کئی مجلسوں میں پڑھی تو جتنی مجلسوں میں پڑھی اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

۹......تلاوت کے وقت اگر سننے والے سب وضو کے ساتھ بیٹھے ہوں اور سجدہ کر سکتے ہوں تو سجدہ کی آیت زور سے پڑھنی بہتر ہے لیکن بے وضو بیٹھے ہوں یا سجدہ کرنے کی گنجائش نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت آہستہ پڑھی جائے، ہوسکتا ہے کہ دوسرے وقت یہ لوگ سجدہ کرنا بھول جائیں اور گنہگار ہوں۔

۱۰......سجدہ کی آیت سے پہلے اور بعد کی آیتوں کو پڑھنا، اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا، یا پوری سورت پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

۱۱......سری نمازوں میں ایسی سورت نہ پڑھنی چاہیے جس میں سجدہ ہو اور اسی طرح جمعہ، عیدین یا کسی اور ایسی نماز میں جہاں غیر معمولی مجمع ہو، اس لئے کہ مقتدیوں کو اشتباہ ہوگا اور نماز میں خلل پڑے گا۔ (علم الفقہ: جلد دوم ص ۱۸۱، بحوالہ بحر الرائق)

۱۲......بعض ناواقف لوگ قرآن پڑھتے پڑھتے آیت سجدہ پر پہنچتے ہیں تو اسی قرآن پر سجدہ کر لیتے ہیں، اس طرح سجدہ نہیں ہوتا، سجدۂ تلاوت اُسی طریقے سے ادا کرنا چاہئے جو اوپر بتایا گیا ہے۔ (بحوالہ آسان اصول فقہ)

قرآنِ کریم کے چیدہ چیدہ مزید آداب

(۱)......دوران تلاوت کوئی غیر بات نہ کریں چنانچہ ابن عمرؓ جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو ہرگز کسی سے بات نہ کرتے حتیٰ کہ تلاوت کے مقررہ ورد و معمول سے فارغ ہو جاتے۔ (ابن ابی داؤد)

(۲)......مصحف میں دیکھ کر تلاوت بھی موجب ثواب ہے۔ چنانچہ ابن مسعودؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ جس شخص کی یہ خواہش وطلب ہو کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بن جائے وہ قرآن میں دیکھ کر تلاوت کیا کرے۔

(الکلمات ص ۲۱۳/۲۱۴)

(۳)......تلاوت سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضاء اور اس کا قرب ہونا چاہئے یعنی کسی کو دکھانے کی غرض سے نہ ہو کیونکہ کسی نیک کام کے ریا کے طور پر کرنے پر شریعت میں بھی مذمت اور برائی آئی ہے حتیٰ کہ حدیث میں اس کو شرک اصغر (چھوٹا شرک) فرمایا گیا ہے اس سے بچنے کا ہر دم خیال رکھنا چاہئے۔ اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں ابراہیم کے پاس ایسے وقت پہنچا کہ وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے قرآن کو فوراً چھپا دیا۔ اور فرمایا کہ یہ شخص یہ خیال نہ کرے کہ میں ہر وقت قرآن پڑھتا ہوں۔ ابو العالیہؒ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص بولا کہ میں نے رات کو ایسا پڑھا۔ صحابی نے فرمایا کہ بس اس سے تیرا یہی حصہ تھا۔ یعنی تجھ کو اپنے عمل کا بدلہ مل چکا آخرت کے اجر سے تو محروم ہے۔

(۴)......قرآن عظیم کی تلاوت کا یہ حق ہے کہ تلاوت میں زبان و عقل اور دل تینوں شریک ہوں پس زبان کا حصہ حروف کی تصحیح، عقل کا حصہ معانی و مطالب کی تفسیر اور دل کا حصہ اطاعت و نصیحت پذیری اور اثر گیری و خوف خداوندی ہے۔ سو زبان حروف کو صحیح طور پر ادا کرے اور عقل معانی کی تفسیر کرے اور دل نصیحت قبول کرے یہ تلاوت کا حق ہے اور علامہ سیوطیؒ نے جامع کبیر میں حضرت ابی بن کعبؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ایک بار لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس میں ایک سورت پڑھی جس میں یہ آیت پڑھنے سے رہ گئی نماز کے بعد آپ نے فرمایا۔

ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن پر اللہ کی کتاب پڑھی جاتی ہے اور انہیں یہی پتہ نہیں کہ کیا پڑھا گیا اور کیا چھوڑا گیا۔ اور یاد رکھو کہ بنی اسرائیل کی بھی یہی حالت تھی ان کے دلوں سے خوف خداوندی جاتا رہا تھا، ان کے دل غائب اور صرف ظاہری جسم حاضر رہتے تھے (اور انہیں بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کیا پڑھا گیا اور کیا چھوڑا گیا) سن لو! بلاشبہ! اللہ عزوجل کسی کا کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اس عمل میں قلب و جسم دونوں ہی کی رو سے حاضر نہ ہو۔

(۵)...... مسواک اور وضو کے بعد کسی یکسوئی کی جگہ غایت احترام اور تواضع کے ساتھ رو بقبلہ بیٹھے اور خوشبو بھی لگائے اور نہایت ہی حضور قلب اور خشوع و اخلاص کے ساتھ اس لطف سے جو اس وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق سبحانہ، وعز اسمہ، کو کلام پاک سنا رہا ہے۔ اور اگر یہ تصور پیدا نہ کر سکے تو کم از کم اتنا خیال تو ضرور ہی کرے کہ خود حق تعالیٰ شانہ اس کی تلاوت سن رہے ہیں۔

(۶)...... یہ خیال کیا جائے کہ قرآن پاک محبوب کے ساتھ حاکم کا بھی کلام ہے، لہٰذا شیفتگی و فریفتگی کے ساتھ دل پر اس بادشاہی فرمان کی ہیبت بھی طاری کرنی چاہئے۔ حضرت عکرمہؓ جب کلام پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تو بیہوش ہو کر گر جاتے تھے اور زبان پر یہ جملہ جاری ہو جاتا تھا" ھٰذا کلام ربی ،ھٰذا کلام ربی "یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے۔

(۷)...... تَاثُّرَاتُ الْآیَاتِ: رحمت کی آیت پڑھیں تو اللہ تعالیٰ سے اس کی مہربانی اور فضل کا سوال کریں اور جب عذاب اور اس کے غیظ و غضب سے پناہ مانگیں مثلاً کہیں۔

"اللھم انی اسئلک العافیۃ او اسئلک المعافۃ من کل مکروہ"

(اے اللہ میں تجھ سے بدنی عافیت و تشفی چاہتا ہوں یا تیرے ذریعہ ہر برائی سے بچاؤ اور چھٹکارے کا طالب ہوں)

اور جب ایسی آیتیں پڑھیں جس میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی ہوئی ہو تو کہیں سبحانہ وتعالیٰ (کہ وہ پاک ہے اور بلند اور برتر ہے) یا کہیں تبارک وتعالیٰ (وہ برکت والا ہے اور بلند اور بالا ہے) یا کہیں "جلّت عظمة ربنا" (ہمارے پروردگار کی عظمت بلند اور بڑی ہے)۔

ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب "وقالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصٰری المسیح ابن اللہ" یا" وقالت الیھود ید اللہ مغلولة یا وقالوا اتخذ الرحمٰن ولداً" وغیرہ کوئی آیت پڑھیں تو آواز کو پست کرلیں۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ ابن ابی داؤدؒ نے شعبیؒ سے روایت کی ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی آیت "ان اللہ وملئکته یصلون علی النبی یآیھا الذین اٰمنوا الخ" پڑھے تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے۔ آپ نے فرمایا بے شک۔

"ویزیدھم خشوعاً" (اسراء ع۱۲) کے بعد "اللھم اجعلنی من الباکین بک الخاشعین لک" اور "سبح اسم ربک الاعلیٰ" کے بعد "سبحان ربی الاعلیٰ" اور "باحکم الحٰکمین" کے بعد "بلیٰ وانا علی ذٰلک من الشاھدین" اور مرسلٰت کے آخر میں "اٰمنا باللہ تعالیٰ" اور ملک کے آخر میں "اللہ یاتینا به وھو ربنا ورب العالمین" اور قیامۃ کے آخر میں "بلیٰ" اور "واللہ خیر امّا یشرکون" کے بعد "بل اللہ خیرٌ وّابقی واحکم واکرم اجل واعظم ممّا یشرکون" اور "فبای اٰلآء ربکما تکذّبٰن" کے بعد "لا بشیءٍ من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد" اور "والضحیٰ" سے آخر قرآن تک ہر سورت کے ختم پر تکبیر اور تلاوت کے آخر میں "صدق اللہ العظیم وبلغ رسوله الکریم ونحن علیٰ ذٰلک من الشاھدین اللھم اجعلنا من شھداء الحق القائمین بالقسط" کہنا بھی تلاوت کا ادب ہے

(۸)...... مسواک سے منہ صاف کرے، پیلو کی مسواک ہو خواہ کسی اور لکڑی کی یا

کوئی کھردرا کپڑا ہو یا اشنان وغیرہ۔ اگر کھردری انگلی سے منہ صاف کریں تو اس میں تین قول ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ صفائی نہیں ہوتی، دوسرا یہ کہ صفائی ہو جاتی ہے، تیسرا یہ کہ اگر اور کوئی چیز نہ مل سکے تو صفائی ہو جاتی ہے ورنہ نہیں۔ مسواک منہ کی چوڑائی میں کریں، اور سیدھی جانب سے شروع کریں اور ادائیگی سنت کی نیت رکھیں بعض علماء نے کہا ہے کہ مسواک کرتے وقت کہیں " اللھم بارک لی فیہ یا ارحم الرحمین " اصحاب شافعیؒ میں سے ماوردیؒ کا قول ہے کہ مسواک دانتوں کے ظاہر پر بھی کریں اور باطن کی جانب بھی، مسواک دانتوں کے اطراف میں گزاریں اور داڑھوں کی کرسیوں پر نیز اوپر کے تالو پر بھی ہلکے ہلکے ملیں۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ مسواک نہ بہت سوکھی ہو نہ بہت تر اگر بہت سوکھی ہو تو پانی سے اس کو نرم کرلیں اور اگر دوسرے شخص کی مسواک کریں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر اس کی اجازت ضرور ہونی چاہئے۔ اگر منہ خون وغیرہ سے نجس ہو تو جب تک منہ صاف نہ کریں قرآن نہ پڑھیں رہی یہ بات کہ اگر پڑھ لیا تو یہ فعل مکروہ ہوا یا حرام۔ اس میں دو قول ہیں اصح قول یہ ہے کہ حرام نہیں۔

(۹)...... پاکی حاصل کرے جس کی تفصیل یہ کہ طہارت و پاکیزگی کی حالت میں قرآن پڑھنا نہایت مستحب ہے اگر بے وضو پڑھ لیں، تو باجماع مسلمین جائز ہے۔ امام الحرمین نے فرمایا کہ بے وضو قرآن پڑھنے والا مکروہ فعل کا مرتکب نہیں بلکہ سنت کا تارک ہے۔ اگر پانی نہ مل سکے تو تیمم کرلیا جائے۔ مستحاضہ عورت کا حکم بے وضو شخص کی طرح ہے البتہ ناپاک اور حیض والی عورت کے لئے تلاوت قرآن حرام ہے چاہے ایک آیت پڑھے یا اس سے بھی کم۔ ہاں یہ دونوں دل میں قرآن پڑھ سکتے ہیں اور قرآن کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ناپاک و حائضہ کے لئے تسبیح وتہلیل تحمید وتکبیر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا یا دیگر ذکر جائز ہے اگر کسی انسان سے یہ دونوں کہیں۔ "خذالکتاب بقوۃ" کہ کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور اس سے قرآن کی آیت مراد نہ لیں تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح مصیبت کے وقت یہ دونوں انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ قرآن کی آیت مراد نہ لیں۔

علماء خراسان کا قول ہے کہ اگر سواری پر سوار ہوتے وقت یہ کہیں " سبحٰن الذی سخرلنا هذا وما کنا له مقرنین " یا دعا کے وقت کہیں " ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار " تو یہ بھی جائز ہے اور یہ اسی شرط سے کہ اس سے قرآن کی آیت مراد نہ لیں۔ امام الحرمین نے فرمایا کہ اگر ناپاک شخص کہے بسم اللہ والحمد للہ۔ اور اس سے قرآن کی آیت مراد لے تو گنہگار ہوگا۔ اور اگر اس نے محض ذکر مراد لے یا کچھ مراد نہ لے تو گنہگار نہیں ہے۔

(۱۰)...... صاف ستھری جگہ میں تلاوت کرے۔ اسی لئے علماء کی ایک جماعت نے مسجد میں قرآن پڑھنے کو مستحب بتایا ہے کیونکہ مسجد صاف ستھری بھی ہوتی ہے اور باشرف وباحرمت جگہ بھی ہے حمام یعنی غسل خانہ میں تلاوت کے متعلق سلف مختلف الخیال ہیں شافعیہؒ اس کو مکروہ نہیں بتاتے امام ابوبکر بن منذرؒ، ابراہیمؒ و مالکؒ کا یہی مذہب لکھا ہے اور حضرت عطاؒ بھی اسی مذہب سے متفق ہیں۔ علماء کی ایک جماعت حمام میں تلاوت کو مکروہ جانتی ہے۔ علی بن ابی طالبؓ کا یہی مسلک ہے اور ابن منذرؒ نے اسی مذہب کی نسبت ابووائل شقیق بن سلمہ، شعبیؒ، حسن بصریؒ، مکحولؒ، قبیصہ بن ذویبؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف کی ہے۔ بلکہ ابراہیم نخعیؒ کا مذہب بھی یہی بتایا ہے۔ شعبیؒ کہتے ہیں کہ تین جگہ قراءت قرآن مکروہ ہے یعنی حماموں، پاخانوں اور چکی گھروں میں جبکہ چکی چل رہی ہو، ابومیسرہؒ کہتے ہیں کہ ذکر بھی پاک ہی جگہ ہونا چاہئے۔

(۱۱)...... تلاوت میں آواز قدرے بلند کرے بشرطیکہ ریاکاری یا کسی سونے والے یا نماز پڑھنے والے یا کسی دوسرے قاری کی تکلیف کا اندیشہ نہ ہو ورنہ آہستہ پڑھنا مستحب ہے چنانچہ حدیث میں ہے " لا یجهر بعضکم علیٰ بعض بالقراٰن "(تم میں سے کوئی دوسرے کی تکلیف کی حالت میں قرآن مجید اونچی آواز سے نہ پڑھے) پس معلوم ہوا کہ اگر کسی دوسرے آدمی کو تکلیف نہ ہو تو اونچی آواز سے پڑھنا جائز ہے۔ ہاں وہ حدیث جو لوگوں میں مشہور ہے یعنی " ما انصف القاری المصلی " (نماز پڑھنے والے قاری نے انصاف نہیں کیا کیونکہ اسے چاہئے تھا کہ نماز سے باہر پڑھے اور اونچی

تلاوت کرے تا کہ دوسرے لوگ بھی مستفیض ہوں) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ پڑھنا مستحب نہیں۔ سو اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں" لا اعـرفـه ویغنی عنه لایجهر بعضکم الخ" وهو صحیح فی الموطأ (میں اس حدیث کو نہیں مانتا ہوں اور حدیث "لایـجـهـر الـخ" اس سے بے نیاز کر دیتی ہے، جو موطا وغیرہ میں صحیح طور پر ثابت ہے) اور مزید تفصیل یہ ہے کہ بہت سی صحیح احادیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت میں آواز کا بلند کرنا مستحب ہے۔ اور بعض آثار واقوال وافعال صحابہؓ اس پر دال ہیں کہ آواز کا پست کرنا مستحب ہے۔ پس امام ابوحامد غزالیؒ اور دیگر علماء نے اس اختلاف کی بڑی پاکیزہ توجیہ فرمائی ہے کہ جو شخص ریاکاری سے ڈرے اس کیلئے پست آواز سے پڑھنا زیادہ افضل واشرف ہے اور یہ ریاکاری سے اس کو بچاتا ہے اور اگر کوئی ریاکاری کا کھٹکا نہ ہو تو بلند آواز سے پڑھنا زیادہ افضل واعلیٰ ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اس میں عمل زائد ہے تو اجر بھی زائد ہوگا۔ نیز اس صورت میں فائدہ رسانی کی ایک راہ ہے کہ دوسروں کو اس شکل میں نفع ملتا ہے اور صرف خود کو نفع پہنچانے سے دوسروں کو نفع پہنچانا بہر حال زیادہ افضل ہے۔ پھر بلند آواز سے قاری کا دل جاگتا ہے، دوسروں کو بھی جگاتا ہے۔ اس کی فکر سمٹ کر کلام کی طرف لگتی ہے۔ کان بھی ادھر ہی لگ جاتے ہیں نیند بھاگ جاتی ہے۔ طرب وخوشی کی لہر دوڑتی ہے قاری خود بھی جاگتا ہے اور دوسروں کو بھی جگاتا ہے۔ لہٰذا ان تمام حالات کے پیش نظر بلند آواز زیادہ افضل ہے۔ اور اس میں اجر بھی دوگنا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ قرآن دیکھ کر پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں بھی قرآن کو دیکھنے کی فضیلت جدا ملتی ہے۔ اور یوں بھی اجر دوگنا ہو جاتا ہے۔

(۱۲)...... تلاوتِ قرآن اگرچہ خارج از نماز ہو تب بھی قاری کو قبلہ رو ہونا چاہئے۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ بہترین مجلس ونشست وہ ہے جو قبلہ رو ہو۔ خشوع و خضوع سکون اور وقار کے ساتھ سرنگوں ہو کر قرآن پڑھے اس ادب اور فروتنی سے نشست ہو کہ معلوم ہو کہ استاذ کے سامنے بیٹھا ہے۔ بس تلاوت کا اکمل طریقہ یہی ہے۔ لیکن اگر

کھڑے ہوکر یا لیٹ کر یا بستر پر یا کسی اور ہیئت میں پڑھے تو بھی جائز ہے۔ اور اس کے لئے اجر ہے لیکن پہلی ہیئت سے پڑھنے میں جو اجر ہے اس سے کمتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الّیل والنّہار لاٰیٰت لّا ولی الالباب الّذین یذکرون اللہ قیاما وّقعودا وّعلیٰ جنوبھم ویتفکّرون فی خلق السمٰوٰت والارض.

ترجمہ...... البتہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے آنے جانے میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے وہ لوگ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر اور فکر کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے اس طرح مروی ہے، کہ آپ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود سے تکیہ لگاتے جب میں حائضہ ہوتی اور اسی حال میں قرآن کی تلاوت فرماتے۔ (بخاری ومسلم)

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ قرآن پڑھتے اور آپ کا سر میری گود میں ہوتا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ میں قرآن پڑھتا ہوں اپنی نماز میں اور اپنے بستر پر۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے وظیفہ کو پڑھتی ہوں اور میں لیٹی ہوتی ہوں چارپائی پر۔

(۱۳)...... جب تلاوتِ قرآن شروع کریں تو خشوع وخضوع کے آثار طاری ہوں اور کلام الٰہی میں غور کرتے جائیں۔ اور غور اور فکر ایسا لازم ہے کہ قراءت سے مقصد اصلی یہی ہے نیز اس سے سینہ کھلتا ہے دل میں ایمان کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "افلا یتدبّرون القراٰن" (کیا یہ قرآن میں سوچ بچار نہیں کرتے) اور فرمایا" کتٰب انزلنٰہ الیک مبٰرک لّیدّبّروا اٰیٰتہ" (کہ ہم نے مبارک کتاب آپ کی طرف اتاری تاکہ وہ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں) سلف میں بہت سے ایسے بزرگ گزرے ہیں جو ایک آیت کو رات بھر اور صبح تک پڑھتے رہے اور اسی سوچ بچار میں ڈوبے رہے بعض بے ہوش ہوکر گر پڑے اور بہت سے فوت ہوگئے۔

بہز بن حکیمؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ زرارہ بن اوفیؒ جلیل القدر تابعی نے صبح کی نماز پڑھائی پڑھتے پڑھتے جب اس آیت پر پہنچے "فاذا نقر فی الناقور فذالک یومئذ یوم عسیر" تو ایک دم گر پڑے اور دم آخر ہوا۔ بہز بن حکیمؒ کہتے ہیں کہ ان کو اٹھانے والوں میں میں بھی تھا۔

احمد بن ابی حواریؒ جب قرآن سنتے تو چلاتے اور بے ہوش ہو جاتے۔ ابن ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ قاسم بن عثمانؒ، احمد کے اس فعل کو اعتراض کی نظر سے دیکھتے اس طرح ابوالجوزؒ اور قیس بن جبیرؒ وغیرہ بھی ان کے اس فعل کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے لیکن ہماری رائے میں ان حضرات کا اس کو شک کی نظر سے دیکھنا ٹھیک نہیں جب تک کوئی دلیل ایسی نہ ہو جس سے یہ پتہ چلے کہ یہ ان کا تصنع تھا۔ سید جلیل ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں دل کی دوا ہیں۔ ایک قرآن کو غور وفکر سے پڑھنا۔ دوسرے پیٹ کا خالی ہونا۔ تیسرے رات کو جاگنا۔ چوتھے صبح کے وقت آہ وزاری کرنا پانچویں نیکوں کی صحبت پانا۔

(۱۴)......بکاء (رونا)۔ قرآن میں تدبر انسان کو رلاتا ہے واضح ہو کہ عارفین باللہ اور صالحین کا یہی شعار ہے کہ تلاوت قرآن میں روتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے " ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا" (اور گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے اور وہ زیادہ کرتا ہے ان کی عاجزی کو) نیز اس سلسلہ کی احادیث واقوال صحابہؓ بہت سے منقول ہیں۔ مثلاً یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھو اور روؤ اگر نہ رو سکو تو کم از کم رونی صورت بناؤ۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ آپؓ نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ یوسف پڑھی۔ اس میں آپ اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو سینہ تک بہہ نکلے، ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رونے کی آواز کو پچھلی صفوں کے آدمیوں نے بھی سنا۔

ابو رجاءؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں۔ ابو صالحؒ کہتے ہیں کہ یمن کے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور وہ قرآن پڑھ پڑھ کر روتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ہماری بھی

یہی حالت تھی۔ ہشامؒ کہتے ہیں کہ محمد بن سیرینؒ جب نماز پڑھتے تو بعض وقت میں ان کے رونے کی آواز سنتا۔

ابو حامد غزالیؒ نے فرمایا کہ قراءتِ قرآن میں رونا مستحب ہے۔ رونے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل پر غم وحزن کے آثار پیدا کرے۔ اور وعید اور دھمکیاں جو قرآن پاک میں مذکور ہیں اور وہ وعدے اور عہد جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ ان سب کو دل میں جمائے اور پھر اپنی کمزوری اور تقصیر کا خیال بھی دل میں لائے اور اگر پھر بھی غم وحزن کے آثار نہ پیدا ہوں اور رونا نہ آئے تو کم از کم اتنا ہی سوچے کہ اللہ کے خاص بندے تو قرآن میں روئے اور اس کو رونا نہیں آتا اس سے بڑھ کر اس کی بد نصیبی کیا ہوسکتی ہے لہٰذا اس بد نصیبی کو سوچ کر انسان روئے۔

(۱۵)...... ایک آیت کو بار بار پڑھنا کیونکہ قرآن میں غور وفکر بہت ضروری ہے اور تلاوت کا اصل مقصد ہے اور یہ مقصود اس طرح بخوبی حاصل ہو جاتا ہے حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب کو ایک آیت بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور وہ آیت یہ تھی " ان تعذّبهم فانّهم عبادك " (نسائی وابن ماجہ)

تمیم داریؒ کہتے ہیں کہ جس آیت کو آنجناب ﷺ نے بار بار پڑھا اسی حال میں صبح ہوگئی وہ آیت یہ تھی "ام حسب الّذين اجترحوا السّيّات ان نّجعلهم كالّذين امنو وعملو الصّلحت الخ"

عبادۃ بن حمزہؒ کہتے ہیں کہ میں اسماءؓ کے پاس گیا تو وہ پڑھ رہی تھیں۔ "فمنّ الله علينا ووقنا عذاب السّموم" میں پاس کھڑا ہوگیا اور وہ اسی کو دہراتی رہیں اور دعا مانگتی رہیں اور اس پر بہت دیر لگ گئی۔ پھر میں بازار چلا گیا اور ایک کام انجام دیا۔ واپس آیا تو دیکھا کہ اسماءؓ اسی طرح آیت کو پڑھ رہی تھیں۔ اور دعا کر رہی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا بھی قصہ ایسا ہی مروی ہے عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی رب زدنی علما کو بار بار پڑھا۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے آیت "واتّقو يوما ترجعون فيه الى الله" کو پڑھا۔ اور اس کو بار بار دہرایا۔ حضرت ضحاکؒ نے جب یہ آیت پڑھی "لهم من فوقهم ظلل من النّار ومن

تحتھم ظلل" تو صبح تک اسی کو بار بار پڑھتے رہے۔

(۱۶)......تَحسِینُ الصَّوتِ. قراءتِ قرآن میں خوش آوازی کا خیال رکھے۔ سلف وخلف یعنی صحابہ وتابعین اور بعد کے علماء مسلمین کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن پڑھنے میں خوش آوازی مستحب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ نہیں سنتا اللہ تعالیٰ کسی جانے والی چیز کو توجہ سے جیسا کہ سنتا ہے نبی کی خوش آوازی کو جبکہ وہ بلند آوازی سے قرآن پڑھتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی سی خوش آوازی ملی ہے۔ (بخاری ومسلم)

مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آنجناب ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا، کاش تم مجھ کو دیکھتے جبکہ میں گذشتہ رات تمہاری قراءت سن رہا تھا۔ حضرت فضالہ بن عبیدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوش آوازی سے قرآن پڑھنے والے کی طرف اس شوق وذوق سے کان لگاتا ہے کہ گانے والی چھوکری کا گانا اس کا مالک اس قدر شوق سے نہیں سنتا۔ (ابن ماجہ)

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو " والتین و الزیتون" پڑھتے سنا تو میں نے آپ ﷺ سے زیادہ خوش الحان کسی کو نہیں پایا۔ (بخاری ومسلم)

لہٰذا خوش آوازی سے قراءت مستحب ہے لیکن حد قراءت سے باہر نہ نکلے یعنی بے جا حرفوں کی درازی اور کھچاؤ نہ ہونے پائے۔ مثلاً یہ کہ ایک حرف کی زیادتی ہو جائے یا اخفاء ہو جائے تو یہ حرام ہے۔

لحن کے بارے میں امام شافعیؒ سے دو قول (کراہت وعدم کراہت) منقول ہیں۔ ان دونوں قولوں کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بے جا حرفوں کو کھینچنا جس سے قراءت کے حدود ٹوٹ جائیں مکروہ ہے اور اگر یہ صورت نہیں ہے تو اس قسم کے لحن میں کوئی مضائقہ

نہیں۔ یہاں ماوردیؒ نے کتاب الحاوی میں خوب تشریح فرمائی ہے کہ اگر لحن سے لفظ اپنے صیغہ سے نکل جائے اس طرح کہ کچھ حرکتیں بڑھادی جائیں یا کچھ حرکتیں حذف کردی جائیں یامدوالے لفظ کو بغیر مد کے یا جس پر مد نہ ہواس کو مد سے پڑھاجائے یا حرف کو بے جا کھینچ کر بعض حروف کو چھپادیا جائے۔ جس سے معنی خراب ہوجائیں تو یہ سب صورتیں حرام ہیں اس سے قاری فاسق ہو جاتا ہے سننے والا گنہگار ہوتا ہے کیونکہ یہ عمل ،قرآن کو استواء سے نکال کر کجی کی طرف لیجاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت میں فرمایا ہے "قرانا عربیًا غیر ذی عوج" (قرآن عربی کجی نہ رکھنے والا) اگر لحن ،لفظ کو اپنے صیغہ سے اور قراءت کو ترتیل سے نہ نکالے تو یہ لحن مباح ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں خوش آوازی بڑھے گی۔ ماوردیؒ کا یہ قول فیصلہ کن ہے اوراس قسم کے حرام لحنوں سے وہی جاہل لوگ کام لیتے ہیں جو جنازوں پر قرآن پڑھتے پھرتے ہیں یا محلوں میں قرآن خوانی کے عادی ہوتے ہیں حالانکہ یہ کھلی بدعت ہے جس سے سننے والے گنہگار ہوتے ہیں اور وہ بھی جن کو اس بدعت کے روکنے کی طاقت ہے لیکن وہ اس کو نہ روکیں اوراس سے منع نہ کریں۔

حضرت شافعیؒ نے فرمایا کہ بہرحال قراءت میں خوش آوازی سے کام لے اورسب سے پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ لفظوں کی ادائیگی ذرا روانی سے ہو۔ زیادہ کھینچا نہ جائے اور آواز ذرا دردبھری ہو۔ ابن ابی داؤدؒ نے ابو ہریرہؓ کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ سورۂ اذالشمس کوّرت ایسی دردبھری آواز اوردل گداز لہجہ سے پڑھی کہ گویا آپ کسی کی موت پر اظہار افسوس کررہے ہیں۔ سنن ابوداؤدؒ میں ہے کہ ابن ابی ملیکہؒ سے قراءت میں خوش آوازی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جہاں تک ہوسکے قاری خوش آوازی سے کام لے۔

تیسرا باب

قرآن کریم سے متعلق کچھ مفید معلوماتی مضامین

مضمون نمبر......۱

قرآن کا تعارف اور اہمیت

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی آخری کتاب ہے، یہ ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل ہے، پہلی سورۃ الفاتحہ اور آخری سورۃ الناس ہے۔

لفظ قرآن کے معنی کے بارے میں کئی اقوال ہیں، سب سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ "قَرَءَ" کا مصدر ہے اور اس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

"لا تحرک به لسانک لتعجل به ،ان علینا جمعه وقرانه ،فاذا قراء نه فاتبع قرانه" (القیامۃ ۱۶،۱۸)

"اے نبیؐ! آپ اس کو جلد سیکھنے کے لیے اپنی زبان کو تیز حرکت نہ دیں، بے شک اس کا جمع کرنا اور اس کا سنانا ہماری ذمہ داری ہے، پھر جب ہم اس کو پڑھ کر سنائیں تو آپ اس تلاوت کی پیروی کریں۔"

اگرچہ قرآن کا لفظ مصدر ہے، لیکن یہ اسم مفعول کے معنی میں ہے اور اس سے مراد ایک خاص پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

قرآن ایسی کتاب نہیں جو تعارف کی محتاج ہو تاہم علماء نے اس کی درج ذیل اصطلاحی تعریف کی ہے۔

"قرآن اللہ کا وہ کلام ہے جو معجزہ ہے، جسے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعے حضرت

محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے جو صحیفوں میں لکھا ہوا ہے، جس کی تلاوت کرنا عبادت ہے اور جو تواتر سے نقل چلا آرہا ہے۔"

قرآن مجید کے نزول کا آغاز درج ذیل آیتوں سے ہوا۔

"اقرا باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقراو ربک الاکرم الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم" (العلق:۱،۵)

"(اے نبی! پڑھیں اپنے رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے بنایا، آپ قرآن پڑھیں اور یقین رکھیں کہ آپ کا رب بڑا کریم ہے، اس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، اور انسان کو علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

قرآن مجید کی آخری آیت یہ ہے۔

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" (المائدہ:۳)

"آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔"

قرآن حکیم تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس (۲۳) سال کی مدت میں نازل ہوا، حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد قرآن مجید کا بڑا حصہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اور باقی حصہ مدینہ منورہ میں اترا۔

قرآن حکیم بتدریج نازل ہونے کی حکمت خود قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔

"کذلک لنثبت به فؤادک ورتلناه ترتیلا" (الفرقان:۳۲)

"اسی طرح تا کہ ہم اس کے ذریعے سے آپ کے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اس قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر نازل کیا ہے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا: **"وقرانا فرقنه لتقراه علی الناس علی مکث ونزلنه تنزیلا"** (بنی اسرائیل:۱۰۶)

''اور ہم نے اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے، تاکہ آپ اسے وقفے وقفے سے لوگوں کو سناتے رہیں اور اسے ہم نے بتدریج اتارا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے میں کئی حکمتیں پوشیدہ تھیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱......پہلی حکمت یہ تھی کہ حق و باطل کی کشمکش کے دوران بار بار قرآن مجید کا موقع کی مناسبت سے نازل ہونا نبی کریم ﷺ کے لیے حوصلہ افزائی اور تسکین قلب کا باعث تھا۔

۲......دوسری حکمت یہ تھی کہ وہ لوگ جن کی اکثریت ان پڑھ تھی، وہ قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے آسانی کے ساتھ یاد (حفظ) کر سکیں، تعلیم وہی مؤثر ہوتی ہے، جو تھوڑی تھوڑی کر کے دی جائے۔

۳......تیسری حکمت یہ تھی کہ صحابہ کرامؓ کی رہنمائی اور ان کے دلوں کو تسلی اور اطمینان کے لیے بھی قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا۔

عہد نبوی ﷺ میں بہت سے صحابہ کرامؓ نے پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا، اس کے علاوہ قرآن کی تحریری شکل میں بھی کاتبینِ وحی کے ذریعے لکھا گیا، جو اگرچہ ایک جلد میں یکجا موجود نہ تھا، تاہم پورا قرآن الگ الگ حصوں کی صورت میں لکھا ہوا موجود تھا، نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسے ایک ہی جلد میں لکھوا کر سرکاری طور پر جمع کر دیا تھا، اس مستند نسخے کو ''**المصحف الامام**'' کا نام دیا گیا، بعد میں خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ نے اس کی کئی نقلیں تیار کرا کر پورے ملک کے صوبوں تک پہنچادیں۔

کچھ عرصہ بعد قرآن پر اعراب اور نقطے لگائے گئے، اور رموز واوقاف کا اہتمام کیا گیا، تاکہ عجمی اور غیر عربی لوگ سہولت سے تلاوت کر سکیں۔

اہل اسلام کا اس پر اجماع اور کامل اتفاق ہے، کہ قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے حجت اور واجب الاطاعت ہے اور یہ کہ وہ اسلامی قانون کا اولین ماخذ ہے۔

• یاد رکھیے قرآن پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے، جو شخص قرآن پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

قرآن دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جسے کروڑوں انسان روزانہ کم سے کم پانچ (۵) مرتبہ پڑھتے ہیں، یہ اعزاز صرف اور صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہے۔

قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا کلام مانا جائے، اسے آخری نازل شدہ الہامی کتاب تسلیم کیا جائے، اس کی تعلیمات اور احکامات کو برحق مانتے ہوئے ان پر عمل کیا جائے۔

قرآن صرف یہ نہیں کہتا کہ اس پر ایمان لایا جائے، بلکہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں مثلاً توریت، زبور، انجیل وغیرہ پر بھی ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے، لیکن وہ اس کے ساتھ یہ اعلان بھی کرتا ہے کہ اب ان کتابوں میں تحریف ہوچکی ہے اور اب وہ اپنی اصل حالت پر محفوظ نہیں ہیں، ان میں تغیر وتبدل ہو چکا ہے، اب وہ اللہ کا کلام نہیں ہیں اور ان کو اللہ کی کتاب کہنا بھی درست نہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ہر پیغمبر کسی خاص قوم اور مخصوص مدت کے لیے آیا تھا، اس کی کتاب بھی اس قوم کے لیے تھی، اور ایک خاص مدت تک کے لیے تھی، جبکہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت ورسالت آخری ہے، عالمگیر ہے اور قیامت تک کے لیے ہے، اس لیے حضور ﷺ کو جو قرآن ملا وہ بھی عالمگیر ہے اور قیامت تک کے لیے ہے، چنانچہ قرآن مجید کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" "بے شک ہم نے اس ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (الحجر:۹)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر لے رکھی ہے، اس لیے اس میں کسی قسم کے ردوبدل یا اس کے گم یا ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہا، باطل اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرسکتا اور نہ وہ اس میں شامل ہوسکتا

ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: "وانه لکتب عزیز" (حم السجدۃ:۴۱)

"اور بے شک یہ زبردست کتاب ہے۔"

پھر جس طرح حضرت محمد ﷺ کے ذریعے دین اسلام کی تکمیل ہوئی ہے، اسی طرح قرآن میں بھی پہلی تمام کتابوں کی بنیادی تعلیم محفوظ کردی گئی ہے، اور پہلی کتب میں جو کمی رہ گئی تھی اسے پورا کردیا گیا ہے۔

"وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیه من الکتب ومهیمنا علیه". (المائدہ:۴۸)

"اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے، یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان پر مُہیمن یعنی نگہبان ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن اپنے سے پہلی کتابوں کا نگران، ان کا امین اور ان کی تعلیمات کا جامع ہے۔

قرآن کسی قوم کے عروج وزوال کا پیمانہ اور معیار بھی ہے، صحیح مسلم کی حدیث ہے، جسے حضرت عمر فاروق ؓ نے روایت کیا ہے کہ:

"ان اللّٰہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع به اخرین"

"بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے بعض لوگوں کو اٹھائے گا اور بعض کو گرائے گا۔"

مسلمان جب تک قرآنی تعلیمات پر عمل کرتے رہے ان کو دنیا میں بھی قوت اور عروج حاصل رہا، انہوں نے تین براعظموں پر حکومت کی، جب سے انہوں نے قرآن کے احکامات کو پس پشت ڈالا ہے وہ دنیا میں کمزور اور ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے ہیں۔

آج بھی اگر امت مسلمہ اپنے کھوئے ہوئے بلند مقام کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتی ہے تو اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ قرآن کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارے اور اس کی خلاف ورزی ترک کردے۔

تھوڑا تھوڑا قرآن نازل ہونے کی حکمتیں

قرآن کریم اور دوسری کتب سماویہ کے نزول میں ایک بنیادی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ دوسری تمام آسمانی کتابیں بیک وقت اور یک بارگی نازل ہوئیں اور مختلف رسولوں کو عطاء کی گئی ہیں لیکن قرآن کا نزول حضور اکرم ﷺ پر مجموعی طور پر ایک ہی دفعہ نہیں ہوا بلکہ حالات و واقعات اور مواقع ضرورت کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا ہو کر تیئس سال میں نازل ہوا، کبھی ایک دو سورتیں، کبھی ایک دو یا چند آیتیں اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ صرف ایک کلمہ ہی حسب ضرورت نازل کیا گیا۔

چنانچہ شیخین نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ جب آیت "**کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود**" (تم کھاؤ، پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو سفید دھاگا کالے دھاگے سے) نازل ہوئی اور اس کا آخری حصہ "من الفجر" نازل نہیں ہوا تھا تو بعض لوگوں نے اس کا ظاہری مطلب سفید اور کالا دھاگا سمجھ کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے پیروں میں ایک دھاگا سفید اور ایک دھاگا کالے رنگ کا باندھ لیا اور اس وقت تک کھاتے پیتے رہے جب تک صبح کی روشنی میں ان دونوں دھاگوں کا رنگ ممتاز نظر نہ آیا تب آیت کا آخری کلمہ "من الفجر" نازل ہوا اور ان لوگوں نے آیت کا اصل مفہوم سمجھا۔ غرض قرآن کریم کے نزول میں یہ حکیمانہ اصول برتا گیا کہ جس موقع پر عقائد کی اصلاح کے لئے کسی آیت کے نازل کرنے کی ضرورت ہوئی اس وقت اور اس موقع کے مناسب درستی عقائد کے لئے آیتیں نازل فرمائی گئیں اور جب عملی تلقین و تبلیغ یا کسی کردار کی اصلاح کی ضرورت ہوئی تو اس نوع کی آیتیں نازل ہوئیں اور اس طریقہ پر نزول قرآن میں بڑی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔

چنانچہ تھوڑا تھوڑا قرآن پاک اترتا رہا اور حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کو بڑی آسانی کے ساتھ یاد کرتے رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سہولت دفعتاً

اور یک بارگی نزول میں نہیں آسکتی تھی۔ دوسرے سب سے زیادہ واضح مصلحت اس میں یہ تھی کہ قرآنی تعلیمات اس طرح بہترین طریقہ سے ذہن نشین اور قلوب میں محفوظ ہو جاتی تھیں اور قرآنی تعبیرات واحکام کا مطلب جیتی جاگتی تصویر کی شکل میں ذہنوں اور نظروں کے سامنے آجاتا تھا۔

نزول قرآن کا یہ طرز تحفظِ کتاب اللہ اور اس پر عمل کرنے کی سہولت کے اعتبار سے زیادہ بہتر تھا مگر جن کفار کو ہر حال میں اعتراض ہی کرنا تھا انہوں نے اس مفید ترین طریقہ نزول پر بھی اعتراض کیا۔

قرآن کریم نے ان کے اعتراض اور اس کے جواب کو خود اپنے الفاظ میں اس طرح نقل کیا ہے "**وقال الذین کفروا لولا نزل علیه القرآن جملة وواحدة کذٰلک لنثبت به فؤادک ورتلنه ترتیلا**" اور کافروں نے کہا کہ ان پر قرآن ایک ہی بار اکٹھا نازل کیوں نہیں کیا گیا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اس طرح تھوڑا تھوڑا ہم نے اس لئے اتارا ہے کہ آپ کے دل کو اس کے ذریعہ قوی رکھیں اور ہم نے اس کو بہت ٹھہر ٹھہر کر اتارا۔

قرآن کی اہمیت بمقابلہ دیگر کتب سماویہ

تاریخ عالم میں ''نزول قرآن'' کا واقعہ اور نزول قرآن کا پورا دور اپنی عظمت اور انعام خداوندی ہونے کے اعتبار سے بالکل ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

(۱)......قرآن کریم سے پہلے بھی بہت سے صحف سماویہ اور آسمانی کتابیں مختلف پیغمبر اور رسولوں پر نازل ہوئی ہیں لیکن ان کے نزول میں اور قرآن کریم کے نازل ہونے میں ایسا ہی امتیاز ہے جیسا فرق کمال بلوغت اور کمالِ جامعیت کے لحاظ سے قرآن کریم اور ان تمام صحف اور کتب سماویہ میں ہے۔

(۲)......حق تعالیٰ کی جانب سے جتنے صحیفے انبیاء سابقین پر اتارے گئے سب یک بارگی ان پیغمبروں کو عطا فرمادیئے گئے، توریت مبارکہ کی الواح حضرت موسیٰ علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو کوہِ طور پر ایک ہی دفعہ میں دی گئیں، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انجیل مقدس بھی مجموعی طور پر ایک ساتھ عطا ہوئی۔ لیکن قرآن کریم کے نازل فرمانے میں اس سے مختلف خصوصی اہتمام اور نرالا طرز اختیار کیا گیا۔

(۳)......اسلامی تاریخ اور دینی احسانات کے اعتبار سے بھی نزول قرآن کو اتنی ہی اہمیت حاصل ہے جتنی خود اسلام اور دین محمدی کو حاصل ہے کیونکہ اسلامی نظام اور اسلامی عقائد و نظریات اور کلی و جزی احکام کی بنیاد کلیتاً قرآن پر ہی ہے جس کی تشریحات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال و اعمال کے ذریعہ نوع انسانی کے سامنے پیش کی ہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے بالکل واضح اور غیر مبہم انداز میں حکم دیا کہ:

"اتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء" پیروی کرو تم اس کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی جانب سے اتارا گیا ہے اور خدا کو چھوڑ کر رفیقوں اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔

لہٰذا نزول قرآن تاریخ ملل واقوام کے لحاظ سے بھی اور دین اسلام کی تاریخ کی حیثیت سے بھی ایک ایسا اہم اور مقدس واقعہ ہے جس کی یاد ہمیشہ اپنے دلوں میں تازہ رکھنے کے قابل ہے۔

مضمون نمبر......۲

قرآن کریم کی کتابت

اگر چہ قرآن کی حفاظت کا اصل دار و مدار حفظ ہی پر تھا لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کی کتابت کا اہتمام بھی فرمایا، جتنا قرآن نازل ہوتا اسے صحابہ کرام کے ذریعے آپ لکھوا لیتے اور جمع کر کے اپنے پاس رکھ لیتے، جن صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کے حکم سے قرآن لکھا ان کو کاتبین وحی کہا جاتا ہے۔

کاتبین وحی میں درج ذیل صحابہؓ شامل تھے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ　۲۔ حضرت عمر فاروقؓ
۳۔ حضرت عثمان غنیؓ　۴۔ حضرت علی المرتضیٰؓ
۵۔ حضرت زبیر بن عوامؓ　۶۔ حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ
۷۔ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ　۸۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ
۹۔ حضرت عامر بن فہیرہؓ　۱۰۔ حضرت عبداللہ بن ابی سرحؓ
۱۱۔ حضرت عمرو بن العاصؓ　۱۲۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ
۱۳۔ حضرت خالد بن ولیدؓ　۱۴۔ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ

عہدِ نبوی میں قرآن مجید کاغذ کی ایک کتاب کی صورت میں تحریر نہ تھا، بلکہ متفرق طور پر پتھر کی سلوں، چمڑے کے ٹکڑوں، درخت کی چھالوں، کھجور کے پتوں اور چوڑی ہڈیوں پر لکھا گیا تھا، اسے نبی کریم ﷺ کے ہاں رکھ دیا گیا تھا، اس کے علاوہ بعض صحابہ کرامؓ نے ذاتی طور پر بھی اپنے لیے قرآن کے مصاحف لکھ لیے تھے، ان میں درج ذیل لوگ شامل تھے:

۱۔ حضرت ابی بن کعبؓ　۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

۳۔حضرت علی المرتضیٰؓ ۴۔ام المومنین حضرت عائشہؓ

۵۔حضرت عثمان غنیؓ ۶۔حضرت ابوایوب انصاریؓ

۷۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۸۔حضرت زید بن ثابت انصاریؓ

۹۔حضرت تمیم داریؓ

جو قرآن حضور ﷺ کی نگرانی میں لکھا جاتا تھا اسے موجودہ قرآنی ترتیب کے مطابق ہی لکھا جاتا تھا، آپ کاتبین وحی کو ہدایت فرمادیتے تھے کہ یہ آیتیں فلاں سورت یا آیت سے پہلے یا بعد لکھی جائیں، اس طرح قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب نبی ﷺ نے وحی الٰہی کے مطابق رکھی، اس ترتیب میں سب سے پہلی سورت الفاتحہ ہے، اور سب سے آخری سورت الناس ہے۔

قرآن کی یہ ترتیب توقیفی کہلاتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی کے مطابق ہے اور اس میں نبی ﷺ یا کسی اور کے اجتہاد کا دخل نہیں، اس طرح قرآن کی نزولی ترتیب الگ تھی اور موجودہ ترتیب اس سے مختلف ہے، کیونکہ نزولی ترتیب میں سب سے پہلے سورہ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں آتی ہیں۔

عہد صدیقیؓ میں قرآن کی تدوین

نبی ﷺ کی وفات تک عہد صدیقی کی ابتداء میں قرآن تحریری طور پر ایک کتاب کی شکل میں مرتب نہیں تھا، بلکہ مختلف اشیاء پر اس کے مختلف حصے اور اجزاء لکھے ہوئے موجود تھے۔

خلافت صدیقی میں ایک جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ (۱۱ھ) ہوئی، جس میں بہت سے حفاظ صحابہ کرامؓ شہید ہوگئے، اس پر حضرت عمرؓ کو خیال آیا کہ اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے رہے یا دنیا سے رخصت ہوگئے تو پھر قرآن کی حفاظت کیسے ہوگی، چنانچہ انہوں نے خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیا کہ وہ قرآن مجید کو ایک کتاب کی صورت میں لکھوا کر محفوظ کردیں۔

حضرت عمرؓ کی اس تجویز پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ جواب دیا کہ جو کام حضرت محمد ﷺ نے نہیں کیا وہ اسے کیسے کر سکتے ہیں؟

لیکن حضرت عمرؓ برابر اپنی رائے پر اصرار کرتے رہے، آخر کئی روز کے پیہم اصرار کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کی اس تجویز سے اتفاق کر لیا اور وہ یہ کام کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

اس کام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کو بلایا اور ان سے مشورہ کیا، اور جب وہ بھی اس بات کے قائل ہو گئے تو ان کو قرآن جمع کرنے اور اسے کتابی صورت میں لکھوانے کا حکم دیا۔

حضرت زید بن ثابت انصاریؓ واقعی اس کام کے اہل تھے، وہ جوان اور سمجھ دار تھے، عہد نبی ﷺ میں کاتب وحی رہ چکے تھے، نبی کریم ﷺ کے گھر کے قریب ہی ان کا گھر تھا، وہ قرآن کے حافظ بھی تھے۔

لیکن اس سب کچھ کے باوجود ان کا یہ کہنا تھا کہ:

''اللہ کی قسم! اگر مجھے پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو یہ میرے لیے اس کام سے زیادہ آسان تھا۔''

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قرآن جمع کرنے کے لیے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کو قرآن جمع کرنے والی کمیٹی کا صدر مقرر کیا، اس کمیٹی میں کئی جلیل القدر صحابہ کرامؓ شامل تھے۔

چنانچہ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ نے قرآن جمع کرنے کا کام شروع کر دیا، لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآن کی لکھی ہوئی آیات موجود ہوں وہ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس لے آئے۔ جب کوئی آدمی ان کے پاس قرآن کی لکھی ہوئی آیتیں لے کر آتا تو کئی طریقوں سے ان کی تصدیق کی جاتی:

۱۔ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ خود اپنے حافظے سے اس کی تصدیق کرتے۔

۲۔ کوئی لکھی ہوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کی جاتی، جب تک دو معتبر گواہ یہ

گواہی نہ دیتے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھیں۔

۳۔ پھران آیتوں کا موازنہ ان دوسرے مجموعوں اور مصاحف سے کیا جاتا جو بعض صحابہ کرامؓ کے پاس تھے۔

اتفاق سے ایک آیت ایسی تھی جو صرف حضرت خزیمہ انصاریؓ کے پاس لکھی ہوئی موجود تھی، یہ سورہ توبہ کی درج ذیل آیت تھی۔

﴿لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم﴾. (التوبہ:۱۲۸)

''بے شک تمہارے پاس اللہ کا رسول آگیا ہے جو تمہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر بہت شاق گذرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کا خواہش مند ہے، اور ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔''

اس آیت پر دو گواہیاں نہ ہونے کے باوجود اسے قبول کرلیا گیا، کیونکہ یہ آیت سینکڑوں حفاظ کو زبانی یاد تھی، اگرچہ سوائے حضرت خزیمہ انصاریؓ کے کسی کے پاس لکھی ہوئی موجود نہ تھی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے حضرت خزیمہؓ کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا، لہٰذا اس بنیاد پر بھی یہ آیت جمع کرلی گئی۔

اس طرح حضرت زید بن ثابت انصاریؓ نے نہایت درجہ احتیاط کے ساتھ ایک سال کی مدت میں سارا قرآن جمع کرلیا اور اسے ایک کتاب کی صورت میں پیش کردیا، اس نسخے میں ہر سورت الگ صحیفے میں درج تھی، اور اس کا نام ''مصحف ام'' یا ''مصحف امام'' رکھا گیا۔

اس نسخے کی چند خصوصیات یہ تھیں:

۱۔ اس میں آنی آیات کو نبی ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق درج کیا گیا۔

۲۔ اس میں سورتوں کو ملا کر نہیں لکھا گیا تھا بلکہ ہر سورت کو الگ الگ رکھا گیا۔

۳۔ اس میں ساتوں حروف (سبعہ احرف یا قرأت) جمع تھے۔

۴۔ اسے خط حمیری میں لکھا گیا تھا۔

۵۔ اسے لکھوانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک ایسا نسخہ مرتب ہو جائے جس پر تمام امت کی مہر تصدیق ثبت ہو اور ضرورت کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

عہد عثمانیؓ میں قرآن کی تدوین

حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کا مرتب کیا ہوا قرآن جسے ''مصحف ام'' یا ''مصحف امام'' کا نام دیا گیا تھا، دور صدیقی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہا، ان کی وفات کے بعد یہ مصحف حضرت عمرؓ کے پاس رہا اور ان کی شہادت کے بعد یہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس رکھا گیا۔

لیکن دور عثمانی میں جب اسلام عرب سے نکل کر ایران وروم اور دوسرے عجمی ممالک تک پھیل گیا تو عجمی لوگوں کے لیے ایک نیا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا، یہ قرأت کے اختلاف کا مسئلہ تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں شریک تھے، وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگ قرآن کی قرأت کے حوالے سے اختلاف کررہے ہیں، مدینے واپس آکر انہوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کو اس مسئلے کی جانب متوجہ کیا تو انہوں نے صحابہ کرامؓ کو جمع کرکے ان کے سامنے یہ رائے رکھی کہ ''مصحف امام'' کی نقلیں تیار کرکے ملک کے تمام صوبوں میں بھجوادی جائیں، قرآن صرف قریش کے لہجے میں لکھا اور پڑھا جائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ قریشی تھے، افصح العرب تھے اور قرآن قریش ہی کے لہجے میں اترا تھا۔

تمام صحابہ کرامؓ نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی اس رائے کی تائید کی، اس پر حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے ہاں سے مصحف الامام'' (مصحف ام) منگوالیا، پھر ایک چار رکنی کمیٹی تشکیل دی جن میں درج ذیل صحابہ کرام شامل تھے:

۱۔ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ

۲۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

۳۔ حضرت سعید بن العاصؓ

۴۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ہشامؓ

ان اصحاب کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ مصحف امام (یا مصحف ام) کو مرتب صورت میں لکھ کر کتابی شکل دیں، اس پر انہوں نے اس کام کو اس طریقے سے سرانجام دیا کہ:

۱۔ تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ملا کر ایک مصحف میں لکھا۔

۲۔ پھر قرآن کے کل سات نسخے تیار کیے، جو حضرت عثمانؓ کے حکم سے کوفہ، بصرہ، شام، مکہ، یمن، اور بحرین بھجوا دیئے گئے اور ان کے ساتھ ایک قاری بھی اسے پڑھ کر سنانے کے لیے بھیجا گیا۔

۳۔ قرآن کا رسم الخط ایسا اختیار کیا گیا جس میں تمام قرائتیں اور لہجے آجائیں۔

۴۔ قرآن مجید کے ساتھ معیاری نسخے اور نقلیں تیار کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ نے وہ تمام انفرادی نسخے جو مختلف صحابہ کرامؓ کے پاس ذاتی طور پر تھے ان کو نذر آتش کر دیا، تاکہ مسلمانوں کے درمیان قرآن پڑھنے کے بارے میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے ایک نسخہ مدینے میں اپنے پاس رکھا اور باقی چھ (٦) نسخے ملک کے دوسرے صوبوں......کوفہ، بصرہ، شام، مکہ، یمن اور بحرین۔ میں بھجوا دیئے، ساتھ ان کو پڑھ کر سنانے والا ایک ایک قاری بھی ہر جگہ بھیج دیا۔

حضرت عثمانؓ کے اس کام کو حضرت علیؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ نے پسند کیا، امت مسلمہ پر حضرت عثمانؓ کا یہ بہت بڑا احسان ہے اور یہ ان کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے۔

مضمون نمبر......۳

قرآن کریم کی عظمت مغربی مفکرین کی نظر میں

ڈاکٹر موریس

مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے قرآن پاک تمام کتابوں پر فائق ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت کے آگے سارے جہان کے بڑے بڑے انشاء پرداز شاعر سر جھکاتے ہیں۔

موسیو اوجین کلاقل

قرآن مذہبی عقائد کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ ایک عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام پیش کرتا ہے۔

مسٹر اے ڈی ماریل

قرآن نے نظام تہذیب وتمدن پیدا کیا۔ شائستگی کی روح پھونکی۔

جان جوک ولیک

تھوڑی عربی جاننے والے قرآن حکیم کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اگر وہ خوش نصیبی سے کبھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزہ نما قوت بیان سے تشریح سنتے تو یقیناً یہ اشخاص بے ساختہ سجدہ میں گر پڑتے اور سب سے پہلی آواز ان کے منہ سے یہ نکلتی کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ہاتھ پکڑ لیجئے اور ہمیں اپنے پیروؤں میں شامل کر کے عزت اور شرف دینے میں دریغ نہ فرمایئے۔

جان ڈیون پورٹ

قرآن مجید ایک عام مذہبی، تمدنی، ملکی، تجارتی، دیوانی اور فوجداری وغیرہ کا ضابطہ ہے۔

گوئٹے

قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دل فریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر متعجب کرتی ہے اور آخرایک رقت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔اسی طرح یہ کتاب تمام زبانوں میں اثر کرتی رہے گی۔

ڈاکٹر لڈولف کریہل

قرآن میں عقائد واخلاق اوران کی بناء پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے۔

مسٹر کارلائل

میرے نزدیک قرآن کے تمام معنی میں سچائی کا جوہر موجود ہے۔یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو خوبیاں ہوسکتی ہیں اپنے میں رکھتی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کی توصیف صرف اسی سے ہوسکتی ہے۔

مسٹر آسٹین لی لین پول

قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی،علوم وحقائق سکھائے،ظالموں کو رحمدل اور وحشیوں کو پرہیزگار بنادیا۔اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہوجاتے اور دنیا کے باشندے برا۔ ۔ م انسان رہ جاتے۔

کاؤنٹ ٹالسٹائی

قرآن حکیم عالم انسانی کے لئے ایک بہترین راہبر ہے۔اس میں تہذیب ہے، شائستگی ہے،تمدن ہے،معاشرت ہےاوراخلاق کی اصلاح کے لئے ہدایت ہے۔

سر ولیم میور

ہم نہایت قوی قیاس سے کہتے ںیا کہ قرآن کی ہرایک آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر عرف اور صحیح الفاظ ہیں۔

مسٹر طامس کارلائل

قرآن پاک ایک آسان اور عام فہم کتاب ہے۔یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جب ہر طرف گمراہی کے اندھیرے تھے۔

ڈاکٹر فرک مورخ جرمنی

قرآن حکیم کی عبارت کسی فصیح و بلیغ اور مضامین کے لئے عالی ولطیف ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ناصح امین نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی الٰہی بیان کر رہا ہے۔

ڈاکٹر سیل

قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں لاسکتا۔

ڈاکٹر آرنلڈ

اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ کامل ہیں۔

ڈاکٹر گاڈفری ہنگسن

قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نئے نئے مسلمان پیدا کر لیتی ہے۔

پروفیسر ایڈورڈ مونٹے

قرآن پاک وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید کو ایسی پاکیزگی اور نفاست و جبروت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں۔

ڈاکٹر جے جی پول

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیران کر دینے والی کتاب ہے۔

پادری وال رمیس ڈیڈی

قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے۔

روج مار گولوت

قرآن مجید مسلمہ طور پر تمام آسمانی کتب پر ممتاز مقام رکھتا ہے۔

ڈاکٹر لڈوف کوھیل

قرآن میں عقائد واخلاق اور ان کی بناء پر قانون کا مکمل مجموعہ ہے۔

مسٹر ایس لیڈر

تعلیم قرآن سے فلسفہ وحکمت کا ظہور ہوا اور ایسی ترقی کی کہ اپنے عہد کی بڑی بڑی یورپین سلطنت کی تعلیم سے بڑھ گیا۔

میجر لیونارڈ

قرآن کی تعلیم بہترین اور انسانی دماغوں پر نقش ہو جاتی ہے۔

ایچ جی ویلز

قرآن نے مسلمانوں کو ایسی مواخات کے بندھن میں باندھ رکھا ہے جو نسل اور زبانوں کے فرق کے پابند نہیں۔

مسٹر جیٹی پٹانی

قرآن نے بے شمار انسانوں کے اعتقاد اور چال چلن پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔

پادری والرشن ڈی ڈی

قرآن کا مذہب امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔

ڈیون چارٹ

قرآن مجید مسلمانوں کا مشترکہ قانون ہے۔ معاشرتی، ملکی، تجارتی، فوجی، عدالتی اور تعزیری سب ہی معاملات اس میں ہیں باوجود اس کے یہ ایک مذہبی کتاب ہے اس نے ہر چیز کو با قاعدہ بنا دیا۔

مسٹر روڈول

جتنا بھی ہم قران پاک کو الٹ پلٹ کر دیکھیں۔ اسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی خوبی نئے نئے پہلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے لیکن فوراً ہی ہمیں مسخر کر لیتی ہے۔

جارج سیل

قرآن حکیم بے شک عربی کی سب سے بہتر اور سب سے مستند کتاب ہے۔ کسی انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑا معجزہ ہے۔

ریورنڈ جی ایم راڈویل

قرآن مجید کی تعلیم نے بت پرستی مٹائی، جنات اور مادیات کا شرک مٹایا، اللہ کی عبادت قائم کی اور بچیوں کے قتل کی رسم کو نیست ونابود کر دیا۔

پروفیسر پی کے ہٹی

قرآن ایک مذہبی کتاب ہی نہیں بلکہ یہ سائنس اور سیاسی دستاویزات کا کتابچہ ہے۔ جس میں زمین پر خدائی حکومت کے لئے قوانین درج ہیں۔

لادی جوری ڈکی

اسلامی قانون کے تحت عورتوں کے عام حقوق کو وسیع تر کر دیا ہے بہ نسبت ان قوانین کے جنہیں آج ہم قانون خیال کرتے ہیں۔

مسٹر بساحنا کومر بوس

قرآن پاک صداقتوں اور حقیقتوں کی زندہ مثال ہے۔

ہرتو یگ ہیرچفلد

جب ہم قرآن مجید کو تمام علوم کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں تو ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ قرآن کے تمام موضوعات اعلیٰ سطح اور مہارت پرمبنی ہیں۔

مسٹر بوسورتھ اسمتھ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ قرآن پاک مستقل اور دائمی معجزہ ہے اور میں مانتا ہوں کہ یہ ایک معجزہ ہے۔

ڈاکٹر گبن

قرآن مجید وحدانیت کا بڑا گواہ ہے۔ ایک موحد فلسفی اگر مذہب قبول کرسکتا ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔ غرض سارے جہان میں قرآن کی نظیر نہیں مل سکتی۔

بابوبین چندر پال

قرآنی قانون ایک تاجدار سے لے کر ادنیٰ ترین افراد و رعایا تک حاوی ہے۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جو ایک معقول ترین علم فقہ پر مشتمل ہے جس کی نظیر اس دنیا میں نہیں ملتی۔

مضمون نمبر......۴

چند خصوصیات قرآنی

قوتِ تاثیر

یہ کتاب قوتِ تاثیر میں دنیا کی تمام کتابوں پر فضیلت رکھتی ہے، ایسی تاثیر کہ کافر بھی سنتے تو متوجہ ہو جاتے، اس لئے کہتے تھے۔

﴿لاتسمعوا لهذا القران والغوا فيه لعلكم تغلبون﴾

اس قرآن کو نہ سنو اور شور مچاؤ تا کہ تم غالب آجاؤ۔

قوت تاثیر میں یہ کتاب اپنا ثانی نہیں رکھتی، نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ جو بھی آتا اس کے سامنے قرآن پڑھتے تھے **﴿قرأ عليهم القران تلا عليهم القران﴾** چنانچہ عکاظہ کے میلہ میں جب لوگ واپس جا رہے ہوتے آپ راستے پر بیٹھ کر قرآن پڑھتے، لوگ سنتے ایسے متاثر ہوتے کہ گھروں کی بجائے آپ ﷺ کے قدموں میں بیٹھ جاتے۔

دنیا میں ایسی کوئی کتاب نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تاثیر رکھی ہو، اس کے الفاظ، اس کے معانی سینوں میں اترتے چلے جاتے ہیں، حضرت مرشد عالمؒ فرماتے تھے کہ دریاؤں کا راستہ کون بناتا ہے؟ جس طرح دریا اپنا راستہ خود بنالیتا ہے، یہ قرآن وہ دریائے رحمت ہے جو لوگوں کے سینوں میں اپنا راستہ خود بنالیتا ہے، قوت تاثیر میں یہ کتاب دنیا کی تمام کتابوں سے فائق اور بلند ہے۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا ۔۔۔ اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ۔۔۔ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

سہولتِ حفظ

سہولت حفظ میں بھی اس کتاب کا کوئی ثانی نہیں ہے، دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کے حافظ موجود ہوں مگر یہ وہ کتاب ہے جس کے لاکھوں حافظ موجود ہیں بڑی عمر کے بھی اور چھوٹی عمر کے بھی، کچھ عرصہ پہلے کراچی میں ایک عمر رسیدہ شخص نے حفظ مکمل کیا جس کی بھویں اور پلکیں تک سفید تھیں اس کے جسم پر کوئی سیاہ بال نظر نہیں آتا تھا، اس بڑھاپے کی عمر میں انہوں نے قرآن پاک کا حفظ مکمل کیا یہ اس قرآن کا اعجاز ہے، ہارون الرشید کے سامنے ایک ایسا بچہ لایا گیا جس کی عمر پانچ سال تھی اور وہ قرآن پاک کا حافظ تھا، سبحان اللہ! کتاب میں لکھا ہے کہ جب اس کا والد اس بچے کو ہارون الرشید کے سامنے قرآن سنانے کے لئے لایا تو وہ اپنے ابو سے جھگڑ رہا تھا کہ مجھے گڑ کی ڈلی لے کر دو گے یا نہیں، باپ کہتا ہے حاکم وقت کو قرآن سناؤ اور بچہ کہتا ہے کہ پہلے یہ بتاؤ کہ گڑ دو گے یا نہیں ،سبحان اللہ! عمر اتنی چھوٹی اور حفظ کا یہ عالم کہ ہارون الرشید نے پانچ جگہوں سے سنا اس بچہ نے ٹھیک ٹھیک سنا دیا، پانچ سال کا بچہ جو گڑ لینے پر باپ سے جھگڑ رہا ہے الحمد اللہ! الحمد سے لے کر والناس تک قرآن کا حافظ ہے، یہ قرآن پاک کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اتنی چھوٹی عمر کے بچے بھی حافظ اور اتنی بڑی عمر کے بوڑھے بھی قرآن پاک کے حافظ ہیں یہ اعجاز صرف اسی کتاب کا ہے۔

کثرتِ تلاوت

اس کتاب کی جتنی کثرت سے تلاوت کی گئی ہے دنیا میں اتنی تلاوت کسی اور کتاب کی نہیں کی گئی چنانچہ امام اعظمؒ کے بارے میں یا کسی اور بزرگ کے بارے میں منقول ہے کہ اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے کو بلا کر مکان کے ایک کونے میں لے گئے اور فرمایا بیٹا اس جگہ پر گناہ نہ کرنا میں نے اس جگہ پر چھ ہزار مرتبہ قرآن مجید کو مکمل پڑھا ہے، امام اعظمؒ رمضان المبارک میں ترسیٹھ مرتبہ قرآن پاک مکمل کرتے تھے، تیس دن میں تیس رات میں اور تین تراویح میں، چونکہ بعض لوگوں کو امام اعظمؒ سے خدا واسطے کا بیر ہے وہ اس بات پر بڑا اعتراض کرتے

ہیں، کہتے ہیں دیکھو جی تریسٹھ قرآن کون پڑھ سکتا ہے؟ یہ تو دور کے زمانے کی بات ہے آیئے ہم آپ کو قریب زمانے کے اکابرین کا عمل پیش کرتے ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے اپنی ذمہ داری پر جو کتاب لکھوائی اس کا نام یادِ ایام ہے، اس میں فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں جو پارہ میں نے تراویح میں سنانا ہوتا تھا میں دن میں اسے تیس مرتبہ پڑھ لیا کرتا تھا۔

فاولئک ابائی فجئنی بمثلھم　　اذا جمعتنا یا جریر المجامع

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ فرماتے ہیں کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے کہ ترکی کے ایک عبداللہ نامی شخص نے تیس آدمیوں کی موجودگی میں آٹھ گھنٹوں میں قرآن پاک پڑھا مگر ہمارے ملکوں میں ریکارڈ اس سے زیادہ بہتر ہے، ایک مرتبہ بنوں کے ایک دینی مدرسہ میں حاضری ہوئی وہاں ایک عالم بڑے متقی پرہیز گار اور باخدا انسان ہیں اور اس عاجز سے محبت کا تعلق رکھتے ہیں ان کے مدرسہ میں ضبط قرآن کے لئے گردان بڑی مضبوط اور مشہور ہے، میں نے ان کی شہرت کا سبب پوچھا تو کہنے لگے ہم محنت اتنی کرواتے ہیں کہ پورا قرآن اچھی طرح یاد ہو جاتا ہے میں نے پوچھا کہ امتحان کیسے لیتے ہیں؟ کہنے لگے ہمارا تو یہ اصول ہے کہ ہم پانچ استاد بیٹھ جاتے ہیں اور بچے سے کہتے ہیں کہ پورا قرآن سناؤ آسان ٹیسٹ ہے قرآن سنانے میں جتنی جگہ غلطی ہوتی ہے یا اٹکن پیش آتی ہے، اٹکن کہتے ہیں روانی میں پڑھتے پڑھتے بندہ اٹک جائے تو پھر دوبارہ پڑھتے ہیں، وہ استاد غلطی بھی لکھتے ہیں اور اٹکن بھی لکھتے ہیں اور وقت بھی نوٹ کرتے ہیں، انہوں نے مجھے ایک بچہ دکھایا جس کے ریکارڈ میں تحریر تھا کہ اس بچے نے پانچ استادوں کی موجودگی میں چھ گھنٹے اور پینتیس منٹ میں اس طرح قرآن سنایا کہ نہ کوئی مشابہ لگا، نہ کوئی اٹکن پیش آئی، سبحان اللہ یہ بھی قرآن کا معجزہ ہے، یہ قراء کا کمال نہیں ہے، یہ کمال قرآن کا ہے کہ اتنے اچھے انداز سے پڑھا جاتا ہے۔

انبیاء کرام سے الزامات کو دور کرنے والی کتاب

انبیاء کرام پر جو الزامات لگائے گئے اللہ رب العزت نے اس کتاب کے ذریعے

ان الزامات کے جوابات دیئے۔ قوم نے حضرت صالح پر الزام لگایا، حضرت موسیٰؑ کو بھی نشانہ بنایا گیا اس کتاب کے ذریعے کفار کے الزامات اور اعتراضات کی قلعی کھول دی گئی، حتی کہ ایک جھوٹے نے نبی اکرم ﷺ پر بھی کچھ باتیں کیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تسلی دی اور الزام لگانے والے کی اوقات بھی کھول دی، ﴿ولا تطع کل حلاف مهين هماز مشاء بنميم مناع للخير معتد اثيم عتل بعد ذالک زنيم﴾ (آپ کسی ایسے شخص کے کہنے میں نہ آئیں جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل الاوقات ہے، طعن آمیز شرارتیں کرنے والا، چغلیاں لئے پھرنے والا، مال میں بخل کرنے والا، حد سے بڑھا ہوا، بدکار، سخت خواس کے علاوہ وہ بدذات ہے۔)

قوتِ استدلال میں بے مثال

یہ کتاب قوتِ استدلال میں بھی لاثانی ہے ایسا استدلال کہ عقل دنگ رہ جائے ﴿فبهت الذی کفر﴾ یعنی بڑے بڑے کفار اس قرآن کے جواب سے عاجز آگئے، یہ اللہ کا کلام ہے، شاہانہ کلام ہے، دورانِ تلاوت اسلوبِ بیان بتاتا ہے، یہ شاہانہ کلام ہے ﴿هو الذی خلق من الماء بشرا﴾ انداز تو دیکھو! کیسا شاہانہ ہے "جعله نسبا وصهرا وکان ربک قديرا" کیا عجیب کلام ہے ایک ایک لفظ دل میں اتر جاتا ہے، کیسی عظمت ہے تو قوتِ استدلال میں بھی اس کا کوئی ثانی نہیں، "کيف تکفرون بالله" کیسی ٹھوس بات ہے، یہ انداز صرف اللہ تعالیٰ ہی اختیار فرما سکتے ہیں، ایسی ٹھوس بات جس میں کمزوری کا کوئی شائبہ ہی نہیں ہے۔

"کيف تکفرون بالله وکنتم امواتا فاحياکم ثم يميتکم ثم يحييکم ثم اليه ترجعون"

مونس اور غمخوار کتاب

پریشان حال اور غمزدوں کو تسلی دینے والی کتاب ہے اور تو اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو اس کتاب کے پڑھنے سے تسلی مل جاتی تھی "کذالک لنثبت به فؤادک" اس

لئے فرمایا کہ میرے محبوب ﷺ ہم تھوڑا تھوڑا قرآن اس لئے نازل کرتے ہیں تاکہ آپ کے دل کو تسلی مل جائے یہ دلوں کو تسلی دینے والی کتاب ہے، کبھی آپ بڑے غمزدہ ہوں تو یہ نسخہ آزما کے دیکھیں، آپ اگر اپنے کاروبار کی وجہ سے پریشان ہیں یا اپنے گھر میں کسی بندے کے رویہ کی وجہ سے پریشان ہوں تو آپ اس حالت میں اللہ کے قرآن کو پڑھنا شروع کر دیں چند صفحات پڑھنے کے بعد آپ کو یہ کتاب سکون مہیا کرے گی، آپ کے تمام غم غلط ہو جائیں گے۔ چنانچہ ہمارے اسلاف اسے رات کی تنہائیوں میں پڑھتے تھے اور سکون حاصل کرتے تھے، آپ بھی اسے پڑھیے دلوں کو تسلی ملے گی۔

اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے

اس کتاب کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے ساری عمر مفسرین اس کتاب کے سمندر میں غوطہ زن رہے ہر مرتبہ انہیں نئے نئے موتی ملتے رہے وہ اس کے تمام رموز کا احاطہ نہ کرسکے، ہر بندے کو اپنے فن کی باتیں نظر آتی ہیں، مثلاً ایک آدمی اگر ڈاکٹر ہے تو اسے ڈاکٹری کی باتیں نظر آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے انسان کو پیدا فرمایا فجعلناہ سمیعا بصیرا "سمیع" اور "بصیر" بنایا ڈاکٹر اسے پڑھتا ہے تو یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ کان پہلے بننے چاہئیں اور آنکھیں بعد میں، تحقیق اور ریسرچ کے بعد معلوم ہوا کہ شکم مادر میں بچے کے کان پہلے بنتے ہیں اور آنکھیں بعد میں، سائنس کا یہ ایک فیکٹ ہے کہ انسان کے پورے جسم میں سب سے پہلے جو عضو مکمل ہوتا ہے وہ کان ہے سب سے پہلے دل نہیں بنتا، زبان نہیں بنتی، اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سر کو توازن میں دماغ رکھتا ہے، کانوں کے اندر پانی کی ٹیوبیں ہوتی ہیں، پانی کا لیول بدلنے کا سگنل دماغ کو ملتا ہے دماغ فیصلہ کرتا ہے کہ سر کا توازن ٹھیک نہیں ہے، بڑھاپے میں اس سسٹم کی خرابی کی وجہ سے لوگوں کے سر ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور انہیں بھی خبر نہیں ہوتی، چونکہ توازن کے قیام کے لئے دماغ کا سگنل کان کے ذریعے ملتا ہے اس لئے سب سے پہلے کان بنائے گئے۔ ایک کینیڈین ڈاکٹر نے کتاب لکھی جس کا نام "آیات قرآنی اور جدید سائنس" اس نے قرآن پاک کی پندرہ آیات پر سائنس کی روشنی میں بحث کی ہے آج سائنس

اس حقیقت کو ثابت کر رہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے اپنے محبوب کو عطا فرمائی۔ اب اگر کوئی انجینئر ہے تو اسے انجینئرنگ کے متعلق باتیں نظر آئیں گی، ایک صاحب کہنے لگے سول انجینئرنگ کا تذکرہ بھی قرآن میں ہے۔ جب سکندر ذوالقرنین نے دیوار بنائی تو اس نے کہا تھا "اٰتونی زبر الحدید" مجھے لوہے کے ٹکڑے دیجئے اس کا مطلب ہے کہ لوہا سیمنٹ کا استعمال پہلے سے ہے، اسی کو کنکریٹ کہتے ہیں کہنے لگا ہم بھی تو لوہا ہی باندھتے ہیں، اس نے کہا لوہے کے ٹکڑے سے مراد لوہے کے سریئے ہیں۔ اجی سریئے کا تذکرہ قرآن میں ہے چنانچہ کراچی اسٹیل مل میں انہوں نے اوپر لکھا ہوا ہے "وانزلنا الحدید فیه باس شدید" اب حدید والوں کو قرآن میں بھی حدید نظر آ گیا ہے سبحان اللہ۔

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک ریاضی کے پروفیسر کہنے لگے کہ جمع تفریق اور ضرب کا تصور قرآن نے دیا ہے، سورۃ الکہف میں ہے "وازدادوا تسعا" تین سو اور نو زیادہ کر لو یعنی جمع کر لو، اسی طرح حضرت نوح کے بارے میں فرمایا "الا خمسین عاما" کہ ہزار میں سے پچاس کو کم کر لو یہ تفریق کا تصور ہے۔ اسی طرح ضرب کا تصور بھی قرآن میں ہے فرمایا "واللہ یضاعف لمن یشاء بغیر حساب" (اللہ جس چیز کو چاہتا ہے بے حساب کئی گناہ کر دیتا ہے) بیرون ملک میں چونکہ عنوان بھی اسی طرح کے ہوتے ہیں، سائنسدانوں سے واسطہ پڑتا ہے اور سائنسدانوں کو جواب دینا ہوتا ہے، ایک مرتبہ ایک سائنسدان کہنے لگا کہ ہم نے قرآن مجید میں ایٹم اور مالیکیول کا تصور بھی ڈھونڈ لیا ہے۔

بہر حال اس کتاب کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے، پڑھنے والے پڑھتے رہیں گے، غور کرنے والے غور کرتے رہیں گے، طلب والے قرآن کے موتیوں اور ہیروں سے جھولیاں بھرتے رہیں گے، اپنی زندگیاں گزار کر جاتے رہیں گے اور یہ سمندر کی طرح بہتا رہے گا۔ علماء کے دل اس سے کبھی بھرتے نہیں ہیں قرآن ایک ایسی کتاب ہے اسے جتنا پڑھو گے ذوق وشوق تنا ہی بڑھے گا، لہٰذا یہ دنیا کی وہ کتاب ہے جس سے علماء کے دل کبھی سیراب نہیں ہوتے، اللہ رب العزت اس کتاب کے پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

(بحوالہ خطبات فقیر جلد چہارم)

مضمون نمبر......۵

قرآن کریم سے متعلق کچھ سوال اور جواب

قرآن مجید کے الفاظ کو بغیر معنی سمجھے ہوئے پڑھنا بھی عظیم مقصد ہے

سوال......اگر ایک آدمی عربی میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور وہ صرف طوطے کی طرح پڑھے جاتا ہے، مگر اسے یہ پتہ نہیں کہ اس نے جو کچھ پڑھا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ صرف اسے اتنا پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب پڑھ رہا ہوں، اب اس کا کیا مقصد ہوا؟ اس شخص کا اس طرح سے قرآن مجید پڑھنا اس کے واسطے محض انگریزی یا یونانی پڑھنے کے مترادف ہوا، اگر اسے ان کے معانی نہیں آتے، کیا اس شخص کو بغیر معنی کے قرآن مجید پڑھنے کا ثواب ملے گا؟ حالانکہ قرآن مجید پڑھنے کا مقصد اور مطلب تو یہ ہے کہ اس مقدس کتاب کو خوبصورتی سے پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، اگر مقصد صرف پڑھنے تک محدود رہے تو اس کا کیا فائدہ؟

جواب......قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت ایک مستقل وظیفہ ہے، جس کی قرآنِ کریم اور حدیثِ نبویؐ میں ترغیب دی گئی ہے، اور اس کو مقاصدِ نبوّت محمدیہ میں سے ایک مستقل مقصد قرار دیا گیا ہے، اور قرآنِ کریم کے الفاظ کو طوطے کی طرح رٹنے، حفظ کرنے اور اس کی تلاوت کرنے کا اجر وثواب بیان فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے معنی ومفہوم کو سمجھنا ایک مستقل وظیفہ ہے، اس کا الگ اجر وثواب ہے، اور سمجھ کر اس کے احکام پر عمل کرنا یہ سب سے اہم تر مقصد ہے، اور ایک مسلمان کو اپنی ہمت و بساط کے مطابق کلام اللہ کی تلاوت بھی کرنی چاہئے، اس کے الفاظ بھی یاد کرنے چاہئیں، اس کے معنی ومفہوم کو بھی ضرور سمجھنا چاہئے، اور ارشاداتِ خداوندی پر عمل بھی کرنا چاہئے، مگر بے سمجھے پڑھنے کو بے

فائدہ کہنا دُرست نہیں، بلکہ گستاخی و بے ادبی ہے، جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔

یاد رکھئے قرآن مجید کی تلاوت ایک مستقل عبادت اور اعلیٰ ترین عبادت ہے، اس کے مفہوم و معنی کو سمجھنا مستقل عبادت ہے، اور پھر اس پر عمل کرنا الگ عبادت ہے۔ قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین وظائف ذکر فرمائے گئے ہیں:

۱: تلاوتِ آیات۔ ۲: تعلیم کتاب و حکمت۔ ۳: تزکیہ۔

یہ انہی تین عبادتوں کی طرف اشارہ ہے جو اُوپر ذکر کی گئی ہیں، اس لئے معنی سمجھے بغیر قرآنِ کریم کی تلاوت کو بے کار سمجھنا غلط ہے، کیا یہ نفع کم ہے کہ قرآنِ کریم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں؟ بہرحال قرآن مجید کی تلاوت تو ہر مسلمان کا وظیفہ ہونا چاہئے، خواہ معنی سمجھے یا نہ سمجھے۔ اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ توفیق اور ہمت دے تو معنی سمجھنے کی کوشش کی جائے، مگر صرف قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھ کر قرآن مجید کی آیت کا مفہوم اپنے ذہن سے نہ گھڑ لیا جائے، بلکہ جہاں اِشکال ہو اہلِ علم سے سمجھ لیا جائے۔

سوال...... روزنامہ جنگ مؤرخہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۲ء کے صفحہ:۳ پر ایک حدیث بحوالہ مسلم رقم ہے، عنوان ہے: "طلبِ علم کا صلہ" اس حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان درج ہے کہ: "جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں اکٹھے ہوکر اللہ کی کتاب پڑھتے اور اس پر بحث و گفتگو کرتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمانی سکون نازل ہوتا ہے، رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے، فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے فرشتوں کی مجالس میں فرماتے ہیں۔" اس حدیث شریف میں قرآن شریف پڑھنے اور اس کے معانی و حکمت پر گفتگو اور بحث کرنے کی برکات کا ذکر ہے، اور اشارہ ملتا ہے کہ لوگ قرآنِ کریم کے معانی و مطالب اور حکمت و فلسفہ کو موضوعِ گفتگو بنائیں، اور یوں اس کو سمجھنے سمجھانے کی کوشش کریں۔ لیکن فی زمانہ دیکھا گیا ہے کہ قرآنِ کریم کی صرف تلاوت یعنی پڑھ لینے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے اور اللہ سے ثواب (اجر) حاصل کرنے کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے، یہ رویہ نہ صرف کم علم عوام کا ہے بلکہ اچھے پڑھے لکھے بھی قرآنِ کریم کی لفظی تلاوت سے آگے بڑھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ یہی نہیں بلکہ اکثر

علماء قرآنِ کریم کے مطالب اور حکمت پر بحث و گفتگو سے مسلمانوں کو منع کرتے ہیں اور صرف تلاوت کو ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اسی پر زور دیتے ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ آپ اس بات پر روشنی ڈالیں کہ اس حدیث شریف کی روشنی میں مسلمانوں کو کون سی عملی راہ اختیار کرنی چاہئے؟

نیز یہ بات کس حد تک دُرست ہے کہ قرآنِ کریم کو بغیر سمجھے بھی تلاوت کی جائے تو بھی ثواب (اجر) ملتا ہے؟ عموماً ہم کوئی بھی کتاب پڑھتے ہیں، تو اسے سمجھتے ہیں، ورنہ پڑھتے ہی نہیں، بغیر سمجھے کسی کتاب کا پڑھنا عجیب سی بات ہے، پھر قرآنِ کریم جو انسانوں کے لئے ایک مستقل حقیقی سرچشمہ ہدایت ہے، اسے سمجھے بغیر یعنی یہ معلوم کئے بغیر کہ اس میں ہمارے لئے کیا ہدایت اور رہنمائی ہے تو پڑھنے سے ثواب کے کیا معنی ہیں؟ اور ثواب یعنی اجر تو اس ہدایت کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے، ایک مسلمان کے لئے ایمان و عمل کی شرائط بھی اسی صورت میں پوری ہوسکتی ہیں کہ قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھا جائے، اس سوال پر بھی روشنی ڈالئے تاکہ مسلمانوں کی فلاح کا راستہ کھل سکے۔

جواب...... قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب الگ ہے، جو صحیح احادیث میں وارد ہے، اور قرآنِ کریم کے معانی و مطالب کو سیکھنے کا ثواب الگ ہے، جہاں تک مجھے معلوم ہے کسی عالمِ دین نے قرآنِ کریم کے معنی و مفہوم کو سمجھنے سے منع نہیں کیا، البتہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ انہوں نے قرآنِ کریم کو سمجھا نہیں ہوتا، مگر وہ اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب گھڑ کر بحث شروع کر دیتے ہیں، ایسی بحث سے علماء ضرور منع کرتے ہیں، کیونکہ ایک تو اس بحث کا منشاء جہلِ مرکب ہے، پھر ایسی بحث کی حدیث میں مذمت بھی آئی ہے، چنانچہ جامع صغیر (ج:۱ ص:۱۴۴) میں مستدرک حاکم کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے: "الجدال فی القرآن کفر" یعنی قرآن میں کج بحثی کرنا کفر ہے۔ الغرض قرآنِ کریم کی تلاوت کو بیکار سمجھنا بھی صحیح نہیں، قرآنِ کریم کے مطالب سیکھنے اور پڑھنے کی کوشش نہ کرنا بھی غلط ہے، اور قرآنِ کریم کا صحیح علم حاصل کئے بغیر بحث شروع کر دینا بھی غلط ہے۔

سوال...... وہ لوگ جنہیں کسی بھی وجہ سے قرآن مجید پڑھنے کا موقع نہیں ملا، مگر

اب ان کا تجسس مقدس کتاب پڑھنے کے بارے میں بڑھ رہا ہے، اور اب وہ عمر کی اس حد میں پہنچ چکے ہیں کہ عربی زبان میں پڑھنا مشکل ہوگیا ہے، تو وہ ترجمہ ہی پڑھ کر اپنے علم کو وسعت دینا چاہتے ہیں، اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں۔ اگر کسی صاحب نے آپ کے جوابات کو غور سے پڑھا ہوگا تو وہ ایسا کرنے سے ضرور گریز کرے گا، کیونکہ اسے یہ پتہ چلا ہوگا کہ محض ترجمہ پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اب اسے جو بھی تھوڑا سا ثواب ملنے کا امکان تھا، اس سے بھی محروم رہ جائے گا، اس طرح گناہ کا موجب کون ہوگا؟

جواب...... ایک ایسا شخص جو عربی الفاظ پڑھنے سے قاصر ہے، وہ اگر "اُردو قرآن" پڑھے گا تو اسے قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب نہیں ملے گا۔ رہا صرف "اُردو قرآن" پڑھ کر اَحکامِ خداوندی کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا! یہ جذبہ تو بہت قابلِ قدر ہے، مگر تجربہ یہ ہے کہ بغیر اُستاذ کے نہ یہ قرآنِ کریم کا مفہوم صحیح سمجھے گا، نہ منشاءِ خداوندی کے مطابق عمل پیرا ہو سکے گا۔ ایسے حضرات کو واقعی قرآنِ کریم سمجھنے کا شوق ہے تو ان کے لئے مناسب تدبیر یہ ہے کہ وہ کسی عالمِ حقانی سے سبقاً سبقاً پڑھیں اور اگر اتنی فرصت بھی نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور کریں کہ اُردو ترجمہ دیکھ کر جو مفہوم ان کے ذہن میں آئے اس پر اعتماد نہ کریں، بلکہ کسی عالم سے اس کی تصدیق کرالیا کریں کہ ہم نے فلاں آیت کا جو مفہوم سمجھا ہے، آیا صحیح سمجھا ہے؟ اور اس سے بھی اچھی صورت یہ ہے کہ کسی عالمِ حقانی کے مشورے سے کسی تفسیر کا مطالعہ کیا کریں اور اس میں جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ پوچھ لیا کریں۔

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں۔

ہم قرآن شریف کو عربی میں کیوں پڑھتے ہیں، جبکہ ہم عربی نہیں سمجھتے؟ اس کی ضرور کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی، اسلام کی مشہور و معروف کتابوں میں اگر اس کی وجہ نہیں ہے، تو پھر عقلی وجہ ایسا کرنے کی کوئی سمجھ میں نہیں آتی، یہ بتایا جائے کہ کون سا طریقہ بہتر ہے، عربی میں قرآن شریف کی تلاوت کرنا یا اس کا انگریزی ترجمہ پڑھنا؟ یہاں امریکہ میں زندگی بہت مصروف ہے، اور لوگوں کے پاس بہت سارے کام کرنے کا وقت نہیں ہے، لہٰذا یہاں

مسلمان مرد و عورت کہتے ہیں کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتے، کیونکہ وہ وضو کر کے کسی کونے میں بیٹھ کر قرآن نہیں پڑھ سکتے، جو ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔

کافر مذاق کرتے ہیں کہ صرف ایک قرآن پڑھنے کے لئے کتنے کام کرنے پڑتے ہیں، یہ مانتے ہیں کہ وہ ایک مقدس کتاب ہے، لیکن بائبل بھی مقدس کتاب ہے اور ہم وہ کتاب کسی بھی وقت میں پڑھ سکتے ہیں، ہم زیادہ تر رات کو سوتے وقت بستر میں پڑھتے ہیں۔ کیا قرآن بھی اس طریقے سے پڑھا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے؟

جواب...... آپ کے سوال کا تجزیہ کیا جائے تو یہ چند اجزاء پر مشتمل ہے، اس لئے مناسب ہے کہ ان پر الگ الگ گفتگو کی جائے اور چونکہ یہ آپ کا ذاتی مسئلہ نہیں، بلکہ آپ نے امریکہ کی مسلم برادری کی نمائندگی کی ہے، اس لئے مناسب ہوگا کہ قدرے تفصیل سے لکھا جائے۔

ا:...... آپ دریافت کرتے ہیں کہ ہم قرآنِ کریم کو عربی میں کیوں پڑھتے ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

تمہیداً پہلے دو مسئلے سمجھ لیجئے! ایک یہ کہ قرآنِ کریم کی تلاوت نماز میں تو فرض ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی، (میں یہاں یہ تفصیلات ذکر نہیں کرتا کہ نماز میں قرأت کی کتنی مقدار فرض ہے؟ کتنی مسنون ہے؟ اور یہ کہ کتنی رکعتوں میں فرض ہے؟ اور کس کے ذمہ فرض ہے؟)۔ لیکن نماز سے باہر قرآنِ کریم کی تلاوت فرض و واجب نہیں، البتہ ایک عمدہ ترین عبادت ہے، اس لئے اگر کوئی شخص نماز سے باہر ساری عمر تلاوت نہ کرے تو کسی فریضے کا تارک اور گناہگار نہیں ہوگا، البتہ ایک بہترین عبادت سے محروم رہے گا، ایسی عبادت جو اس کی رُوح و قلب کو منور کر کے رشکِ آفتاب بنا سکتی ہے، ایسی عبادت جو اس کی قبر کے لئے روشنی ہے، اور ایسی عبادت جو حق تعالیٰ شانہ سے تعلق و محبت کا قوی ترین ذریعہ ہے۔

دُوسرا مسئلہ یہ کہ جس شخص کو قرآنِ کریم کی تلاوت کرنی ہو، خواہ وہ نماز کے اندر تلاوت کرے یا نماز سے باہر، اس کو قرآنِ کریم کے اصل عربی متن کی تلاوت لازم ہے،

تلاوتِ قرآن کی فضیلت صرف عربی متن کی تلاوت پر حاصل ہوگی، وہ اس کی اُردو، انگریزی یا کسی اور زبان کے ترجمہ پڑھنے پر حاصل نہیں ہوگی، اس لئے مسلمان قرآنِ کریم کے عربی متن ہی کی تلاوت کو لازم سمجھتے ہیں، ترجمہ پڑھنے کو تلاوت کا بدل نہیں سمجھتے اور اس کی چند وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:......قرآنِ کریم ان مقدس الفاظ کا نام ہے جو کلامِ الٰہی کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، گویا قرآنِ کریم حقیقت میں وہ خاص عربی الفاظ ہیں جن کو قرآن کہا جاتا ہے، چنانچہ متعدد آیاتِ کریمہ میں قرآنِ کریم کا تعارف قرآنِ عربی یا لسانِ عربی کی حیثیت سے کرایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"وکذٰلک أنزلنٰه قرانًا عربیًّا" (۱۱۳:۲۰)

"قرانًا عربیًّا غیر ذی عوج لعلھم یتّقون" (۲۸:۳۹)

"انّا أنزلنٰه قرانًا عربیًّا لعلکم تعقلون" (۲:۱۲)

"کتٰب فصلت ایٰته قرانًا عربیًّا" (۳:۴۱)

"وکذٰلک أوحینا الیک قرانًا عربیًّا" (۷:۴۲)

"انّا جعلنٰه قرانًا عربیًّا لعلکم تعقلون" (۳:۴۳)

"وکذٰلک أنزلنٰه حکمًا عربیًّا" (۳۷:۱۳)

"وھٰذا کتٰب مصدق لسانًا عربیًّا" (۱۲:۴۶)

"وھٰذا لسان عربی مبین" (۱۰۳:۱۶)

"بلسان عربی مبین" (۱۹۵:۲۶)

اور جب یہ معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم، عربی کے ان مخصوص الفاظ کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، تو اس سے خود بخود یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر قرآنِ کریم کے کسی لفظ کی تشریح متبادل عربی لفظ سے بھی کردی جائے تو وہ متبادل لفظ قرآن نہیں کہلائے گا، کیونکہ وہ متبادل لفظ منزل من اللہ نہیں، جبکہ قرآن وہ کلامِ الٰہی ہے جو جبریلِ امین علیہ السلام کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، مثلاً: سورۂ بقرہ کی

پہلی آیت میں: "لا ریب فیہ" کے بجائے اگر "لا شک فیہ" کے الفاظ رکھ دیئے جائیں تو یہ قرآن کی آیت نہیں رہے گی۔

الغرض جن متبادل الفاظ سے قرآنِ کریم کی تشریح یا ترجمانی کی گئی ہے وہ چونکہ وحیٔ قرآن کے الفاظ نہیں، اس لئے ان کو قرآن نہیں کہا جائے گا۔ ہاں! قرآنِ کریم کا ترجمہ یا تشریح و تفسیر ان کو کہہ سکتے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے فہم کے مطابق ترجمہ و تشریح کیا کرتا ہے، پس جس طرح غالبؔ کے اشعار کا مفہوم کوئی شخص اپنے الفاظ میں بیان کردے تو وہ غالبؔ کا کلام نہیں، بلکہ غالبؔ کے کلام کی ترجمانی ہے۔ اسی طرح قرآنِ کریم کا ترجمہ، خواہ کسی زبان میں ہو، وہ کلامِ الٰہی نہیں، بلکہ کلامِ الٰہی کی تشریح و ترجمانی ہے، اب اگر کوئی شخص اس ترجمہ و تشریح کا مطالعہ کرے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے کلامِ الٰہی کو پڑھا، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس نے قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان جو فرق ہے، وہی فرق اس کے اپنے کلام اور مخلوق کی طرف سے کی گئی ترجمانی کے درمیان ہے۔ اب جو شخص حق تعالیٰ شانہ سے براہِ راست ہم کلامی چاہتا ہو اس کے لئے صرف مخلوق کے کئے ہوئے ترجمہ و تفسیر کا دیکھ لینا کافی نہیں ہوگا، بلکہ اس کے لئے براہِ راست کلامِ الٰہی کی تلاوت لازم ہوگی۔ ہر مسلمان کی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ وہ قرآنِ کریم کا مفہوم خود اس کے الفاظ سے سمجھنے کی صلاحیت و استعداد پیدا کرے، لیکن اگر کسی میں یہ صلاحیت پیدا نہ ہو تب بھی قرآنِ کریم کی تلاوت کے انوار و تجلیات اسے حاصل ہوں گے، اور وہ تلاوت کے ثواب و برکات سے محروم نہیں رہے گا، خواہ معنی و مفہوم کو وہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ آپ ایک پھل یا مٹھائی لاتے ہیں، مجھے نہ تو اس کا نام معلوم ہے، نہ میں اس کے خواص و تاثیرات سے واقف ہوں، اس لاعلمی کے باوجود اگر میں اس پھل یا شیرینی کو کھاتا ہوں تو اس کی حلاوت و شیرینی اور اس کے ظاہری و باطنی فوائد سے محروم نہیں رہوں گا۔

دُوسری وجہ:...... بعض لوگ جو کلامِ الٰہی کی لذّت سے ناآشنا ہیں اور جنھیں کلامِ الٰہی اور مخلوق کے کلام کے درمیان فرق و امتیاز کی حس نہیں، ان کا کہنا ہے کہ قرآنِ کریم کے

پڑھنے سے مقصود اس کے معنی ومفہوم کو سمجھنا اور اس کے اَحکام وفرامین کا معلوم کرنا ہے، اور یہ مقصود چونکہ کسی ترجمہ وتفسیر کے مطالعے سے بھی حاصل ہوسکتا ہے، لہٰذا کیوں نہ صرف ترجمہ وتفسیر پر اکتفا کیا جائے؟ قرآنِ کریم کے الفاظ کے سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے پر کیوں وقت ضائع کیا جائے؟ مگر یہ ایک نہایت سنگین علمی غلطی ہے، اس لئے کہ جس طرح قرآنِ کریم کے معانی ومطالب مقصود ہیں، ٹھیک اسی طرح اس کے الفاظ کی تعلیم وتلاوت بھی ایک اہم مقصد ہے، اور یہ ایسا عظیم الشان مقصد ہے کہ قرآنِ کریم نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ نبوّت میں اوّلین مقصد قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"ربّنا وابعث فیهم رسولاً منهم یتلوا علیهم اٰیاتک ویعلمهم الکتٰب والحکمة ویزکیهم انک أنت العزیز الحکیم." (۱۲۹:۲)

ترجمہ:..."اے ہمارے پروردگار! اور اس جماعت کے اندر انہیں میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرّر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو (آسمانی) کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں، اور ان کو پاک کردیں، بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت کامل الانتظام۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"کما أرسلنا فیکم رسولًا منکم یتلوا علیکم اٰیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمة ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون." (۱۵۱:۲)

ترجمہ:..."جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک (عظیم الشان) رسول کو بھیجا تمہیں میں سے، ہماری آیات (واَحکام) پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں، اور (جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں، اور تم کو کتاب (الٰہی) اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں، اور تم کو ایسی (مفید) باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"لقد منّ الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولًا من أنفسهم یتلوا علیهم اٰیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین." (۱۶۴:۳)

ترجمہ:...... ”حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا، جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں، اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں، اور بالیقین یہ لوگ قبل سے صریح غلطی میں تھے۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

”هو الذي بعث في الأميين رسولًا منهم يتلوا عليهم اٰياته ويزكيهم ويعلمهم الكتٰب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين.“ (۶۲:۲)

ترجمہ:...... ”وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، اور ان کو (عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں، اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں) سکھلاتے ہیں، اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

جس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ نبوّت میں سے اوّلین فریضہ قرار دیا گیا ہو، اُمت کا اس کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ غیر ضروری ہے، کتنی بڑی جسارت اور کس قدر سوءِ ادب ہے...!

تیسری وجہ:...... قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: ”اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ“ (الحجر:۹)

یعنی ”ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“ قرآنِ کریم کی حفاظت کے وعدے میں اس کے الفاظ کی حفاظت، اس کے معنی کی حفاظت، اس کی زبان و لغت کی حفاظت سب ہی کچھ شامل ہے، اور عالمِ اسباب میں حفاظت کا یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر آج تک جماعتوں کی جماعتیں قرآنِ کریم کی خدمت میں مشغول رہیں، اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ گویا حفاظتِ قرآن کے ضمن میں ان تمام لوگوں کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے جو قرآنِ کریم کی خدمت کے کسی نہ کسی شعبے سے منسلک ہیں، ان خدامِ قرآن

میں سرفہرست ان حضرات کا نام ہے جو قرآنِ کریم کے الفاظ کی حفاظت میں مشغول ہیں، اور قرآنِ کریم کے الفاظ کی تعلیم و تعلّم میں لگے ہوئے ہیں، خواہ حفظ کر رہے ہوں یا ناظرہ پڑھتے پڑھاتے ہوں، اور اسی وعدۂ حفاظت کی کارفرمائی ہے کہ آج کے گئے گزرے زمانے میں (جس میں بقول آپ کے قرآن پڑھنے کی فرصت کس کو ہے؟) لاکھوں حافظِ قرآن موجود ہیں۔ جن میں چھ سات سال تک کے بچے بھی شامل ہیں، اب اگر الفاظِ قرآن کی تلاوت کو غیرضروری قرار دے کر اُمت اس کے پڑھنے پڑھانے کا شغل ترک کردے تو گویا قرآنِ کریم کا وعدۂ حفاظت ...نعوذ باللہ... غلط ٹھہرا۔ مگر اس وعدۂ محکم کا غلط قرار پانا تو محال ہے، ہاں! یہ ہوگا کہ اگر بالفرض اُمت قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو ترک کردے تو حق تعالیٰ شانہ ان کی جگہ ایسے لوگوں کو بروئے کار لائیں گے جو اس وعدۂ الٰہی کی تکمیل میں بسر و چشم اپنی جانیں کھپائیں گے، گویا اُمت کا اُمت کی حیثیت سے باقی رہنا موقوف ہے، قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت اور تعلیم و تعلّم پر، اگر اُمت اس فریضے سے منحرف ہوجائے تو گردن زدنی قرار پائے گی اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے گا، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

”وان تتولوا یستبدل قومًا غیرکم ثم لا یکونوا أمثالکم۔“ (محمد:۳۸)

ترجمہ:...... ”اور اگر تم روگردانی کروگے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دُوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یہاں یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جہاں قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، وہاں اسی حفاظتِ قرآن کے ضمن میں ان تمام علوم کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے، جو قرآنِ کریم کے خادم ہیں، ان علومِ قرآن کی فہرست پر ایک نظر ڈالیں تو ان میں بہت سے علوم ایسے نظر آئیں گے جن کا تعلق الفاظِ قرآن سے ہے، ان علوم کا اجمالی تعارف حافظ سیوطیؒ نے ”الاتقان فی علوم القرآن“ میں پیش کیا ہے، موصوفؒ نے علومِ قرآن کو بڑی بڑی ۸۰ انواع میں تقسیم کیا ہے، اور ہر نوع کے ذیل میں متعدد انواع درج کی ہیں، مثلاً: ایک نوع کا عنوان ہے: ”بدائع القرآن“ اس کے ذیل میں حافظ سیوطیؒ

لکھتے ہیں:

''۵۸ویں نوع ''بدائع القرآن'' میں اس موضوع پر ابنِ ابی الاصبع (عبدالعظیم بن عبدالواحد بن ظافر المعروف بابن ابی الاصبع المصری المتوفی ۶۵۴ھ) نے مستقل کتاب لکھی ہے، اور اس میں قریباً ایک سو انواع ذکر کی ہیں۔'' (الاتقان ج:۲ ص:۸۳)

الغرض قرآن کریم کے مقدس الفاظ ہی ان تمام علوم کا سرچشمہ ہیں، قرآنِ کریم کے معنی و مفہوم کا سمندر بھی انہی الفاظ میں موجزن ہے، اگر خدانخواستہ اُمت کے ہاتھ سے الفاظِ قرآن کا رشتہ چھوٹ جائے تو ان تمام علوم کے سوتے خشک ہو جائیں گے اور اُمت نہ صرف کلامِ الٰہی کی لذّت و حلاوت سے محروم ہو جائے گی، بلکہ قرآنِ کریم کے علوم و معارف سے بھی تہی داماں ہو جائے گی۔

چوتھی وجہ:...... کلامِ الٰہی کی تلاوت سے جو انوار و تجلیات اہلِ ایمان کو نصیب ہوتی ہیں، ان کا احاطہ اس تحریر میں ممکن نہیں، یہ حدیث تو آپ نے بھی سنی ہوگی کہ قرآنِ کریم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے اس کے بدلے میں ایک نیکی ہے، اور ہر نیکی دس گنا ملتی ہے (پس ہر حرف پر دس نیکیاں ہوئیں)، اور میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے، نہیں! بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، اور میم ایک حرف ہے (پس الٓمّٓ پڑھنے پر تیس نیکیاں ملیں)۔'' (مشکوٰۃ ص:۱۸۶)

قرآنِ کریم کی تلاوت کے بے شمار فضائل ہیں، جو شخص تلاوتِ قرآن کے فضائل و برکات کا کچھ اندازہ کرنا چاہے، وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجرِ مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کے رسالہ ''فضائلِ قرآن'' کا مطالعہ کرے۔ اب ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیوں کا جو وعدہ ہے، یہ تمام اجر و ثواب اور یہ ساری فضیلت و برکت قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت پر ہی ہے، محض انگریزی، اُردو ترجمہ پڑھ لینے سے یہ اجر حاصل نہیں ہوگا۔ پس جو شخص اس اجر و ثواب، اس برکت و فضیلت اور اس نور کو حاصل کرنا

چاہتا ہے اس کو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت کرے، جن سے یہ تمام وعدے وابستہ ہیں، واللہ الموفق لکل خیر و سعادۃ!

جہاں تک قرآنِ کریم کے ترجمہ وتفسیر کے مطالعے کا تعلق ہے! قرآنِ کریم کا مفہوم سمجھنے کے لئے ترجمہ وتفسیر کا مطالعہ بہت اچھی بات ہے، ترجمہ خواہ اُردو میں ہو، انگریزی میں ہو، یا کسی اور زبان میں ہو، البتہ اس سلسلے میں چند اُمور کی رعایت رکھنا ضروری ہے:

اوّل:...... وہ ترجمہ وتفسیر مستند ہو اور کسی محقق عالمِ ربانی کے قلم سے ہو، جس طرح شاہی فرامین کی ترجمانی کے لئے ترجمان کا لائقِ اعتماد اور ماہر ہونا شرط ہے، ورنہ وہ ترجمانی کا اہل نہیں سمجھا جاتا، اسی طرح احکم الحاکمین کی ترجمانی کے لئے بھی شرط ہے کہ ترجمہ کرنے والا دینی علوم کا ماہر، مستند اور لائقِ اعتماد ہو، آج کل بہت سے غیر مسلموں، بے دینوں اور کچے پکے لوگوں کے تراجم بھی بازار میں دستیاب ہیں، خصوصاً انگریزی زبان میں تو ایسے ترجموں کی بھرمار ہے جن میں حق تعالیٰ شانہ کے کلام کی ترجمانی کی بجائے قرآنِ کریم کے نام سے خود اپنے افکار و خیالات کی ترجمانی کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ جس شخص کے دین و دیانت پر ہمیں اعتماد نہ ہو، اس کے ترجمہ قرآن پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے جو حضرات ترجمہ وتفسیر کے مطالعے کا شوق رکھتے ہوں، ان کا فرض ہے کہ وہ کسی لائقِ اعتماد عالم کے مشورے سے ترجمہ وتفسیر کا انتخاب کریں، اور ہر غلط سلط ترجمہ کو اُٹھا کر پڑھنا شروع نہ کردیں۔

دوم:...... ترجمہ وتفسیر کی مدد سے آدمی نے جو کچھ سمجھا ہو اس کو قطعیت کے ساتھ قرآنِ کریم کی طرف منسوب نہ کیا جائے، بلکہ یہ کہا جائے کہ میں نے فلاں ترجمہ وتفسیر سے یہ مفہوم سمجھا ہے، ایسا نہ ہو کہ غلط فہمی کی وجہ سے ایک غلط بات کو قرآنِ کریم کی طرف منسوب کرنے کا وبال اس کے سر آجائے، کیونکہ منشائے الٰہی کے خلاف کوئی بات قرآنِ کریم کی طرف منسوب کرنا اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا ہے، جس کا وبال بہت ہی سخت ہے۔

سوم:...... قرآنِ کریم کے بعض مقامات ایسے دقیق ہیں کہ بعض اوقات ترجمہ وتفسیر کی مدد سے بھی آدمی ان کا احاطہ نہیں کرسکتا، ایسے مقامات پر نشان لگا کر اہلِ علم سے زبانی

سمجھ لیا جائے، اور اگر اس کے باوجود وہ مضمون اپنے فہم سے اُونچا ہو تو اس میں زیادہ کاوش نہ کی جائے۔

۲:......آپ دریافت فرماتے ہیں کہ: ''کون سا طریقہ بہتر ہے، عربی میں قرآن شریف کی تلاوت کرنا یا اس کا انگریزی ترجمہ پڑھنا؟''

ترجمہ پڑھنے کی شرائط تو میں ابھی ذکر کرچکا ہوں، اور یہ بھی بتاچکا ہوں کہ ترجمے کا پڑھنا، قرآنِ کریم کی تلاوت کا بدل نہیں۔ اگر دو چیزیں متبادل ہوں یعنی ایک چیز دُوسری کا بدل بن سکتی ہو، وہاں تو یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کون سی چیز بہتر ہے؟ جب ترجمے کا پڑھنا، قرآنِ کریم کی تلاوت کا بدل ہی نہیں، نہ اس کی جگہ لے سکتا ہے تو یہی عرض کیا جاسکتا ہے کہ قرآنِ کریم کے اجر وثواب اور انوار وتجلیات کے لئے تو مسلمانوں کو قرآن ہی کی تلاوت کرنی چاہئے، اگر معنی ومفہوم کو سمجھنے کا شوق ہو تو اس کے لئے ترجمہ وتفسیر سے بھی مدد لی جاسکتی ہے، اور اگر دونوں کو جمع کرنے کی فرصت نہ ہو تو بہتر صورت یہ ہے کہ ترجمے کے بجائے قرآنِ کریم کی تو تلاوت کرتا رہے اور دین کے مسائل اہلِ علم سے پوچھ پوچھ کر ان پر عمل کرتا رہے۔ اس صورت میں قرآنِ کریم کی تلاوت کا اجر وثواب بھی حاصل ہوتا رہے گا، اور قرآنِ کریم کے مقاصد یعنی دینی مسائل پر عمل کرنے کی بھی توفیق ہوتی رہے گی۔ لیکن اگر تلاوت کو چھوڑ کر ترجمہ خوانی شروع کردی تو تلاوتِ قرآن سے تو یہ شخص پہلے دن ہی محروم ہوگیا، اور ظاہر ہے کہ صرف ترجمہ پڑھ کر یہ شخص قرآنِ کریم کا ماہر نہیں بن سکتا، نہ دینی مسائل اخذ کرسکتا ہے، اس طرح یہ شخص دین پر عمل کرنے کی توفیق سے بھی محروم رہے گا۔ اور یہ سراسر خسارے کا سودا ہے!

آپ نے یہ عذر لکھا ہے کہ:

''یہاں امریکہ میں زندگی بہت مصروف ہے، اور لوگوں کے پاس بہت سارے کام کرنے کا وقت نہیں، لہٰذا یہاں مسلمان مرد اور عورت کہتے ہیں کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتے، کیونکہ وہ وضو کرکے کسی کونے میں بیٹھ کر قرآن نہیں پڑھ سکتے جو ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔''

آپ نے دورِ جدید کے مرد وزن کی بے پناہ مصروفیات کا جو ذکر کیا ہے، وہ بالکل صحیح

ہے، اور یہ صرف امریکہ کا مسئلہ نہیں، بلکہ قریباً ساری دُنیا کا مسئلہ ہے، آج کا انسان مصروفیت کی زنجیروں میں جس قدر جکڑا ہوا ہے اس سے پہلے شاید کبھی اس قدر پابندِ سلاسل نہیں رہا ہوگا۔

آپ غور کریں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ہماری ان بے پناہ مصروفیات کے دو بڑے سبب ہیں، ایک یہ کہ آج کے مشینی دور نے خود انسان کو بھی ایک خودکار مشین بنادیا ہے، مشینوں کی ایجاد تو اس لئے ہوئی تھی کہ ان کی وجہ سے انسان کو فرصت کے لمحات میسر آسکیں گے، لیکن مشین کی برق رفتاری کا ساتھ دینے کے لئے خود انسان کو بھی مشین کا کردار ادا کرنا پڑا۔

دوم یہ کہ ہم نے بہت سی غیرضروری چیزوں کا بوجھ اپنے اُوپر لادلیا ہے، آدمی کی بنیادی ضرورت صرف اتنی تھی کہ بھوک مٹانے کے لئے اسے پیٹ بھر کر روٹی میسر آجائے، تن ڈھانکنے کے لئے اس کو کپڑا میسر ہو، اور سردی گرمی سے بچاؤ کے لئے جھونپڑا ہو، لیکن ہم میں سے ہر شخص قیصر و کسریٰ کے سے ٹھاٹھ باٹھ سے رہنے کا متمنی ہے، اور وہ ہر چیز میں دُوسروں سے گوئے سبقت لے جانا چاہتا ہے، خواجہ عزیزالحسن مرحوم کے بقول:

یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا جیا کرتا ہے کیا یوں ہی مرنے والا؟
تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وہ لادین اور بے خدا قومیں جن کے سامنے آخرت کا کوئی تصوّر نہیں، جن کے نزدیک زندگی بس یہی دُنیا کی زندگی ہے، اور جن کے بارے میں قرآنِ کریم نے فرمایا ہے: "ان الذین لا یرجون لقائنا ورضوا بالحیٰوة الدنیا واطمأنوا بها والذین هم عن اٰیاتنا غافلون، اولٰئک ماواهم النار بما کانوا یکسبون۔"

(۱۰:۷،۸)

ترجمہ:......"البتہ جو لوگ اُمید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی، اور خوش ہوئے دُنیا کی

زندگی پر اور اسی پر مطمئن ہوگئے، اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں، ایسوں کا ٹھکانا ہے آگ، بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

وہ اگر دُنیوی مسابقت کے مرض میں مبتلا ہوتیں اور دُنیوی کروفر اور شان و شوکت ہی کو معراجِ کمال سمجھتیں، تو جائے تعجب نہ تھی، لیکن اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) جن کے دِل میں عقیدۂ آخرت کا یقین ہے اور جن کے سر پر آخرت کے محاسبہ کی، وہاں کی جزا و سزا کی اور وہاں کی کامیابی و ناکامی کی تلوار ہر وقت لٹکتی رہتی ہے، ان کی یہ آخرت فراموشی بہت ہی افسوسناک بھی ہے اور حیرت افزا بھی!

ہم نے غیروں کی تقلید و نقالی میں اپنا معیارِ زندگی بلند کرنا شروع کردیا، ہمارے سامنے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ زندگی موجود تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نمونے موجود تھے، اکابر اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی مثالیں موجود تھیں، مگر ہم نے ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ کیا، بلکہ اس کی دعوت دینے والوں کو احمق و کودن سمجھا، اور معیارِ زندگی بلند کرنے کے شوق میں زندگی کی گاڑی پر اتنا نمائشی سامان لاد لیا کہ اب اس کا کھینچنا محال ہوگیا، گھر کے سارے مرد و زن، چھوٹے بڑے اس بوجھ کے کھینچنے میں دن رات ہلکان ہو رہے ہیں، رات کی نیند اور دن کا سکون غارت ہوکر رہ گیا ہے، ہمارے اعصاب جواب دے رہے ہیں، نفسیاتی امراض میں اضافہ ہو رہا ہے، علاج معالجے میں ۷۵ فیصد مسکن دوائیاں استعمال ہو رہی ہیں، خواب آور دوائیں خوراک کی طرح کھائی جارہی ہیں، ناگہانی اموات کی شرح حیرت ناک حد تک بڑھ رہی ہے، لیکن کسی بندۂ خدا کو یہ عقل نہیں آتی کہ ہم نے نمود و نمائش کا یہ بارِ گراں آخر کس مقصد کے لئے لاد رکھا ہے؟ نہ یہی خیال آتا ہے کہ اگر موت اور موت کے بعد کی زندگی برحق ہے، اگر قبر کا سوال و جواب اور ثواب و عذاب برحق ہے، اگر حشر و نشر، قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور جنت و دوزخ برحق ہیں، تو ہم نمود و نمائش کا جو بوجھ لادے پھر رہے ہیں، اور جس کی وجہ سے اب چشم بدڈور ہمیں قرآنِ کریم کی تلاوت کی بھی فرصت نہیں رہی، یہ قبر و حشر میں ہمارے کس کام آئے گا؟

"سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا!"

کا تماشا شب و روز ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، نمود و نمائش اور بلند معیارِ زندگی کے خبطی مریضوں کو ہم خالی ہاتھ جاتے ہوئے دن رات دیکھتے ہیں، لیکن ہماری چشمِ عبرت وا نہیں ہوتی۔

ایک حدیث شریف کا مضمون ہے کہ آدمی جب مرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں کہ: اس نے آگے کیا بھیجا؟ اور لوگ کہتے ہیں کہ: اس نے پیچھے کیا چھوڑا؟ (مشکوٰۃ ص:۴۴۵)

اب جب ہمارا انتقال ہوگا، جب ہمیں قبر کے تاریک خلوت خانے میں رکھ دیا جائے گا اور فرشتے پوچھیں گے کہ: یہاں کے اندھیرے کی روشنی قرآنِ کریم کی تلاوت ہے، یہاں کی تاریکی دُور کرنے کے لئے تم کیا لائے ہو؟ تو وہاں کہہ دیجئے گا کہ ہماری زندگی بڑی مصروف تھی، اتنا وقت کہاں تھا کہ وضو کرکے ایک کونے میں بیٹھ کر قرآنِ کریم پڑھیں۔

اور جب میدانِ حشر میں بارگاہِ خداوندی میں سوال ہوگا کہ جنت کی قیمت ادا کرنے کے لئے کیا لائے؟ تو وہاں کہہ دیجئے کہ میں نے بڑی سے بڑی ڈگریاں حاصل کی تھیں، امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں اتنے بڑے عہدوں پر فائز تھا، میں نے فلاں فلاں چیزوں میں نام پیدا کیا تھا، بہترین سوٹ زیبِ تن کرتا تھا، شاندار بنگلے میں رہتا تھا، کاریں تھیں، بینک بیلنس تھا، میرے پاس اتنی فرصت کہاں تھی کہ آخرت کی تیاری کروں، پانچ وقت مسجد میں جایا کروں، روزانہ کم سے کم ایک پارہ قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کروں، تسبیحات پڑھوں، دُرود شریف پڑھوں، خود دین کی محنت میں لگوں اور اپنی اولاد کو قرآن مجید حفظ کراؤں.....؟ مجھے بتائیے! کہ کیا مرنے کے بعد بھی قبر اور حشر میں بھی ہم اور آپ یہی جواب دیں گے کہ: جناب! امریکی مردوں اور عورتوں کے پاس اتنی فرصت کہاں تھی کہ باوضو ایک کونے میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کیا کریں؟ نہیں...! وہاں یہ جواب نہیں ہوگا، وہاں وہ جواب ہوگا جو قرآنِ کریم نے نقل کیا ہے:

"أن تقول نفس يٰحسرتٰى علىٰ ما فرّطت في جنب الله وان كنت

لمن الساخرين." (الزمر:۵٦)

ترجمہ:......"کبھی (کل قیامت کو) کوئی شخص کہنے لگے کہ: افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی جناب میں کی ہے، اور میں تو (اَحکامِ خداوندی پر) ہنستا ہی رہا۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

جب مرنے کے بعد ہمارا جواب وہ ہوگا جو قرآنِ کریم نے نقل کیا ہے تو یہاں یہ عذر کرنا کہ فرصت نہیں، محض فریبِ نفس نہیں تو اور کیا ہے...؟

حدیث شریف میں ہے:

"الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله." (مشکوٰۃ ص:۴۵۱)

ترجمہ:......"دانشمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو رام کرلیا اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے محنت کی، اور احمق ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگادیا اور اللہ تعالیٰ پر آرزوئیں دھرتا رہا۔"

ان تمام اُمور سے بھی قطعِ نظر کرلیجئے! ہماری مصروف زندگی میں ہمارے پاس اور بہت سی چیزوں کے لئے وقت ہے، ہم اخبار پڑھتے ہیں، ریڈیو، ٹیلیویژن دیکھتے ہیں، دوست احباب کے ساتھ گپ شپ کرتے، سیر و تفریح کے لئے جاتے ہیں، تقریبات میں شرکت کرتے ہیں، ان تمام چیزوں کے لئے ہمارے پاس فالتو وقت ہے، اور ان موقعوں پر ہمیں کبھی عدیم الفرصتی کا عذر پیش نہیں آتا، لیکن جب نماز، روزہ، ذکر و اذکار اور تلاوتِ قرآن کا سوال سامنے آئے تو ہم فوراً عدیم الفرصتی کی شکایت کا دفتر کھول بیٹھتے ہیں۔

امریکہ اور دیگر بہت سے ممالک میں ہفتے میں دو دن کی تعطیل ہوتی ہے، ہفتے کے ان دو دنوں کے مشاغل کا نظام ہم پہلے سے مرتب کرلیتے ہیں، اور اگر کوئی کام نہ ہو تب بھی وقت پاس کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی مشغلہ ضرور تجویز کرلیا جاتا ہے، لیکن تلاوتِ قرآن کی فرصت ہمیں چھٹی کے ان دو دنوں میں بھی نہیں ہوتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرصت نہ ہونے کا عذر محض نفس کا دھوکا ہے، اس کا اصل سبب یہ

ہے کہ دُنیا ہماری نظر کے سامنے ہے، اس لئے ہم اس کے مشاغل میں منہمک رہتے ہیں، موت اور آخرت کا دھیان نہیں، اس لئے موت کے بعد کی طویل زندگی سے غفلت ہے، نہ اس کی تیاری ہے، اور نہ تیاری کا فکر و اہتمام۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ عذر تراشی کے بجائے اس مرضِ غفلت کا علاج کیا جائے، قیامت کے دن یہ عذر نہیں چلے گا کہ پاکستانی یا امریکی مردوں، عورتوں کو مصروفیت بہت تھی، ان کو ذکر و تلاوت کی فرصت کہاں تھی؟

۳:...... آپ نے لکھا ہے کہ:

"کافر مذاق اُڑاتے ہیں کہ صرف ایک قرآن پڑھنے کے لئے کتنے کام کرنے پڑتے ہیں، یہ مانتے ہیں کہ وہ ایک مقدس کتاب ہے، لیکن بائبل بھی مقدس کتاب ہے، اور ہم وہ کتاب کسی بھی وقت پڑھ سکتے ہیں، ہم زیادہ تر رات کو سوتے وقت بستر میں پڑھ سکتے ہیں، کیا قرآن بھی اس طریقہ سے پڑھا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے؟" آپ نے کافروں کے مذاق اُڑانے کا جو ذکر کیا ہے، اس پر آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں، کہتے ہیں کہ ایک ناک والا شخص نکٹوں کے دیس چلا گیا، وہ "نکو آیا! نکو آیا" کہہ کر اس کا مذاق اُڑانے لگے، چونکہ یہ پورا ملک نکٹوں کا تھا، اس لئے اس غریب کی زندگی دُوبھر ہوگئی اور اسے اپنی ناک سے شرم آنے لگی، وہیں سے ہمارے یہاں "نکو بنانے" کا محاورہ رائج ہوا۔ آپ کی مشکل یہ ہے کہ آپ نکٹوں کے دیس میں رہتے ہیں، اس لئے آپ کو اپنی ناک سے شرم آنے لگی ہے، اگر آپ کو یہ احساس ہوتا کہ عیب آپ کی ناک کا نہیں، بلکہ ان نکٹوں کی ناک کے غائب ہونے کا ہے، تو آپ کو ان کے مذاق اُڑانے سے شرمندگی نہ ہوتی۔

جس بائبل کو وہ مقدس کلام کہتے ہیں، وہ کلامِ الٰہی نہیں، بلکہ انسانوں کے ہاتھوں کی تصنیفات ہیں، مثلاً: "عہد نامہ جدید" میں "متی کی انجیل"، "مرقس کی انجیل"، "لوقا کی انجیل"، "یوحنا کی انجیل" کے نام سے جو کتابیں شامل ہیں، یہ وہ کلامِ الٰہی نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوا تھا، بلکہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چار سوانح عمریاں ہیں، جو مختلف اوقات میں ان چار حضرات نے تصنیف فرمائی تھیں۔ لطف یہ ہے کہ ان کی تصنیف کا اصل نسخہ بھی کہیں دُنیا [illegible] نہیں، ان بے چاروں کے ہاتھ میں جو

کچھ ہے وہ محض ترجمہ ہی ترجمہ ہے، اصل متن غائب ہے، یہی وجہ ہے کہ آئے دن ترجموں میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ۱۸۸۰ء میں جو نسخہ شائع ہوا تھا اس کا مقابلہ ۱۹۸۰ء کے نسخے سے کر کے دیکھئے، دونوں کا فرق کھل کر سامنے آجائے گا۔

ان چار انجیلوں کے بعد اس مجموعے میں "رسولوں کے اعمال" کی کتاب شامل ہے، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے حالات پر مشتمل ہے، اس کے بعد چودہ خطوط جناب پولوس کے ہیں، جو انہوں نے مختلف شہروں کے باشندوں کو لکھے تھے، اس کے بعد یعقوب، پطرس، یوحنا اور یہودا کے خطوط ہیں، اور آخر میں یوحنا عارف کا مکاشفہ ہے۔ اب غور فرمایئے! کہ اس مجموعے میں وہ کون سی چیز ہے جس کے ایک ایک حرف کو کلامِ الٰہی کہا جائے؟ اور وہ ٹھیک اسی زبان میں محفوظ ہو جس زبان میں وہ نازل ہوا تھا؟ ان حضرات نے انسانوں کی لکھی ہوئی تحریروں کو کلامِ مقدس کا نام دے رکھا ہے، مگر چونکہ وہ کلامِ الٰہی نہیں ہیں، اس لئے وہ واقعی اس لائق ہیں کہ ان کو بغیر طہارت کے لیٹ کر پڑھا جائے، لیکن آپ کے ہاتھ میں وہ کلامِ الٰہی ہے جس کے ایک حرف میں بھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، اور وہ آج ٹھیک اسی طرح تر و تازہ حالت میں موجود ہے، جس طرح کہ وہ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، اس نکتے پر دُنیا کے تمام اہلِ عقل متفق ہیں کہ یہ ٹھیک وہی کلام ہے جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلامِ الٰہی کی حیثیت سے دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا، اور اس میں ایک حرف کا بھی تغیر و تبدل نہیں ہوا، چنانچہ انگریزی دور میں صوبہ متحدہ کے لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میور، اپنی کتاب "لائف آف محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھتے ہیں: "یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے، اور اس میں ایک حرف کی بھی تحریف نہیں ہوئی، ہم ایک بڑی مضبوط بنا پر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے۔ اور آخر کار ہم اپنی بحث کو "ون ہیم" صاحب کے فیصلے پر ختم کرتے ہیں، وہ فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے، ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سمجھتے ہیں، جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں۔" (ماخوذ از تنبیہ الحائرین ص:۴۱، از مولانا عبدالشکور لکھنویؒ)

الغرض مسلمانوں کے پاس الحمدللہ کلامِ الٰہی عین اصل حالت میں اور انہی الفاظ میں

موجود ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تھے، اس لئے مسلمان جس ادب و تعظیم کے ساتھ کلام اللہ کی تلاوت کریں بجا ہے، ایک بزرگ مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

ترجمہ:...... "آپ کا پاک نام اس قدر مقدس ہے کہ میں اگر ہزار مرتبہ منہ کو مشک و گلاب کے ساتھ دھوؤں تب بھی آپ کا نام لینا بے ادبی ہے۔"

اس لئے اگر کافر آپ کو طعنہ دیتے ہیں تو ان کے طعنے کی کوئی پروانہ کیجئے، ان کے یہاں طہارت کا کوئی تصور ہی نہیں، وہ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور صفائی کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں، مگر نہ انہیں کبھی پانی سے استنجا کرنے اور گندگی کی جگہ کو پاک کرنے کی توفیق ہوئی ہے، اور نہ انہوں نے کبھی غسلِ جنابت کیا۔ جب طہارت، وضو اور غسل ان کے مذہب ہی میں نہیں تو باوضو ہو کر وہ اپنی کتاب کو کیسے پڑھیں گے؟ یہ اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی خصوصیت ہے کہ ان کو قدم قدم پر پاک اور باوضو رہنے کی تعلیم دی گئی ہے، اور یہ اس اُمت کا وہ امتیازی وصف ہے جس کے ساتھ قیامت کے دن اس اُمت کی شناخت ہوگی کہ جن اعضاء کو وضو میں دھویا جاتا ہے وہ قیامت کے دن چمک رہے ہوں گے۔ کتاب اللہ نور ہے، اور وضو بھی نور ہے، اس لئے کتاب اللہ کا ادب یہی ہے کہ اس کو باوضو اور باادب پڑھا جائے، تاہم اگر کسی کو قرآنِ کریم کی کچھ آیات یا سورتیں زبانی یاد ہوں، ان کو بے وضو بھی پڑھنا جائز ہے، اور بستر پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ اگر غسل فرض ہو تو غسل کئے بغیر قرآنِ کریم کی تلاوت زبانی بھی جائز نہیں۔ اسی طرح حیض ونفاس کی حالت میں بھی عورت تلاوت نہیں کرسکتی، اور اگر آدمی کو غسل کی حاجت تو نہ ہو لیکن وضو کا موقع نہ ہو، تو یہ بھی جائز ہے کہ قرآن مجید کے اوراق کسی کپڑے وغیرہ سے اُلٹتا رہے اور دیکھ کر تلاوت کرتا رہے۔ الغرض بڑی ناپاکی کی حالت میں تو قرآنِ کریم کی تلاوت جائز نہیں، لیکن وضو نہ ہونے کی حالت میں تلاوت جائز ہے، البتہ قرآنِ کریم کو بے پردہ ہاتھ لگانا، بے وضو جائز نہیں۔ (بحوالہ چیدہ چیدہ از آپ کے مسائل اور ان کا حل)

چوتھا باب

قرآن کریم سے متعلق کچھ عظیم سبق آموز واقعات

قرآن کریم کی عظیم تاثیر

❁...... حضرت عمرؓ جیسے شخص جسے آج بھی یورپ جنرل عمرؓ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ گھر سے مسلح ہو کر نکلتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دیں (نعوذ باللہ) لیکن قرآن کی چند آیات سن کر شمشیر ان کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور اپنی ہمشیرہ فاطمہؓ ہی کے گھر سے عاجز ہو کر سرورِ کائنات ﷺ کے حضور میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اور فاروقؓ کے خطاب سے عزت پاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام کا حال مسلم شریف میں اس طرح درج ہوا ہے کہ وہ اسلام کے سخت دشمن تھے اور مسلمانوں کے لئے تو ان کی سخت دلی کا یہ عالم تھا کہ قبولِ اسلام سے پہلے اپنی ایک لونڈی کو مسلمان ہونے کے جرم میں بے تحاشا پیٹا کرتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے اپنی بہن (فاطمہؓ بنت خطاب) کی زبان سے قرآن کریم کی آیات سنیں تو ان کا پتھر دل موم بن کر بہہ نکلا اور وہ بے اختیار پکار اُٹھے "مَا أَحسنَ الكلام" یہ کتنا پیارا کلام ہے اس کے بعد بہت کم لوگ ایسے تھے جو ان سے بڑھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور اسلام کے جان نثار ہوں۔ (صحیح مسلم)

❁...... اسعد بن آزارہ مدینہ کا مشہور سردار گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ اسلام کے مبلغ اول مصعب بن عمیرؓ کو آبادی شہر سے باہر نکال دے، وہ چند آیات سن پاتا ہے اور مصعبؓ کے ہاتھ پر بیتِ اسلام کر کے اُٹھتا ہے۔

❁...... ثمامہ بن اثمال کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص

اور مدینۃ النبی سے بڑھ کر کوئی جگہ قابلِ نفرت نہ تھی۔ اُسے صرف دو یوم تک قرآن پاک کے استماع کا موقع ملتا ہے، رشد و ہدایت کی آواز کان سے ہو کر دل تک پہنچ جاتی ہے، جب اُسے بلا شرط آزادی مل جاتی ہے تو خود بخود حاضر ہوتا ہے، اسلام لاتا ہے اور دل و جان کو حقیر ہدیہ کی طرح حضور ﷺ میں پیش کر دیتا ہے۔

❁......خالد بن عقبہ ؓ قرآن کریم سن پاتا ہے تو ششدر رہ جاتا ہے، تو بول اُٹھتا ہے: "وَاللهِ اِنهَ لحَلا وَ ة ، و اِنّ عليهِ لطَراو ة ،وَاِنّ اَسفله لمُغدِق ،وَاِنّ لاَعلاهٗ لمُثمِر،وَماَ يقوُلُ هٰذا بَشَر"

بخدا اس میں عجیب شیرینی ہے اس میں عجب ترو تازگی ہے اس کی جڑیں سیراب ہیں اور اس کی شاخیں پھل سے بھری ہوئی ہیں بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔

❁......ذوالبجادین ؓ چرواہا تھا۔ آتے جاتے مسلمان مسافروں سے آیات قرآنی یاد کرلیا کرتا، آخر گھربار، خویش اقارب مال و مویشی، عم و مادر کو چھوڑ کر خدمت حضور ﷺ میں حاضر ہو گیا، رضی اللہ عنہ۔

قرآن مجید کا اثر معلوم کرنا ہو تو ان لوگوں کے واقعات پر زیادہ نگاہ ڈالئے، جو قرآن پاک کو سمجھ سکتے تھے، جو لوگ ایک پیسہ پر قتل عمد کو ایک معمولی کھیل سمجھتے ہیں، وہی دین حقہ کی محبت میں گھربار سے قطع تعلق کرنے لگے تھے۔ جو لوگ مدت العمر 360 بتوں کے پجاری رہے تھے، وہ خود توحید کے واعظ بن گئے تھے۔ جن کا کام لاوارث بچوں کا مال اُڑانا، رانڈوں کو جُل دینا تھا، وہی اعانت یتامیٰ اور ہمدردی ایامیٰ کا سبق پڑھایا کرتے تھے۔ وہ خودسر قبائلی جنہوں نے کبھی کسی قانون یا شخص کی اطاعت نہ کی تھی، وہ اب ایسے مطیع و منقاد اور پابند شرع الٰہیہ ہو گئے تھے کہ مقدمات قتل کا قصاص، مقدمات زنا میں رجم، مقدمات سرقہ میں قطع ید، مقدمات خمر میں اجرائے حد شرعیہ کے لئے خود اپنے آپ کو پیش کیا کرتے تھے، کیا ایسے نظائر کسی متمدن ملک میں موجود ہیں اور کسی جگہ کے مجرم قانون کا اتنا احترام کرنے والے دیکھے گئے ہیں۔

قرأت و تلاوت کلام اللہ کا یہ اثر ہوا تھا کہ زبان آوروں کی گرمی بازار ٹھنڈی ہو گئی

تھی عکاظ کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا تھا اور یہ عالم ہو گیا کہ اگر نشاط طبع منظور ہے تو اس نور مبین کا ورد ہے اور اگر حصول برکت مقصود ہے، تب بھی کتاب عزیز کا سماع ہے۔ الغرض قرآن مجید کا اثر انسان کے دل ودماغ اور جملہ حواس وقویٰ پر نہایت مستحکم ہے اور جو اثر اس کا ایک شخص پر ہے وہی تمام ملک پر بھی ہے۔

الغرض خلاصہ یہ کہ قرآن حکیم کی بے مثل فصاحت و بلاغت اور تحیر خیز قوتِ تاثیر بجائے خود ایک عظیم معجزہ ہے۔ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے تمام شاعر اور خطیب مبہوت ہو گئے۔ اور سب کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ دوست دشمن سب قرآن کریم کی لاجواب فصاحت و بلاغت کے معترف تھے۔ ایمانداروں کے نزدیک تو یہ خدا کا کلام تھا لیکن کفار اسے ''سحر'' کہہ کر اس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے اپنے عجز اور درماندگی کا اظہار کرتے تھے۔ قرآن کریم نے خود بھی اپنی فصاحت و بلاغت کی طرف اشارے کئے ہیں۔ سورۂ زمر میں ارشاد ہوا ہے۔ (قرآن عربی زبان میں جس میں کوئی کجی نہیں) سورۂ یٰسین اور سورۂ حجر میں فرمایا گیا ہے۔ قُرآنٌ مُبِین (اپنے مدعا کو خوبی سے ظاہر کرنے والا قرآن)

قرآن حکیم کی بے نظیر فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر بعض اوقات کفار اس شبہ کا اظہار کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دوسرا شخص یہ قرآن سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بے بنیاد شبہے یا اعتراض کو یوں رد کیا ہے۔ (اور ہم کو تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ یہ کفار کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کو کوئی آدمی سکھاتا ہے، اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ (قرآن) فصیح عربی زبان ہے۔ (سورۂ نحل۔ ع ۱۴)

فصاحت و بلاغت کے ساتھ ہی آیاتِ قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے ایسی بے نظیر قوتِ تاثیر دی کہ جو سنتا تھا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ کفار اسے جادو کہتے تھے اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر یا شور مچا کر کوشش کرتے تھے کہ آیاتِ قرآنی ان کے کانوں میں نہ پڑ پائیں۔ اس طرح گویا وہ قرآن حکیم کی بے مثل اثر انگیزی کا اعتراف کرتے تھے۔ سورۂ احقاف میں ارشاد ہوتا ہے (جب ان کافروں کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی

ہیں تو وہ لوگ جو سچائی کے آنے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ (سورۂ احقاف۔ ع ۱)

پھر سورۂ فصلت میں ارشاد ہوا ہے۔ (اور کفار نے کہا کہ قرآن کو نہ سنا کرو اور اس کے پڑھتے وقت شور و غل کرو، شاید تم جیت جاؤ) سورۂ حشر میں قرآن مجید نے اپنی عظمت و تاثیر کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ (اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتار دیتے تو وہ اللہ کے ڈر سے جھکا ہوا اور پاش پاش نظر آتا اور یہ مثالیں ہم لوگوں سے اس لیے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور و فکر کریں) (سورۂ حشر۔ آیت ۲۱)

یہاں ہم تاریخ و سیر اور حدیث کی کتابوں سے کچھ اور ایسے واقعات نقل کرتے ہیں جن سے قرآن کریم کی قوتِ تاثیر کا کسی قدر اندازہ ہو جائے گا۔ لبید ابن ربیعہ عرب کے سر برآوردہ شاعر تھے، ان کی شاعرانہ عظمت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جن سات شعراء کے قصائد (سبعہ معلقہ) خانہ کعبہ کی دیواروں پر آویزاں تھے، ان میں سے ایک لبید تھے۔ اموی دور کے نامور شاعر فرزدق کے متعلق مشہور ہے کہ جب اس نے لبید بن ربیعہ کا یہ شعر پڑھا۔

وجلا السیول عن الطلول کانھا زبر تجد متو تھا افلا بھا

(سیلاب نے ٹیلوں کو لکھے جانے والے کاغذ کی طرح صاف شفاف بنا دیا ہے)

تو اس پر اتنا اثر ہوا کہ بے اختیار سجدے میں گر گیا۔ انہی لبید بن ربیعہ نے جب قرآن کریم کی آیات سنیں تو ایسے مبہوت ہوئے کہ اس کے بعد انہوں نے شعر و شاعری کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔ ان کے قبول اسلام کے بعد ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے ان سے چند اشعار کی فرمائش کی تو انہوں نے جواب دیا۔ جب خدا نے مجھ کو بقرہ اور آل عمران سکھا دی ہے تو پھر شعر کہنا مجھے زیبا نہیں۔ (استیعاب ابن عبد البرؒ)

مسلمانوں نے کفار کے جور و ستم سے تنگ آ کر حبشہ کو ہجرت کی تو قریش نے نجاشی شاہِ حبش کے دربار میں اپنا ایک وفد اس مقصد کے لیے بھیجا کہ اس کو مسلمانوں کے خلاف برا فروختہ کرے اور وہ ان کو اپنے ملک سے نکال دے، نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا

مسلمانوں کی نمائندگی حضرت جعفر طیارؓ نے کی ،انہوں نے نجاشی کے سامنے ایک پر اثر تقریر کی جس سے وہ بے حد متاثر ہوا پھر اس نے حضرت جعفرؓ سے کہا کہ تمہارے نبی پر جو کلام نازل ہوتا ہے اس کا کوئی حصہ تمہیں یاد ہو تو ہم کو بھی سناؤ، حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی کچھ آیات کی تلاوت کی ،ان کو سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور وہ اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی تر ہوگئی، پھر اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی کتاب کے پرتو ہیں اور کفار سے کہا کہ تم لوگ جاؤ میں مسلمانوں کو اپنے ملک سے نہیں نکالوں گا۔

(سیرت ابن ہشام)

عرب کے قبائل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا چرچا ہوا تو قبیلہ بنی سلیم کے ایک شخص قیس بن نسیبہ صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے مکہ آئے ،انہوں نے رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن حکیم سنا تو کسی ہچکچاہٹ کے بغیر مشرف باسلام ہو گئے جب وہ اپنی قوم میں واپس گئے تو تمام اہل قبیلہ کو جمع کر کے کہا کہ میں نے روم و فارس کی حلاوت آمیز باتیں، عربوں کے ولولہ انگیز اشعار اور کاہنوں کی تحیر خیز کہانتیں سنیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کلام میں نے سنا وہ کوئی اور ہی شے ہے، اے میری قوم تم میری بات مانو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ، چنانچہ فتح مکہ کے سال بنو سلیم کے سات سو یا ایک ہزار افراد نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ (بیہقی)

طائف کے سفر میں خالد عدوانیؓ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ طارق پڑھتے سنا تو گو انہوں نے اس وقت اسلام قبول نہیں کیا لیکن کلام الٰہی کی تاثیر دل میں گھر کر گئی اور پوری سورۂ ان کو زبانی یاد ہوگئی۔ (بحوالہ مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ ازد کے ایک صاحب ضماد جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے۔ وہ مکہ آئے یہاں انہوں نے قریش کو یہ کہتے سنا کہ محمد ﷺ دیوانہ ہے۔ انہوں نے سوچا کہ ان سے مل لوں اور جھاڑ پھونک کردوں شاید وہ شفایاب ہو جائیں۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ سے ملنے آئے اور کہا۔ ''محمد ﷺ میں جھاڑ پھونک کا کام کرتا ہوں اگر تم چاہو تو میں جھاڑ پھونک کردوں شاید تمہیں شفا ہو جائے۔'' حضور ﷺ نے ان

کے سامنے خدا کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر قرآن حکیم کی چند آیات پڑھیں۔ ضماد کلام الٰہی سن کر سکتے میں آ گئے اور کہنے لگے میں نے کاہنوں، ساحروں اور شاعروں کی باتیں سنی ہیں لیکن ان کو اس کلام سے کوئی مشابہت نہیں جو میں نے تمہاری زبان سے سنا ہے۔ اس کا اثر تو سمندروں پر بھی ہو سکتا ہے۔ پھر انہوں نے اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی اور مشرف با اسلام ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ جو قبیلہ دوس کے سردار اور نہایت اچھے شاعر تھے، اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد) میں ایک دفعہ مکہ گیا اور قریش کے کچھ لوگوں سے ملا، انہوں نے کہا طفیل تم شاعر بھی ہو اور سردار بھی، ہم تمہیں خیر خواہانہ مشورہ دیتے ہیں کہ محمد ﷺ سے بچنا کیوں کہ ہمیں ڈر ہے کہ اگر تم نے اس کی باتیں سن لیں تو تم اس سے مسحور ہو جاؤ گے، اس لیے خوب چوکنے رہو ورنہ ہماری قوم کے بعض لوگ جس چیز میں مبتلا ہو گئے ہیں تم اور تمہاری قوم بھی اسی میں مبتلا ہو جائے گی، یہ شخص میاں بیوی اور باپ بیٹوں میں جدائی پیدا کر دیتا ہے، اس طرح ان لوگوں نے اپنی باتوں پر اتنا اصرار کیا کہ مجھے یقین آ گیا اور میں نے طے کر لیا کہ محمدؐ کی باتیں اپنے کانوں میں نہ پڑنے دوں گا۔ چنانچہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی اور مسجد میں گیا وہاں رسول اللہ ﷺ کھڑے نظر آئے میں بھی آپ ﷺ کے قریب کھڑا ہو گیا، اللہ کو سنانا منظور تھا حضورؐ نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ آدمی تو بڑا شاندار معلوم ہوتا ہے اور بخدا مجھے اپنے آپ پر پورا اعتماد تھا کہ کسی چیز کی اچھائی یا برائی کو میں بخوبی اچھی طرح پرکھ سکتا ہوں اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ اس شخص کی باتیں ضرور سنوں گا اگر درست ہوئیں تو قبول کر لوں گا اگر وہ ٹھیک نہ ہوں گی تو انہیں رد کر دوں گا۔ اب میں نے اپنے کانوں سے روئی نکال ڈالی، اور رسول اللہ ﷺ کی باتیں توجہ سے سننے لگا، حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہتر کلام، دلکش انداز اور خوب تر الفاظ اس سے پہلے میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ سنے تھے، اس کے بعد میں آپ کا انتظار کرتا رہا، جب آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہو لیا، رسول اللہ ﷺ

جب گھر پہنچے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی قوم نے مجھے آپ کی باتیں سننے سے منع کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو سنانا منظور تھا، ان کو سننے کے بعد میری رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں اور پیش کرتے ہیں وہ بالکل سچ ہے، آپ اب میرے سامنے اپنا دین پیش کیجیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پیش کیا اور قرآن مجید کی تلاوت کی، خدا گواہ ہے کہ اس سے بہتر اور برتر کلام میں نے کبھی نہ سنا تھا اس لیے میں مسلمان ہو گیا، اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنے قبیلہ کا سردار ہوں، ان کو بھی اسلام کی دعوت دوں گا۔

(استیعاب ابن عبد البرؒ)

ایک دفعہ حبش سے تقریباً بیس عیسائی رسول اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر سن کر مکہ آئے، حضور ﷺ کو انہوں نے مسجد میں پایا، وہیں آپ کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے اور کچھ سوالات کیے، حضور ﷺ نے ان کے سوالوں کا جواب دیا اور پھر قرآن مجید کی کچھ آیات پڑھیں، وہ لوگ کلام الٰہی سن کر زار زار رونے لگے اور پھر ایمان لے آئے۔

(سیرت ابن ہشام)

ایک اعرابی نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے سنا۔ "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِين" تو وہ اس کی بلاغت سے اس قدر مرعوب متاثر ہوا کہ بے اختیار سجدہ میں گر پڑا۔ (اسد الغابہ)

ایک اور اعرابی نے فَلَمَّا اسْتَايْئَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا (سورۂ یوسف۔ ع ۱۰) سنی تو کہنے لگے کہ اس طرح کا کلام کسی مخلوق کا نہیں ہو سکتا۔ (اسد الغابہ)

بنو ذہل بن شیبان کے سردار مفروق سے ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی، حضور ﷺ نے اس کے سامنے قرآن پاک کی چند آیتیں پڑھیں وہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ (روض الانف)

قبول اسلام سے پہلے حضرت جبیر بن مطعمؓ اسیران بدر کو چھڑانے کے لیے مکہ سے مدینہ آئے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے سورۂ طٰہٰ کی ایک دو آیتیں سنیں تو اس قدر متاثر ہوئے کہ دل دھک دھک کرنے لگا۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق کا آغاز کیا تو مشرکین قریش نے آپ ﷺ پر اور آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے کہ زمین وآسمان تھرا اُٹھے۔لیکن حضور ﷺ اور آپ کے رفقاءؓ بے مثال صبر واستقامت کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں جھیلتے رہے، مشرکین حیران تھے کہ آخر یہ لوگ اتنی اذیتیں اور سختیاں کیوں اُٹھا رہے ہیں ایک دن انہوں نے جمع ہوکر مشورہ کیا کہ کسی ایسے آدمی کو محمد ﷺ کے پاس بھیجا جائے جو جادو، کہانت اور شعر کہنا جانتا ہوتا کہ معلوم ہو کہ ان کی دعوت کا مقصد کیا ہے۔اور وہ کیا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی نمائندگی کے لیے عتبہ بن ربیعہ کا انتخاب کیا، وہ قریش کا ایک بڑا رئیس تھا، اور جادو، شعر، کہانت سب کچھ جانتا تھا، عتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا محمد ﷺ کیا چاہتے ہو؟ ''اگر بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ ماننے کے لے تیار ہیں اگر مال و دولت مطلوب ہے تو ہم سونے چاندی کے انبار تمہارے قدموں میں ڈھیر کر سکتے ہیں، اگر کسی حسین عورت سے شادی کی خواہش ہے تو ہم تمہارے لیے وہ ماہ خوبان تلاش کر کے لائیں گے جس کو دیکھ کر چاند اور سورج شرمائیں گے اور اگر تم یہ سب کچھ چاہتے ہو تو ہم یہ سب کچھ بھی تمہارے لیے مہیا کر سکتے ہیں'' سرورِ کائنات ﷺ نے عتبہ کی ساری باتیں نہایت تحمل کے ساتھ سنیں اور جب وہ خاموش ہوا تو آپ ﷺ نے سورۂ فصلت پڑھنی شروع کردی، ابھی آپ نے چند ہی آیات پڑھی تھیں کہ عتبہ لرز اُٹھا اور اس نے آپ کے دہن مبارک پر ہاتھ رکھ کر کہا ''بس محمد ﷺ بس آگے نہ پڑھنا، قریش تمہارے ہی بھائی بند ہیں اور تم انہیں کے خون اور گوشت کا حصہ ہو۔'' واپس گیا تو چند دن تک گھر سے باہر ہی نہ نکلا ابوجہل نے جاکر کہا کیوں عتبہ محمد ﷺ کے یہاں کا کھانا کھا کر گمراہ ہو گئے، عتبہ نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میرے پاس دولت کی کمی نہیں اور مجھ کو دولت یا کھانے کی ہوس نہیں ہے لیکن محمد ﷺ نے میرے جواب میں جو کلام پڑھا وہ نہ جادو تھا نہ شعر اور نہ کہانت، میں نے ایسا کلام اس سے پہلے کبھی نہ سنا اس کلام میں عذابِ الٰہی کی دھمکی تھی اس لیے میں نے اس کو قرابت کا واسطہ دے کر چپ ہو جانے کو کہا کہ ایسا نہ ہو ہم سب عذاب کی لپیٹ میں آجائیں، میری رائے یہ ہے کہ تم محمد ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دو

اگر وہ کامیاب ہو گیا تو یہ تمہاری عزت ہی کا سامان ہوگا ورنہ عرب خود اس کو فنا کر دے گا، ابوجہل اور دوسرے مشرکین نے عتبہ کی باتیں سنیں تو کہا کہ عتبہ پر بھی محمد ﷺ کا جادو چل گیا ہے۔ (سیرۃ ابن اسحاق)

جب دنیا میں نورِ نبوت ظاہر ہوا اور آنحضرت ﷺ نے قبائل کو اسلام کی دعوت دی تو لبید بن ربیعہ عامریؓ بھی اپنے قبیلہ کے ہمراہ دربارِ نبویؐ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے، نہایت پاکباز انسان بنے قرآن پاک حفظ کیا اور شعر وشاعری کو بالکل ترک کر دیا فرمایا کرتے تھے کہ اب ہمارے لیے شاعری کے بجائے قرآن کافی ہے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا انشدنی من شعرک، اپنے کچھ اشعار سناؤ تو انہوں نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی اور کہا اب میں شعر نہیں کہہ سکتا کیونکہ حق تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ سکھا دی ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے دو ہزار کے عطیے میں پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔ (ظفر المحصلین)

لبیدؓ نے کل من علیها فان کے مضمون کو ان دو شعروں میں منظوم کیا ہے جن کی جناب رسول اللہ ﷺ نے بہت تحسین وتصویب فرمائی کہ یہ اشعار انتہائی سچی بات پر مشتمل ہیں وہ یہ ہیں۔

الا کل شیء ما خلا الله باطل وکل نعیم لا محاله زائل

خبردار اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے، اور ہر نعمت ضرور زوال پذیر ہے۔

نعیمک فی الدنیا غرور وحسرة وعیشک فی الدنیا محال وباطل

دنیا میں تیری نعمتیں محض دھوکہ اور افسوس ہیں اور دنیا میں تیری جاودانی زندگی ناممکن اور وبال محض ہے۔

سبحان اللہ! کیا عمدہ کلام ہے، فللہ درہ.

نوٹ...... یہ لبید بن ربیعہؓ عرب کا ایک سربرآوردہ شاعر تھا اس کا ایک قصیدہ سبعہ معلقہ میں شامل تھا قرآن پاک کی چند آیات سنیں تو شعر وشاعری ہمیشہ کے لیے چھوڑ دی اور اسلام قبول کر لیا۔

ولید بن مغیرہ قریش کا بڑا صاحب اثر اور مال دار رئیس تھا ایک دفعہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کو قرآن کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں، اس پر رقت طاری ہوگئی اور اس نے حضور ﷺ سے دوبارہ یہ آیتیں پڑھوا کر سنیں۔ ابو جہل کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ولید کے پاس آیا اور کہا، اے چچا تمہاری قوم تمہیں مال و دولت کا ذخیرہ دینا چاہتی ہے تا کہ تم محمد ﷺ کے پاس جا کر اس کی باتیں نہ سنا کرو۔ ولید نے کہا تم کو اچھی طرح علم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ مال دار ہوں ابو جہل نے کہا تو پھر ایسی باتیں کہو جن سے قریش کو یقین ہو جائے کہ تم کو محمد ﷺ کی باتوں سے نفرت ہے ولید نے کہا کہ مجھ سے بڑھ کر شعر و سخن کو پرکھنے والا کون ہو سکتا ہے لیکن خدا کی قسم محمد ﷺ کے کلام کو شعر اور جادو سے کوئی واسطہ نہیں ہے اس میں کچھ اور ہی شیرینی اور تازگی ہے اس نخل کی شاخوں میں پھل اور اس کا تنہ بھاری ہے یہ کسی انسان کا کلام معلوم نہیں ہوتا، ابو جہل نے کہا تمہاری قوم کبھی ان باتوں کو پسند نہیں کر سکتی اور نہ وہ تم سے خوش ہو سکتی ہے، ولید نے کہا اچھا مجھے غور و فکر کرنے دو غور و فکر کے بعد اس کی عقلِ سلیم پر مصلحت غالب آ گئی اور اس نے کہا "هٰذا سحر یؤثر" یہ ایسا جادو ہے جو پہلے لوگوں سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ (مستدرک حاکم)

یہ تو دوسروں پر قرآن کریم کی اثر انگیزی کا حال تھا خود مہبطِ وحی اور حاملِ کلام الٰہی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ ﷺ قرآن کریم سن کر اتنے متاثر ہوتے تھے کہ چشم ہائے مبارک سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی، ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا کہ مجھ کو قرآن سناؤ، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان قرآن آپ پر نازل ہوتا ہے، آپ کے سامنے قرآن کیا پڑھوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں اسے دوسروں سے سننا پسند کرتا ہوں، چنانچہ جب انہوں نے سورۂ نساء کی یہ آیت پڑھی۔ (پس اس وقت کیا ہوگا جب ہم ہر امت کے اندر سے ایک شہید لائیں گے اور تم کو ان لوگوں پر شہید بنائیں گے)۔ (سورہ نساء آیت ۴۱)

تو سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا "رک جاؤ" اس وقت آپ کی آنکھوں سے سیلِ

اشک رواں تھا۔ (صحیح بخاری)

سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بارے میں کہا، ان بتوں نے ان لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پس جس نے میری متابعت کی وہ مجھ سے ہوگا۔ (سورۂ ابراہیم آیت ۳۶)

اور سورۂ مائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا گیا۔ (اگر تو ان کو عذاب دے گا تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر معاف فرما دے گا تو بے شک تو عزت و حکمت والا ہے)۔ (سورۂ مائدہ آیت ۱۱۸)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں تلاوت کیں تو آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ دونوں ہاتھ اُٹھا کر "اللھم امتی اللھم امتی" کہنے لگے۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح کے کئی اور واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب آپ صحابہ کرامؓ سے قرآن سنتے تو لطف، لذت اور محویت کی عجیب کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی۔ اسی طرح آپ ﷺ خود قرآن پڑھتے تو تاثر کی شدت آپ کے چہرہ مبارک اور آواز میں نمایاں ہو جاتی۔

فتح ہونے کا عجیب واقعہ

جب مدینہ منورہ سے قبیلہ انصار کے بارہ حضرات نبوت کے بارہویں ہی سال میں آپ ﷺ سے ملنے کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور پھر بیعت کر کے مدینہ منورہ واپس ہونے لگے تو حضور اقدس ﷺ نے عبداللہ بن ام مکتومؓ اور مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم قرآن اور احکام اسلام کے سکھانے کے لیے ان کے ہمراہ کیا اور مدینہ منورہ پہنچ کر ان حضرات نے اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر قیام کیا، مصعب بن عمیرؓ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور مسلمانان مدینہ کو نماز پڑھاتے، یہی امام تھے، ایک دن مصعب بن عمیرؓ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، لوگ بہت جمع تھے، اسید بن حضیر کو جب خبر ہوئی تو

تلوار لے کر پہنچے اور کہا کہ آپ یہاں کس لئے آئے ہیں ہمارے بچوں اور عورتوں کو کیوں بہکاتے ہو، بہتر ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں، مصعب بن عمیرؓ نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ یہاں تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں اور جو میں کہوں وہ سنیں اگر پسند آئے تو قبول کریں اور اگر پسند نہ ہو تو کنارہ کشی کریں، اسید بن حضیر یہ کہہ کر کہ بے شک تم نے یہ بات انصاف کی کہی بیٹھ گئے مصعب بن عمیرؓ نے اسلام کے محاسن بیان کئے اور قرآن کی تلاوت فرمائی، اسید سن کر کہنے لگے "ما احسن هذا الكلام واجمله" (کیا ہی عمدہ اور کیا ہی بہتر کلام ہے) اور پوچھا کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے، مصعبؓ نے کہا کہ اول اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک کرو اور غسل کرو اور پھر کلمہ شہادت پڑھو اور نماز ادا کرو، اسید اسی وقت اٹھے کپڑے پاک کیے اور غسل کیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی، اور کہا ایک اور شخص ہیں یعنی سعد بن معاذ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو پھر اوس کی قوم میں سے کوئی شخص بھی بغیر مسلمان ہوئے نہ رہے گا، میں ابھی جا کر ان کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں، سعد بن معاذ نے اسید کو آتے ہوئے دیکھ کر یہ کہا کہ یہ اسید تو وہ اسید نہیں معلوم ہوتے جو یہاں سے گئے تھے، جب قریب پہنچے تو سعد نے اسید سے دریافت کیا ما فعلت تو نے کیا کیا، اسید نے کہا میں نے ان کی بات میں کوئی حرج نہیں پایا، سعد بن معاذ کو غصہ آ گیا اور تلوار لے کر خود پہنچے اور اسعد بن زرارہ سے مخاطب ہو کر کہا اگر تم سے میری قرابت نہ ہوتی اور تم میرے خالہ زاد بھائی نہ ہوتے تو ابھی تلوار سے کام تمام کر دیتا، قوم کے بہکانے کے لئے تم ہی ان کو یہاں لے کر آئے ہو، مصعبؓ نے کہا اے سعد! کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم کچھ دیر بیٹھ کر میری بات سنو اگر پسند آئے تو قبول کرو ورنہ پھر جو چاہو کرنا، سعد یہ کہہ کر کہ تم نے انصاف کی بات کہی بیٹھ گئے، مصعبؓ نے اسلام پیش کیا اور قرآن کی سورہ زخرف تلاوت فرمائی سنتے ہی سعد کا رنگ ہی بدل گیا، اور پوچھا کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے، مصعبؓ نے کہا اول کپڑے پاک کرو اور غسل کرو اور پھر کلمہ شہادت پڑھو اور دو رکعت نماز ادا کرو، سعدؓ اسی وقت اٹھے اور وضو کیا اور کلمہ شہادت پڑھا اور ایک دوگانہ ادا کیا، اور یہاں سے اٹھ کر سیدھے اپنی قوم کی مجلس میں پہنچے

قوم کے لوگوں نے سعد کو آتے دیکھ کر دور ہی سے پہچان لیا کہ رنگ دوسرا ہے، مجلس میں پہنچتے ہی سعد نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم مجھ کو کیسا سمجھتے ہو، سب نے متفق ہو کر یہ کہا کہ تم ہمارے سردار ہو اور باعتبار رائے اور مشورے کے سب سے افضل اور بہتر ہو، سعدؓ نے کہا خدا کی قسم! میں تم سے اس وقت تک کلام نہ کروں گا جب تک کہ تم سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ، شام نہ گزری کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل مین کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ سبحان اللہ۔ (بحوالہ سیرت مصطفیٰ)

مسلمان ہونے کا واقعہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ قیس بن عاصم منقری نے (جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے) حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا آپ پر جو قرآن نازل ہوا ہے اس میں سے میرے سامنے کچھ تلاوت کیجئے تو آپ نے اس کے سامنے سورہ رحمٰن تلاوت فرمائی، کہنے لگا دوبارہ پڑھئے آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس سورت کا اعادہ فرمایا، قیس بول اٹھا ﴿والله ان له لطلاوة وان عليه لحلاوة واسفله لمغدق واعلاه مثمر ومايقول هذا بشر وانا اشهدان لااله الا الله وانك رسول الله﴾ خدا کی قسم! اس کلام میں طراوت وتازگی ہے، اس پر شیرینی کے آثار نمایاں ہیں، اس کی مثال اس درخت کی سی ہے، جس کے نچلے حصہ میں کثیر پانی بہہ رہا ہو، اور اس کا بالائی حصہ بارآور ہو، یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی جلد ۱۷)

بچہ کے بسم اللہ پڑھنے سے والد کا عذاب ختم

ایک قاضی مرگیا اس نے اپنی بیوی حاملہ چھوڑی جس سے لڑکا پیدا ہوا جب وہ لڑکا بڑا ہوا تو اس کی ماں نے اس کو مدرسہ میں بھیجا، معلم نے اس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تعلیم دی، اللہ تعالیٰ نے اس کے باپ سے عذاب اٹھالیا اور فرمایا اے جبرائیل ہمیں یہ مناسب نہیں ہے کہ جس کا لڑکا ہمارا ذکر کرے وہ ہمارے عذاب میں رہے تم اس کے پاس جاؤ

اور اس کو لڑکے کی مبارک باد دو چنانچہ جبرئیل امین گئے اور اس کو لڑکے کی مبارک باد دی۔

(انوار محبوبی)

بسم اللہ کی برکت سے ایک یہودی مرد و عورت کا مسلمان ہونا

ایک یہودی ایک یہودیہ عورت پر عاشق ہوا وہ اس کے عشق میں مجنون سا ہو گیا اور کھانا پینا اس کو اچھا نہ لگتا تھا چنانچہ وہ عطاء اکبر کے پاس آیا اور انہوں نے اس کا حال دریافت کیا اس کے بعد عطاء نے ایک کاغذ پر بسم اللہ لکھ دی اور اس سے فرمایا کہ اس کو نگل جا، امید ہے اللہ تعالیٰ تجھ کو اس سے تسلی دے یا اس عورت کو تیرے نصیب میں کر دے جب اس نے اس کو نگلا تو کہا اے عطاء بے شک میں نے ایمان کی حلاوت پائی اور میرے دل میں نور ظاہر ہوا اور میں اس عورت کو بھول گیا، اب آپ میرے سامنے ایمان پیش کیجئے، چنانچہ عطاءؒ نے اس پر ایمان پیش کیا اور وہ بسم اللہ کی برکت سے مسلمان ہو گیا، اس کے بعد اس عورت نے اس کے اسلام کی خبر سنی وہ بھی عطاءؒ کے پاس آئی اور کہا اے مسلمانوں کے امام میں ہی وہ عورت ہوں جس کا اس یہودی نے آپ سے ذکر کیا تھا، جو مسلمان ہوا ہے اور میں نے گذشتہ شب کو اپنے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھ سے کہا اگر تو اپنا مقام جنت میں دیکھنا چاہتی ہے تو عطاءؒ کے پاس جا، وہ تجھے وہ مقام دکھا دے گا اب میں آپ کے پاس آئی ہوں پس مجھ سے فرمایئے کہ جنت کہاں ہے؟ عطاءؒ نے اس سے کہا اگر تو جنت دیکھنا چاہتی ہے تو پہلے تجھ پر لازم ہے کہ اس کا دروازہ کھول اس کے بعد اس میں داخل ہو، اس عورت نے کہا میں اس کا دروازہ کیونکر کھولوں، عطاء نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہو چنانچہ اس نے کہا پھر اس عورت نے کہا کہ اے عطاء میں اپنے دل میں نور پاتی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی خدائی اور عالمِ آخرت دیکھتی ہوں آپ مجھ پر اسلام پیش کیجئے چنانچہ عطاء نے اس پر اسلام پیش کیا اور وہ بسم اللہ کی برکت سے مسلمان ہو گئی، پھر وہ اپنے گھر گئی اور اس رات سوئی تو اس نے اپنے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہوئی اور محلات اور قبے دیکھے اور اس میں ایک قبہ

دیکھا جس پر" بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللّٰہ" لکھا تھا، اس عورت نے اس کو پڑھا، ناگاہ ایک منادی کو سنا کہ وہ کہتا ہے اے پڑھنے والی بی بی! ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو وہ تمام چیزیں دے دیں جن کو تو نے پڑھا اور دیکھا ہے، اس کے بعد وہ عورت بیدار ہوئی اور کہا الٰہی میں جنت میں داخل ہو چکی تھی پس تو نے مجھے اس سے باہر کر دیا، اے معبود تو اپنی قدرت سے مجھے دنیا کے غم سے نکال دے جب وہ اپنی دعا سے فارغ ہوئی تو اس کا گھر اس پر گر پڑا اور مر کر شہید ہو گئی اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور الحمد کی برکت سے اس پر رحم فرمایا۔

(انوار محبوبی)

بسم اللہ کی برکت سے زہر بے اثر ہو گیا

ابو مسلم خولانیؒ کی ایک لونڈی تھی جو ان سے بغض و عداوت رکھتی تھی اور ان کو زہر پلاتی تھی لیکن وہ ان پر کچھ اثر نہ کرتا تھا جب اس طرح ایک عرصہ گزر گیا تو اس لونڈی نے ابو مسلمؒ سے کہا کہ میں نے تمہیں زمانہ دراز تک زہر پلایا مگر وہ تم پر اثر انداز نہیں ہوا، ابو مسلمؒ نے اس سے کہا کہ زہر کے اثر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں کھانے اور پینے کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہوں، پھر انہوں نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔

حکمت و دانائی

منصور بن عمار کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے راستے میں ایک پرچہ پایا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی اس کو رکھنے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی تو اسے چبا گئے، رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک قائل کہہ رہا ہے کہ اس پرچہ کے احترام و اعزاز کے سبب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تجھ پر حکمت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

سورہ فاتحہ کی برکت سے فتح حاصل ہو گئی

ایک مرتبہ غیاث الدین بلبن نے باغیوں کی سرکوبی کے لیے مہم بھیجی، چونکہ قلعہ

بہت مضبوط اور نا قابل تسخیر تھا اور باغیوں کی قوت خوفناک شکل اختیار کر رہی تھی، اس لئے سلطان بلبن خود ایک عظیم الشان لشکر لے کر بڑھا اس لشکر میں شمس الدین ترک بھی تھے، اگرچہ سلطان نے کئی بار حملے کئے مگر قلعہ فتح نہ ہوا، محاصرہ طویل ہوتا جا رہا تھا سلطان متردد اور پریشان تھا اسی اثناء میں سرہنگان شاہی (شاہی فوج کے سرداروں) کو خیمے کی رسیوں کے لیے سوت کی ضرورت محسوس ہوئی، سوت کی تلاش میں دیہات میں گھوم رہے تھے ایک صاحب ولایت نے سرہنگوں سے کہا کہ رعایا کو پریشان نہ کرو، ایک نلکی لے جاؤ جتنے سوت کی ضرورت ہو اس میں سے نکالتے جاؤ یہ کرامت دیکھ کر لوگ ان کے معتقد ہو گئے، سلطان کو بھی اس کی اطلاع ہوئی وہ بھی پہنچا، اور دعا کا طالب ہوا، ان بزرگ نے کہا "یہ کام میرے امکان سے باہر ہے البتہ آپ ہی کی فوج میں ایک قوی دست بزرگ ہیں جو یہ کام کر سکتے ہیں" نشان پوچھا گیا تو کہا "شب کو زور کی آندھی آئے گی جس میں سب چراغ گل ہو جائیں گے، جس خیمے کا چراغ جلتا دیکھو اسی سے دعا طلب کرو" اس رات کو بارش اس شدت سے ہوئی کہ کسی کو اپنے ماسوا اور کا خیال ہی نہ آیا، سلطان کے خادم کو پانی گرم کرنے کے لئے آگ کی ضرورت ہوئی، ڈھونڈنے لگا تو اس کو ایک خیمہ نظر آیا اس میں چراغ جلتا دکھائی دیا وہاں پہنچا تو دیکھا شمس الدین ترک بیٹھے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے ہیں۔ اتنی ہیبت تھی کہ زبان نہ کھلی، آپ نے نظر اٹھا کر فرمایا اس "آگ کی ضرورت ہے تو لے لے" یہ فرما کر آپ پھر تلاوت میں مصروف ہو گئے، وہ چراغ سے کوئلہ لگا کر لے گیا، زیادہ رات ہو گئی تھی اس وقت کچھ ذکر نہ کیا اور سو رہا، صبح کو اٹھ کر پھر حضرت کے خیمے میں گیا مگر آپ وہاں نہ تھے، تلاش کے بعد دیکھا کہ تالاب کے کنارے بیٹھے وضو فرما رہے ہیں، چاہا کہ وہ خود بھی وضو بنا کر حضرت کے ساتھ نماز میں مصروف ہوں، تالاب پر گیا تو پانی گرم پا کر اس کی حیرت بڑھ گئی، اب تو ضبط نہ ہو سکا جا کر سلطان سے سارا واقعہ کہہ سنایا، سلطان دن گزار کر رات کو تالاب پر گیا دیکھا تو پانی ٹھنڈا تھا، درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا حسب معمول شمس الدین صاحب آئے اور وضو کر کے چلے گئے، اب جو سلطان نے جا کر دیکھا تو تالاب کا پانی گرم پایا، آخر سلطان

بھی باباصاحب کا مرید تھا سمجھا کہ یہ وہی بزرگ ہیں، جن کی نشاندہی دیہات کے اہل خدمت نے کی تھی، شمس الدین نے تو جا کر نماز ادا کی بادشاہ ان کو دیکھتا رہا، نماز کے بعد تلاوت میں مصروف ہوگئے، سلطان اب ہمت کر کے آگے بڑھا اور دیر تک دوست بستہ کھڑا رہا حضرت پر استغراق کا عالم طاری تھا، نظر جو اٹھی تو سلطان کو کھڑا پایا، آپ تعظیم کے لیے اٹھنا چاہتے تھے مگر سلطان نے کہا حضور تشریف رکھیں مجھے اس امر کی بے حد مسرت ہے کہ میرے لشکر میں بھی آپ جیسے خدا رسیدہ بزرگ موجود ہیں حضور دعا کریں کہ یہ قلعہ فتح ہو جائے، آپ نے اب بھی خود کو چھپانا چاہا مگر سلطان مسلسل منت سماجت کرتا رہا اور آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور کہا "جایئے حملہ کیجئے فتح ہوگی" سلطان کی باچھیں کھل گئیں خوش خوش واپس آیا اور اسی وقت قلعہ پر دھاوا بول دیا پہلے ہی حملے میں قلعہ مسخر ہوگیا۔ (تذکرہ قاریان ہند)

تم آیات شفاء سے کہاں غافل ہو

شیخ ابوالقاسم قشیریؒ نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کیا بات ہے میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں عرض کیا میرا بیٹا بیمار ہے، اور اس کی بہت بری حالت ہوگئی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم آیات شفاء سے کہاں غافل ہو؟

(۱)......ویشف صدور قوم مومنین.

(۲)......وشفاء لما فی الصدور.

(۳)......فیه شفاء للناس ان فی ذلک لاية لقوم يتفكرون.

(۴)......وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنين.

(۵)......واذا مرضت فهو يشفين.

(۶)...... قل هو للذين امنوا هدى وشفاء.

شیخ موصوف نے تین مرتبہ یہ پڑھ کر بچہ پر دم کیا تو بحکم خداوندی وہ بالکل

تندرست ہوگیا۔

قبر سے قرآن کی آواز سنائی دیتی رہی

یوسف بن محمد کہتے ہیں کہ ابوالحسن جو بزرگ متقی ہیں انہوں نے ایک جگہ دکھائی اور کہا کہ میں ہمیشہ اس جگہ سے سورہ ملک کی آواز سنتا ہوں عیسیٰ بن محمد نے ابوبکر بن مجاہد کو ان کے انتقال کے بعد دیکھا کہ قبر میں قرآن شریف تلاوت کرتے ہیں پوچھا کہ تم تو انتقال کر چکے اب کیوں تلاوت کرتے ہو، کہا کہ ہر نماز کے بعد اور ختم قرآن کے بعد دعا کرتا تھا یا اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بناوے جو قبر میں تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ویسا ہی کر دیا اور ابن عباسؓ کا قول ہے کہ مومن کو قبر میں قرآن شریف دیا جاتا ہے اور وہ تلاوت کرتا ہے۔ (بحوالہ شرح الصدور)

سورہ الم نشرح کی برکت شفاء اور قبول اسلام

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ رقم طراز ہیں:

''ایک واقعہ مجھ سے ایک نومسلم نے اس وقت بیان کیا، جب میں موضع گڑی پختہ ضلع مظفر نگر میں مدرسہ ارشاد العلوم کا مدرس اول تھا، اس موضع کے رئیس سرکار کی طرف سے مجسٹریٹ بھی تھے، ان کے یہاں دیہات کے مقدمات آیا کرتے تھے یہ نومسلم بھی ایک مقدمہ کے سلسلے میں وہاں آیا تھا، کیونکہ خان صاحب کی عدالت میں اس نے مقدمہ دائر کیا تھا میرے پاس سفارش کے لیے آیا کہ خان صاحب سے سفارش کر دوں اس کو کسی نے کہہ دیا کہ خان صاحب میری بات کو رد نہیں کرتے، میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے اسلام کیوں قبول کیا؟ کہنے لگا مجھے میری بیوی نے مسلمان کیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ شادی کے بعد مجھے بخار ہوگیا اور اس نے اتنا طول پکڑا کہ مجھے دق ہوگئی میرا بڑا بھائی ڈاکٹر تھا اور اچھا ڈاکٹر تھا، بڑی محنت وشفقت سے علاج کر رہا تھا، مگر میری حالت بگڑتی گئی یہاں تک کہ ایک دن اس نے میرے منہ پر کہہ دیا کہ اب علاج بے کار ہے اور تمہاری حالت خطرہ کی حد تک پہنچ گئی ہے، اب جو چاہو کھاؤ پیو، دوا یا پرہیز کی کچھ

ضرورت نہیں، وہ تو یہ کہہ کر چلا گیا، اب میری بیوی میرے پاس آئی اور پوچھا کیا حال ہے، میں نے رو کر کہا حال کیا ہوتا، بھائی صاحب کہہ گئے ہیں کہ میرے بچنے کی امید نہیں، اب دوا و پرہیز کی کچھ ضرورت نہیں، بیوی نے کہا اگر میں تم کو اچھا کردوں تو جو میں کہوں گی اس پر عمل کروگے؟ میں نے کہا جان سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہیں اگر تو نے مجھے اچھا کردیا تو جو کہے گی وہی کروں گا، اس نے کہا اب تم بے فکر رہو، میں تم کو اچھا کردوں گی، یہ کہہ کر اس نے میرے پلنگ کے پاس کرسی ڈالی اور کچھ پڑھنا اور مجھ پر دم کرنا شروع کیا، پانی پر بھی دم کر کے مجھے پلاتی۔

اس لڑکی کا باپ آریہ تھا، اس نے اس کو وید بھی پڑھایا تھا اور کچھ انگریزی بھی، میں نے سمجھا کہ شاید یہ وید کا کوئی منتر پڑھتی ہے، ایک ہفتہ کے بعد میں اس قابل ہوگیا کہ اپنے گھر میں بے تکلف چلنے پھرنے لگا، حالانکہ اب تک میں کروٹ بھی خود نہیں لے سکتا تھا، دوسرے ہفتے گھر سے باہر بھی آنے لگا، تیسرے ہفتہ دکان پر جانے لگا، چوتھے ہفتے میں بالکل تندرست تھا، رنگ روپ بھی تندرستوں جیسا ہوگیا، کھانا پینا، بھی حسب معمول ہوگیا، جب ایک مہینہ گزر گیا بیوی نے کہا اپنا وعدہ یاد ہے؟ میں نے کہا ہاں یاد ہے، اب جو تو کہے گی ویسا ہی کروں گا، بیوی نے کہا میں مسلمان ہوں تم بھی مسلمان ہوجاؤ، میں نے کہا تو مسلمان کیسے ہوگئی؟ تیرا باپ تو پکا آریہ ہے، اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔

کہنے لگی ہمارے پڑوس میں ایک ملا جی تھے جو مسلمانوں کی مسجد کے امام تھے اور بچوں کو بھی قرآن اور دینی کتابیں پڑھاتے تھے، گھر میں ملانی لڑکیوں کو پڑھاتی تھی، پڑوس کی وجہ سے میں اکثر ان کے یہاں جاتی تھی، اور مذہبی بحث کرتی تھی، ایک دن ملانی نے کہا بیٹی تم نے وید تو پڑھا ہے میں نے کہا ہاں خوب پڑھا ہے، ملانی نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تم مجھ سے قرآن کا ترجمہ بھی پڑھ لو، جب قرآن پورا کرلوگی پھر بحث کرنا، میں نے ترجمہ قرآن پڑھنا شروع کردیا، ملانی پہلے مجھے وضو کراتی پھر ترجمہ پڑھاتیں، ایک پارہ کا ترجمہ پڑھ کر میں نے کہا یوں مزہ نہیں آتا مجھے قرآن بھی پڑھاؤ

اور ترجمہ بھی، ملانی نے کہا بہت اچھا، اردو پڑھنے والے کو قرآن پڑھنا مشکل نہیں، اب میں نے قرآن معہ ترجمہ کے پڑھنا شروع کیا اور سال بھر میں ختم کرلیا، جب قرآن پورا ہوگیا تو ملانی نے پوچھا ہاں بیٹی اب کہو اسلام پر تم کو کیا اعتراض ہے؟ مجھے رونا آگیا، میں نے کہا ملانی جی سچی بات تو یہ ہے کہ قرآن کے برابر کیا اس کے پاسنگ بھی کوئی کتاب نہیں ،وید کی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ، اب تم مجھے مسلمان کرلو، ملانی نے مجھے غسل کرایا، پاک کپڑے دیئے اور نماز پڑھائی، اور کہا بیٹی ابھی اسلام کو ظاہر نہ کرنا، تیرا باپ بڑا ظالم ہے ہمیں پریشان کردے گا، ابھی اپنے اسلام کو مخفی رکھو، موقع پر ظاہر کرنا جب خطرہ نہ رہے، میرے گھر آکر نمازیں پڑھتی رہو۔

چنانچہ سال بھر تک میں اسی طرح مخفی مسلمان رہی، جب تم سے شادی ہوئی تو میں نے ملانی سے کہا، میرا قرآن میرے ڈولے میں رکھ دینا ملانی نے میری ماں سے کہا، کہ اس لڑکی کا ہمارے یہاں آنا جانا تھا ہم اس کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے، میں چاہتی ہوں رخصتی کے وقت دو چار جوڑے میں بھی اس کو دے دوں میری ماں نے کہا یہ آپ کی محبت ہے مجھے اس سے انکار نہیں، چنانچہ ملانی نے رخصتی کے وقت دو چار جوڑے میرے واسطے بنائے اور ان کے بیچ میں قرآن شریف رکھ کر ڈولے میں رکھ دیئے، یہ کہہ کر اس نے اپنا بکس کھولا اور قرآن مجھے دکھلایا، اور کہا میں نے اس قرآن کی سورہ الم نشرح پڑھ کر تم کو جھاڑا ہے اسی کو پانی پر دم کرکے پلایا ہے، میں نے کہا اگر میں قرآن سے اچھا ہوا ہوں تو مجھے اسلام لانے میں کوئی عذر نہیں، بیوی نے مجھے غسل کرایا پاک کپڑے پہنائے، اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا کر مجھے مسلمان کیا، اور نماز بھی سکھلائی، میں نے کہا ابھی اس بات کو مخفی رکھو موقع پر اعلان کریں گے اس وقت تک میں اپنے باپ کی دکان پر کام کرتا تھا اور وہ مجھے معقول تنخواہ دیتا تھا میں نے روپیہ جمع کرکے اپنی دکان علیحدہ کھول لی، باپ نے بھی اس میں میری امداد کی، جب میری دکان خوب چل گئی تو میں نے اپنے اسلام کا اور بیوی کے اسلام کا اعلان کردیا۔

اس پر میرے باپ کو اور بیوی کے باپ کو بڑا غصہ آیا، میرے باپ نے اپنی

جائداد سے مجھے محروم کر دیا مگر میری ماں نے اپنی جائیداد میرے نام کر دی، ہندوؤں نے یہ کوشش کی کہ میری ماں کی جائیداد بھی مجھے نہ ملے اس کا مقدمہ آپ کے خان صاحب کی عدالت میں میں نے دائر کیا ہے آپ سفارش کر دیں، چنانچہ میں نے اس کی سفارش کر دی اور خان صاحب نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا تو مسلم نے کہا میری بیوی کے باپ نے اپنے بیٹے کو میرے پاس بھیجا، وہ وید بھی پڑھا ہوا تھا اور انگریزی بھی، وہ ہمارے گھر آیا اور اپنی بہن کو سمجھانے لگا کہ اسلام میں کیا خوبی ہے مسلمان تو گئو کی ہتیا کرتے ہیں میری بیوی نے کہا بھائی صاحب آپ تو وید پڑھے ہوئے ہیں کیا اس میں آپ نے نہیں پڑھا کہ ایک راجہ کے زمانے میں بڑی وبا پھیلی تو پنڈتوں نے کہا سو گائیں ذبح کر کے جنگل میں ڈال دو کہ درندے پرندے اس کا گوشت کھائیں تو وبا دور ہو جائے گی راجہ نے ایسا ہی کیا تو وبا دور ہو گئی، تو جس گئو کا گوشت درندوں پرندوں کے کھانے سے وبا دور ہوتی ہے اگر خود انسان کھائے تو کیا ہوگا؟ اس پر وہ لاجواب ہوا۔ تو دوسرا سوال کیا کہ مسلمان کے یہاں یہ بھی مسئلہ ہے کہ کنوئیں میں چوہا مر جائے تو بیس تیس ڈول نکال دو، مرغی مر جائے تو چالیس پچاس ڈال نکال دو، بلی مر جائے تو ستر اسی ڈول نکال دو، یہ تو عقل کے خلاف ہے، اگر کنواں ان چیزوں کے مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے تو بیس تیس چالیس پچاس ڈول نکالنے سے کیا ہوگا سارا پانی نکالنا چاہیے بیوی نے کہا آپ تو ڈاکٹر ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس آدمی کا خون خراب ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر حکیم فصد کے ذریعہ سے تھوڑا سا خون نکال لیتے ہیں، جس سے سارا خون اچھا ہو جاتا ہے، سارا خون کوئی نہیں نکالتا اس طرح بعض جانوروں کے مرنے سے پانی خراب ہوتا ہے مگر سارا پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھوڑا سا نکالنا سارے پانی کو اچھا کر دیتا ہے، اس پر بھی لاجواب ہوا تو میری بیوی نے کہا آپ نے وید میں پڑھا ہوگا بیکنٹھ (جنت) کے دروازے پر ایک کلمہ لکھا ہوا ہے، جب تک آدمی وہ کلمہ نہ پڑھے بیکنٹھ میں نہیں جا سکتا، پنڈت ہر ایک کو نہیں بتلاتے کہ وہ کلمہ کیا ہے؟ مگر میرے استاد نے مجھے بتلایا ہے کہ وہ کلمہ وہی ہے جس کو ''ان کہنی'' کہا جاتا ہے جس کسی ہندو کی جان کئی دن تک نہیں نکلتی تو اس

سے کہا جاتا ہے کہ ''ان کہنی'' کہہ دے وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے تو جان آسانی سے نکل جاتی ہے اس پر میری بیوی کا بھائی خاموش ہوکر چلا گیا اور باپ سے کہہ دیا کہ اس کے ہندو بننے کی کوئی امید نہیں وہ خوب سمجھ بوجھ کر مسلمان ہوئی ہے، اس پر مجھے حضرت مولانا قاسم صاحبؒ بانی دار العلوم دیوبند کی بات یاد آ گئی جو حضرت حکیم الامتؒ سے سنی تھی کہ مولانا کے پڑوس میں ایک ہندو بنیا رہتا تھا اس کی دکان سے مولانا کے یہاں سودا بھی آتا تھا اس کا انتقال ہوگیا تو مولانا نے اسے خواب میں دیکھا کہ جنت میں گشت کر رہا ہے مولانا نے پوچھا لالہ جی تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ تم تو ہندو تھے ساری عمر بت پوجا کرتے، سود بٹہ لیا کرتے تھے، جنت تو مسلمانوں کے لیے ہے کہا مولوی جی آپ کی صحبت سے اسلام سے محبت ہوگئی جب میں مرنے لگا تو لوگوں نے کہا ان کہنی کہہ لے، جان آسانی سے نکل جائے گی اب تک فرشتے میرے سامنے نہیں آئے تھے میں نے دل سے کلمہ پڑھ لیا وہ قبول ہوگیا اور میں جنت میں پہنچ گیا۔

دونوں جہاں کی دولت

امام شافعیؒ کے زمانے میں ایک شخص کے اولاد نہیں ہوتی تھی، بڑی عمر میں جا کر لڑکی پیدا ہوئی فرط سرور میں یہ قسم کھا بیٹھا کہ میں اسے دونوں جہاں کی دولت دوں گا، کہنے کو تو کہہ دیا مگر جب وقت قریب آیا تو نہایت فکر پیدا ہوا کہ میں کیا اور میری ہستی کیا، دو جہاں کی دولت میں کس طرح اپنی لڑکی کو دے سکتا ہوں، ایسی پریشانی میں ہر ایک عالم کی خدمت میں حاضر ہوا، کہ میں کیا کروں اور کس طرح اپنی قسم سے بری ہوسکتا ہوں، لیکن کہیں سے جواب نہ ملا، جب امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے سن کر فرمایا کہ تیری قسم کا نہایت سہل علاج ہے، اے شخص! اپنی دختر کو قرآن مجید کی تعلیم دے، پھر رخصتی کے وقت قرآن مجید اس کی بغل میں دے کر وداع کر دے قسم ہے اللہ کی! تو نے دونوں جہاں کی دولت اپنی بیٹی کو جہیز میں دی اور تو قسم سے بری ہوا۔

(بحوالہ احسن المواعظ)

آگ سے قرآن کا محفوظ رہنا

ایک واقعہ ۱۹۶۵ء کا اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ جب ہندو مسلم جنگ ہو رہی تھی تو ہندوؤں کی بمباری سے پاکستان کا ایک ٹینک تباہ ہو گیا، اگلے دن چند سکھ اسلامی کیمپ میں آئے اور کہا رات جو ٹینک ہماری بمباری سے تباہ ہوا تھا اس کے آدمی تو سب مر گئے مگر وہ قرآن محفوظ رہ گئے وہ ہم لے کر آئے ہیں اور کہا کہ واقعی یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ ٹینک کی ہر چیز تو جل گئی مگر قرآن محفوظ رہا۔ (بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ حصہ ۳)

خدمت قرآن کی برکت سے علم حاصل ہونا

مجدد القرأت حضرت قاری رحیم بخش صاحبؒ کی والدہ مرحومہ نے آپ کے شیخ حضرت قاری فتح محمد صاحبؒ کی بے حد خدمت کی، حضرت والا بذات خود بارہا اس کا تذکرہ یوں فرمایا کرتے کہ میری والدہ نے میرے شیخ قاری صاحب کی بہت خدمت کی اور آپ کو بھائی جی کہا کرتی تھیں، آپ سے بہت عقیدت رکھتی تھیں، روزانہ حضرت والا کا کھانا گھر سے پکا کر (دو اڑھائی میل سے) مدرسہ لے جاتیں، کھانا وافر مقدار میں ہوتا گو حضرت والا فرماتے کھانا میری ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے اس قدر کیوں لاتی ہو، فرماتی بھائی جو اگر آپ کے مہمان آئے ہوئے ہوں یا کھانے کے وقت آجائیں تو پھر کھانے کا انتظام کیسے ہوگا آپ کو تکلیف ہوگی میں نہیں چاہتی کہ آپ کو تکلیف ہو اگر کھانا آپ سے بچ جائے گا تو طلبہ کھالیں گے ایک مرتبہ حضرت والاؒ اور ان کی والدہ دونوں آپس میں باتیں فرما رہے تھے حضرت والا نے ان کی والدہ سے فرمایا کہ ایک طالب علم تھا اس نے استاد کی بہت خدمت کی، لیکن وہ جس وقت فارغ ہو گیا تو اس نے کہا کہ استاد جی مجھے تو کچھ آتا ہی نہیں اب میں لوگوں کو کیا بتاؤں گا استاد نے فرمایا جاؤ انشاء اللہ بہت برکت ہوگی۔ حضرت قاری رحیم بخش صاحب فرماتے ہیں دور بیٹھا میں بھی یہ گفتگو سن رہا تھا میں نے جی میں کہا، بھلا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ نہ آئے پھر بھی سب کچھ آئے، لیکن یہی قصہ میرے ساتھ ہوا میں نے علم قرأت

تجوید با قاعدہ تو پڑھا نہیں تھا، صرف روایت قالون، ورش، دورکوع اور کچھ حصہ تیسیر کا حضرت والا سے پڑھا باقی میری والدہ کی خدمت کی برکت سے پورا علم تجوید مجھے آ گیا جس کتاب کو بھی کھولتا تھا بحمد اللہ وہی بکمال وتمام میری سمجھ میں آجاتی تھی، اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج میں نے بحمدہ تعالیٰ اس فن تجوید وقرأت میں کئی کتب تصنیف کیں۔

قرآن کی شفائیت

ایک صاحب کا بچہ حضرت والا کے پاس پڑھا کرتا تھا انہوں نے بیماری کی وجہ سے گھر سے بھیجنے کی تاخیر کی، ملاقات پر آپ نے فرمایا بیماری کی وجہ سے کیوں تاخیر کی میرا تجربہ ہے کہ قرآن مجید شفاء ہے اور حدیث میں بھی ہے، ﴿من لم یشف بالقران لا شفاه الله﴾ جو قرآن کریم سے شفاء حاصل نہ کرے، اللہ اسے شفاء نہ دے، اس لئے اگر طالب علم بیماری میں بھی پڑھنا نہ چھوڑے تو انشاء اللہ برکت قرآن حکیم سے بیماری خود بخود ختم ہو جائے گی، فرمانے لگے میں گذشتہ سال بیمار ہو گیا تمام ڈاکٹروں سے علاج کرایا کوئی افاقہ نہ ہوا، معالج مایوس ہو گئے، میں نے کہا مجھے مدرسے چھوڑ آؤ چنانچہ ایک دن کچھ تکلیف رہی دوسرے دن پڑھانے کے خوب قابل ہو گیا، الحمد للہ میرا تجربہ ہے کہ قرآن شریف شفاء ہے مدرس کتنا ہی بیمار ہو قرآن کریم کی تدریس ہرگز نہ چھوڑے انشاء اللہ جلد شفا ہوگی۔ (مقدمہ متشابہات القرآن)

شیخ طرطوسی نابینا جب ناظرہ قرآن شریف پڑھتے تو آنکھ کی روشنی بحال ہو جاتی تھی

عرصہ دراز سے آپ کی آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی مگر نصیر بن الفرح اسلمی خادم شیخ ونیز ابو زہیر یہ کا بیان ہے کہ میں طرطوس میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ ان کے حجرے میں قرآن مجید لٹکا ہوا ہے دل میں خیال آیا کہ یہ نابینا اور آنکھوں سے معذور ہیں قرآن مجید رکھنے کی ضرورت ہی کیا پڑتی ہوگی، میں نے

کہا حضرت آپ تو مکفوف البصر ہیں یہ قرآن مجید کیوں رکھا ہوا ہے؟ فرمایا کہ یہ ایک راز ہے جب تک زندہ رہوں کسی پر ظاہر نہ کرنا میں نے وعدہ کرلیا آپ نے فرمایا کہ جب مصحف شریف لے کر بیٹھتا ہوں تو آنکھوں کی روشنی کھل جاتی ہے، اور جب تک میں پڑھتا رہتا ہوں تو آنکھوں کی روشنی بحال رہتی ہے، اور جب کلام پاک بند کر دیتا ہوں تو پھر بدستور نابینا ہو جاتا ہوں یہ سلسلہ جاری ہے اس لئے مصحف رکھ لیا ہے۔

(اسلاف کے حیرت انگیز کارنامے)

قرآن کریم کی بدولت پانی پت کے مسلمانوں کی معافی بحال ہوگئی

جب غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے پانی پت والوں کی معافی ضبط کرلی تو قاری لالہ صاحب قسطنطنیہ چلے گئے ماہ شعبان کا اخیر تھا، سلطان عبدالحمیدؒ نے شیخ الاسلام سے فرمایا کہ جامع مسجد تک جانے کی میری ہمت نہیں (شاید بڑھاپے کی وجہ سے ضعف زیادہ ہوگیا تھا) کسی قاری کو تجویز کرو جو شاہی محل میں ہم کو تراویح میں قرآن سنا دے، شیخ الاسلام نے اعلان کر دیا کہ سلطان اپنے محل میں قرآن تراویح میں سننا چاہتے ہیں جو قاری حافظ اس کے لیے آمادہ ہو اپنا نام پیش کرے، کسی حافظ کی ہمت نہ ہوئی تو قاری لالہ صاحب نے شیخ الاسلام سے کہا میں سلطان کو قرآن سناؤں گا آپ میرا نام بھیج دیں، شیخ الاسلام نے کہا سلطان خود بھی حافظ ہیں ان کے آگے وہی قرآن پڑھ سکتا ہے جو پکا حافظ ہو، کہا آپ میرا نام بھیج دیں، میں اس کے لیے تیار ہوں چنانچہ نام بھیج دیا گیا اور سلطان کا حکم صادر ہوا کہ ان قاری صاحب کو ہمارے پاس بھیج دو پہلے ہم ان کا امتحان لیں گے، ان کو پیش کر دیا گیا اور سلطان نے کسی خاص مقام (جو حافظ کے یہاں دشوار ہے) قرآن پڑھنے کی فرمائش کی، قاری لالہ صاحب نے پڑھنا شروع کیا جب کئی رکوع پڑھتے گئے، سلطان پر بڑا اثر ہوا اور فرمایا بس! ہم آپ کا قرآن ضرور سنیں گے جب تراویح میں قرآن ختم ہوگیا تو سلطان نے شیخ الاسلام سے فرمایا قاری صاحب کو اتنی اتنی اشرفیاں اور خلعت فاخرہ دیدیا جائے، قاری صاحب نے فرمایا حضور میں اس کے واسطے

ہندوستان سے نہیں آیا اور قرآن سنا کر روپیہ لینا مجھے گوارا بھی نہیں، میں دوسرے کام سے آیا ہوں، فرمایا وہ کیا؟ کہا کہ انگریزوں نے میری بستی کے مسلمانوں کی معافی ضبط کر لی ہے، کیونکہ وہ بھی غدر میں شریک تھے، آپ بادشاہ ہیں، آپ سفارش کر دیں کہ پانی پت کے مسلمانوں کی معافی بحال کی جائے، سلطان نے ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھا اور اس کی نقل قاری ''لالہ صاحب'' کو دیدی، تاکہ وائسرائے ہند کو دکھلا دیں اس طرح پانی پت کے مسلمانوں کی معافی ضبط ہونے کے بعد بحال ہوگئی۔

(از سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر)

قرآن کی برکت سے منہ سے خوشبو

امام نافع ؒ جو قراءِ عشرہ میں سے اول قاری ہیں، جب آپ قرآن پڑھتے یا بات کرتے تو منہ سے مشک اور کستوری کی خوشبو آتی تھی، کسی نے دریافت کیا کہ اے ابوعبداللہ! جب آپ لوگوں کو پڑھانے بیٹھتے ہیں تو خوشبو لگا کر بیٹھتے ہیں فرمایا خوشبو کا استعمال تو کیا کرتا میں تو اس کے قریب بھی نہیں جاتا بلکہ یہ بات ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا میرے منہ سے منہ ملا کر قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اسی وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے، سبحان اللہ کیا عظیم الشان انعام ہے جس کے مقابلے میں ہفت اقلیم کی سلطنت بھی گرد ہے، سبحان اللہ! آپ نے ستر سال سے زیادہ مسجد نبوی ؐ میں قرآن پاک کی تعلیم دی اور امامت فرمائی۔

سینہ سے نور کی شعاعیں

امام ابوجعفر ؒ جو آٹھویں امام القراء ہیں، جب آپ کو غسل دیا گیا تو لوگوں نے آپ کے سینہ اور دل کے درمیان میں قرآن کے ورق کے مانند ایک سفید حلقہ اور گول دائرہ دودھ کی طرح دیکھا، اس سے حاضرین نے بلاشک جان لیا کہ یہ قرآن کا نور ہے، سلیمان بن ابی سلیمان عمری کہتے ہیں کہ میں نے وفات کے بعد ابوجعفر کو خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ نے مجھے شہیدوں میں سے بنا دیا۔

حضرت شیبہ بن نصاحؒ (جو ابو جعفر کے ہم عصر امام وقاری نیز داماد اور آپ کی صاحبزادی میمونہ کے خاوند تھے، انہوں) نے حاضرین مجلس سے کہا کہ کیا میں تمہیں ایک عجیب وغریب چیز دکھاؤں، سب نے کہا کہ ضرور پس انہوں نے ابوجعفر کے سینے سے کپڑا اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے سینے پر دودھ کی طرح ایک سفید حلقہ اور گول دائرہ ہے اس پر ابو حازمؒ اور ان کے سبھی ساتھی بول اٹھے، اللہ کی قسم یہ قرآن کا نور ہے۔

سلیمان بن سلیمان عمریؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ابوجعفرؒ کو کعبہ کے اوپر دیکھا میں نے کہا کہ اے ابوجعفر! انہوں نے جواب دیا اور کہا کہ میرے بھائیوں اور شاگردوں کو سلام کہنا اور یہ خبر دینا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ان شہیدوں میں سے بنادیا ہے، جو زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں، نیز ابوحازمؒ اعرج کو سلام کے بعد کہنا کہ تمہیں ابوجعفر کہتے ہیں کہ اے سمجھدار، دانا، ہوشمندی اور ہوشیاری کو لازم پکڑو، تعلیم وتعلم اور ذکر وشغل کی مجلس اور جماعت کو بڑھاؤ کیونکہ حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے آغاز شب میں تمہاری مجلس کو بڑے ذوق وشوق سے دیکھتے ہیں۔

امام کسائیؒ اور امام حمزہؒ پر انعامات

امام کسائیؒ کو ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا کہ مجھے بخش دیا اور میرے رب نے قرآن کی وجہ سے مجھ پر رحم فرمایا، ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے آپ سے پوچھا آپ کا انجام کیا ہوا؟ کہا جنت مل گئی اس نے پوچھا امام حمزہؒ اور سفیان ثوریؒ کا معاملہ کیا ہوا؟ جواب دیا کہ وہ ہم سے اوپر کے درجہ میں ہیں، ہم انہیں ایسے ہی دیکھتے ہیں جیسے چمکدار ستارہ کی طرف نظر کرتے ہیں، ایک اور روایت میں ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھے اعزاز واکرام سے نوازا، مجھے اور نبی کریم ﷺ کو جمع فرمایا، آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیا تم علی بن حمزہ کسائی نہیں ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا حضرت! آپ ﷺ نے فرمایا قرآن پڑھو میں نے سورہ والصفت پڑھی یہاں تک

کہ شہاب ثاقب تک پہنچا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے کسائی! میں قیامت کے روز تمہارے ذریعہ امتوں پر فخر کروں گا۔ (ابراز المعانی ص ٦ مطبوعہ مصر)

امام قالونؒ اوران کی کرامت

ابو محمد بغدادیؒ کا بیان ہے کہ قالونؒ کانوں سے اس قدر بہرے تھے کہ بگل اور سینگ اور بہت زور وشور کی آواز بھی نہیں سن سکتے تھے، لیکن یہ کرامت تھی کہ قرآن پڑھنے والے کی آواز سننے میں ذرا بھی رکاوٹ پیش نہیں آتی تھی، ابن ابی حاتمؒ کہتے ہیں کہ آپ کانوں سے بہرے ہونے کے باوجود بھی قرآن مجید پڑھاتے تھے اور پڑھنے والوں کی خطا اور غلطی کو ہونٹوں سے سمجھ لیا کرتے تھے، نیز کہتے ہیں کہ میں نے علی بن حسینؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عیسیٰ بن مینا عرف قالون بہت سخت بہرے تھے، لیکن قرآن پڑھنے والے شاگرد کے ہونٹوں کو دیکھ کر اس کو غلطی اور خطا پر متنبہ فرمادیا کرتے تھے۔

(بحوالہ طبقات)

قرآن حفظ کرنے والے شہزادے کا کمال

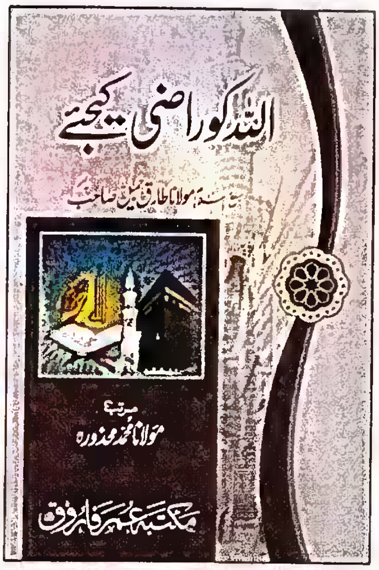
ایک دفعہ ٢٦ رمضان کی شب کو محمود بادشاہ علماء وصلحاء کی صحبت میں بیٹھا تھا کہ قرآن مجید کے پڑھنے کی عظمت کا ذکر تھا، ایک بزرگ نے کہا کہ قیامت کے دن نزول آفتاب کی شدت سے سب لوگ پریشان ہوں گے مگر جو شخص حافظ کلام ربانی ہوگا اس کی سات پشت تک اسلاف نور رحمت کے چتر کے زیر سایہ ہوں گے حرارت ان پر اثر نہ کرے گی، سلطان نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا کہ ”ہمارے بیٹوں میں سے کوئی اس سعادت کو نہ پہنچا، کہ میں بھی اس کرامت کا امیدوار ہوتا“۔

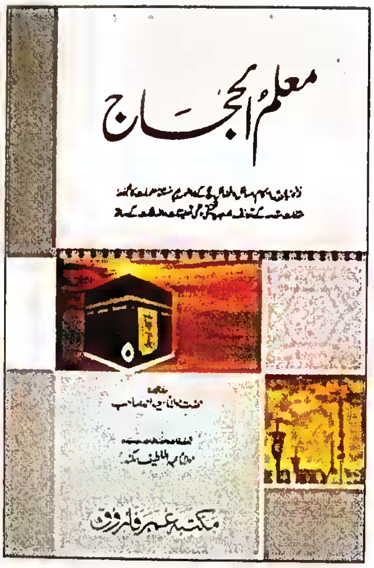
اس مجلس میں خلیل خان بھی موجود تھے، اور سلطان کی بات سن رہے تھے عید کے بعد وہ بڑودہ چلے گئے جو ان کی جاگیر تھی، اور حفظ کلام اللہ میں مشغول ہوگئے اس کثرت سے حفظ کیا کہ آنکھوں میں سرخی آگئی طبیب نے کہا کہ شب بیداری اور زیادہ تلاوت سے یہ چیز پیدا ہوئی ہے، چند روز تلاوت کم کرکے آرام فرمائیں تو یہ سرخی زائل ہوجائے

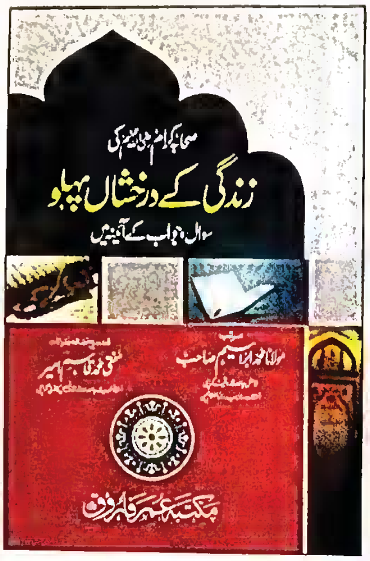
گی، خلیل خان نے کہا، آنکھیں سرخ ہو گئیں تو کیا مضائقہ ہے، یہ تو دنیا و آخرت کی سرخروئی دلوائیں گی، میں تو اپنی پڑھائی میں کمی نہیں کر سکتا، غرض اس سعی و اہتمام سے ایک سال چند ماہ میں پورا قرآن ختم کر لیا۔

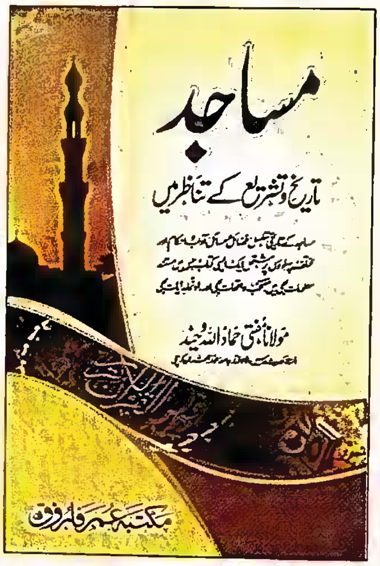
رمضان سے پہلے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حکم ہو تو میں تراویح میں قرآن سناؤں سلطان نے تعجب سے پوچھا کہ تم کب حافظ ہو گئے؟ تو شہزادے نے دو سال قبل کا واقعہ دہرایا، اور کہا اسی وقت سے یہ کام شروع کر دیا تھا، سلطان یہ سن کر بے انتہا خوش ہوا، خلیل خاں نے چاند رات کو شروع کیا اور اسی روز پورا قرآن شریف سنا دیا، اسی طرح دوسرے اور تیسرے روز پورا پورا قرآن شریف سناتا گیا یہاں تک کہ سولہ تراویح میں سولہ ختم کیے سلطان ہر روز قرآن شریف سنتا رہا سولہویں روز گلے سے لگا کر شہزادے کے چشم پیشانی کو بوسہ دیا اور بڑی دیر تک دعائیں دیں پھر کہا خلیل خان کا کیسے شکریہ ادا کروں اور کیا بدلہ دوں کہ اس نے مجھے اور میرے اسلاف کو روز قیامت کی تمازت سے بچالیا یہ کہہ کر خلیل خاں کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھا دیا اور خود دوسری جگہ جا بیٹھا۔

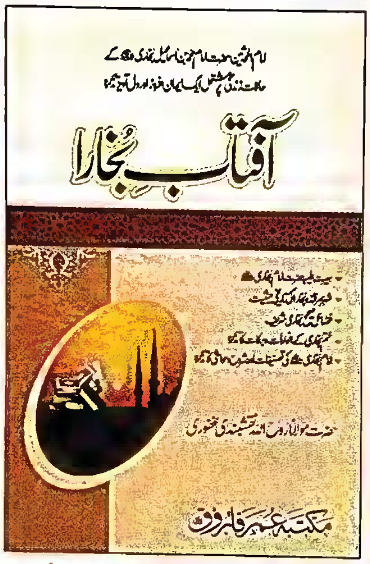
(تذکرہ قاریانِ ہند)

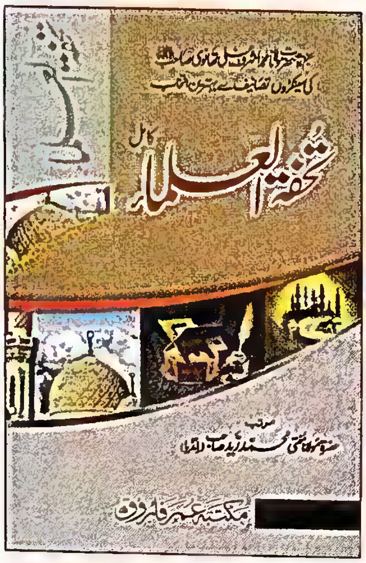


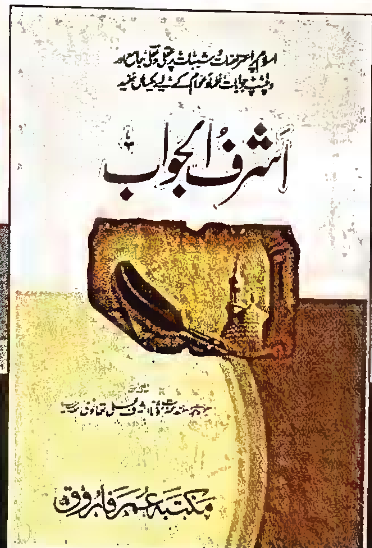


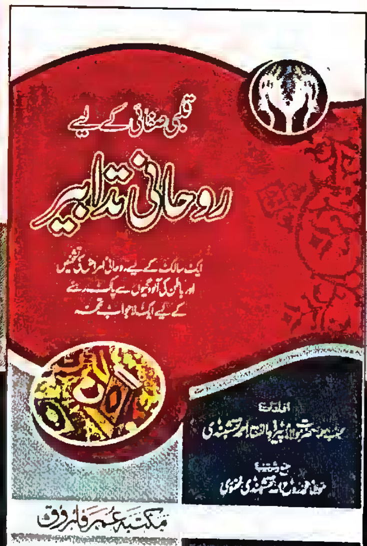


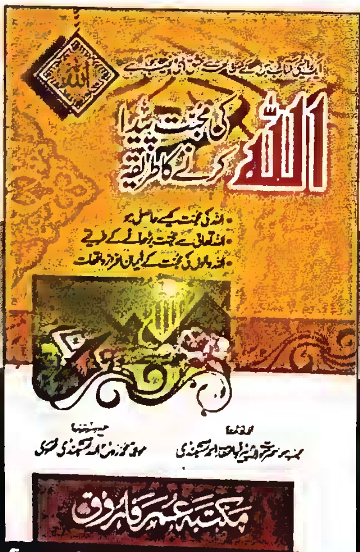












Faraz: 0302-2691277